بازی
4
KitabPk.Com
ایم اے راحت

KitabPk.Com

اور میری ماں اور بہن کا کہیں پتہ نہیں تھا' میں نے ان کی تلاش کے لئے ہر وہ کوشش کی' جو میں کر سکتا تھا' سیٹھ جبار کے ملازم نے مجھے پیش کش کی کہ اگر میں سیٹھ جبار کی برتری قبول کر لوں اور اس کے خادم کی حیثیت سے کام کرنے پر تیار ہو جاؤں تو میرا اجڑا ہوا گھر پھر سے بن سکتا ہے----- لیکن فطری طور پر میں جرائم پیشہ نہیں تھا اور نہ ہی وہ گر جانتا تھا۔ جو اس دنیا کے لئے کار آمد ہوتے تھے۔ نتیجے میں' میں پستا رہا' میرے ہاتھوں ایک قتل کرایا گیا جو دراصل میں نے نہیں کیا تھا اور قتل کے الزام میں مجھے پھر پھانس لیا گیا' طویل کہانی ہے عدنان' مجھے کچھ ایسے لوگ مل گئے ہیں----- جو اس غلیظ دنیا میں بھٹک کر آ جانے والے فرشتے تھے' ان فرشتوں نے میری جون بدل دی' ان فرشتوں نے میرے لئے اپنی تمام زندگی کا سرمایہ پرنس دلاور کو منتقل کر دیا۔ یہ پروفیسر شیرازی اور لیڈی جہانگیر تھے انہوں نے ہی مجھے پرنس دلاور بنایا' وہ میری زندگی کے مقصد سے متفق ہو گئے تھے اور اس کے بعد کے حالات تمہارے علم میں ہیں' امی اور فریدہ مجھے نہیں مل سکیں عدنان' اب تو وہ میرے دل میں ایک یاد بن کر رہ گئی ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ زندگی کی آخری سانسوں تک میں صرف ان کا سوگ مناتا رہوں گا' اگر مجھے ان کی موت کی اطلاع مل جاتی تو شاید میرے سینے میں درد نہ ہوتا۔ میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو یہی ہے عدنان کہ ایک بار میں اپنی ماں اور بہن کو پا لوں' اس کے بعد مجھے کچھ نہیں چاہئے۔" میری آنکھیں شدت غم سے سرخ ہو گئی تھیں۔ میں نے عدنان کو دیکھا اس کے گالوں سے آنسو لڑھک رہے تھے' وہ میری صورت دیکھ رہا تھا۔ میں نے ایک جھرجھری سی لی اور سنبھل گیا۔ "تم بہت زیادہ متاثر ہو گئے ہو عدنان۔" میں پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا لیکن وہ خاموشی سے آنسو بہاتا رہا۔

"عدنان میرے دوست کیا اب بھی اپنے اندر کے انسان کو چھپاؤ گے' کیوں متاثر ہو گئے ہو' میری اس کہانی سے؟" عدنان نے آنسو خشک کر لئے اور آگے بڑھ کر بولا۔

"پرنس میں بدنصیب تھا کہ اس سے پہلے آپ کی کہانی سے واقف نہیں ہو سکا----- میں خود چوٹ کھایا ہوا انسان ہوں اور سینے میں چھپے ہوئے اس درد کو سمجھتا ہوں' جو انسان کو بے کل رکھتا ہے' آپ نے مجھ پر ظلم کیا پرنس جو آپ نے پہلے مجھے یہ

داستان نہ بتائی' ہمیں جرائم کی دنیا میں زیادہ سے زیادہ آگے بڑھنے میں کیا دلچسپی ہو سکتی ہے' ہمارا مطمع نگاہ تو ماں اور بہن تھیں پرنس مجھے ان دونوں کی تصاویر مہیا ہو سکتی ہیں؟"

"نہیں افسوس نہیں' میرے پاس ان کی کوئی تصویر نہیں ہے۔"

"ان کے خدوخال' میں کسی مصور کو آپ کے پاس بھیجوں گا----- یادداشت کے سہارے ان دونوں کی تصاویر بنوائیے' اور میرے حوالے کر دیجئے۔"

"کیا کرو گے عدنان' کیا کرو گے؟" میں نے غم زدہ لہجے میں پوچھا۔

"پرنس' عدنان کوئی وعدہ نہیں کرتا' لیکن مجھ سے جو کچھ بھی بن پڑا ضرور کروں گا' میں آپ کی اس جدوجہد میں آپ کا شریک کار بننا چاہتا ہوں' براہ کرم مجھے اس کی اجازت دے دیجئے۔"

"کیسی اجازت۔ عدنان؟ میں تمہاری مرضی کے مطابق ان کی تصاویر اپنی یادداشت کے سہارے بنوا دوں گا' مصور کا انتظام تم کر دو۔"

"یہ میری ذمہ داری ہے پرنس۔" عدنان نے جواب دیا۔

"اچھا چھوڑو ہم جذبات میں کھو کر خود کو آزردہ کر بیٹھے----- مجھے اس بارے میں بتاؤ----- کہ غوزی خان کے بارے میں کوئی اطلاع ملی ہے یا نہیں؟"

"نہیں پرنس ابھی تک تو نہیں' لیکن میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ آپ اس طرف سے بالکل مطمئن ہو جائیں' اطلاعاً" عرض ہے' ہماری سمندری حدود سے تقریباً" تیس میل دور تک اگر وہ جہاز پہنچ گیا تو تباہ کر دیا جائے گا' میں نے اس کے مکمل انتظامات کر دیئے ہیں' ہماری کئی لانچیں کھلے سمندر میں گشت کر رہی ہیں' وہ بظاہر ماہی گیروں کی لانچیں نظر آتی ہیں لیکن ان میں جدید گنیں بھی فٹ ہیں اس لئے ہماری اپنی بحریہ بھی اس سلسلے میں توجہ نہیں دے رہی ان کے لئے میں نے پرنس ولاور یعنی ہمارے اپنے جہاز سے ضروری رسد کا انتظام کر دیا ہے' آپ بالکل مطمئن رہیں' یہ سارے کام بڑی خوش اسلوبی سے ہو رہے ہیں اور ابھی تک اس بارے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔"

"ہوں' میں نے گہری سانس لی۔ "ٹھیک ہے عدنان اگر تم مطمئن ہو' تو میں بھی مطمئن ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"پرنس آپ جلد از جلد وہ تصاویر مجھے فراہم کر دیں اس سلسلے میں آپ کو محنت تو کرنا ہو گی' لیکن یہ میری سب سے اہم ضرورت ہے۔"

"ٹھیک ہے عدنان یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ تم جیسا ذہین آدمی میرا ساتھی بن جائے گا۔"

KitabPk.Com

"مجھے اجازت دیجئے پرنس۔" عدنان نے کہا اور میں نے کھڑے ہو کر اس سے ہاتھ ملایا۔

عدنان چلا گیا اور میں اپنے لئے کافی کی نئی پیالی بنانے لگا۔ امی اور فریدہ کے تذکرے اور عدنان کی کیفیت سے دل پر اداسی طاری ہو گئی تھی' کافی کے تلخ گھونٹ لیتے ہوئے اس اداسی کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرتا رہا۔ پھر فینی نے مجھے اینجل کے فون کی اطلاع دی۔

میں اپنی جگہ سے اٹھ کر فون کے نزدیک آ گیا تھا' ریسیور نیچے رکھا ہوا تھا' میں نے اسے اٹھا کر کان سے لگایا۔

"ہیلو-----!"

"ہیلو پرنس۔ پرنس بول رہے ہیں۔"

"جی۔ آپ کا خادم۔"

"کہاں چلے گئے تھے' مجھے بتائے بغیر' کتنی پریشان ہوں میں اس دوران' بتائیے کہاں چلے گئے تھے۔"

"بس اینجل ملاقات پر ہی بتاؤں گا۔"

"تو میں آ جاؤں؟" اینجل نے پوچھا۔ اور میں گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگا۔

"فرصت ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں ہاں بالکل۔ میں آ رہی ہوں؟"

"اگر راستہ یاد ہے تو پھر پہنچ جاؤ۔" میں نے کہا اور اینجل نے فون بند کر دیا۔

KitabPk.Com

○

ایک لمحے تک میں ریسیور ہاتھ میں پکڑے اس کے بارے میں سوچتا رہا' پتہ نہیں کیا ہو رہا ہے۔ یہ سب کچھ' میں اس کے لئے کبھی کبھی اپنے اندر لچک محسوس کرنے لگتا تھا' ہر چند کہ خود کو اس پر آمادہ کرتا کہ وہ سیٹھ جبار کی بیٹی ہے' میرے دشمنی کی بیٹی' اور یقینی طور پر میری دشمن' کیونکہ وہ کبھی یہ بات پسند نہ کرے گی کہ میں اس کے باپ کے خلاف کوئی انتہائی سخت قدم اٹھاؤں۔

لیکن وہ متاثر نظر آ رہی تھی' میرا اپنا تجربہ ان معاملات میں کچھ نہیں تھا' مجھے اعتراف تھا کہ میں عورتوں کو سمجھنے کی اہلیت نہیں رکھتا تھا' پتہ نہیں اینجل اپنے باپ کے لئے کام کر رہی ہے یا مجھ سے متاثر ہے' بہرطور یہ جوا بھی کھیل ڈالا تھا میں نے اور اس کا نتیجہ جو بھی ہو' میں اپنے وانسن ایونیو والے بنگلے کی جانب چل پڑا۔

میری کار' وانسن ایونیو کے بنگلے میں داخل ہو رہی تھی اور میرے عقب میں ہی اینجل کی اسپورٹس کار آ رہی تھی۔ وہ سیدھی اندر ہی چلی آئی تھی۔ پھر بڑے بے اختیار انداز میں وہ اپنی کار سے اتری اور تقریباً" دوڑتی ہوئی مجھ تک پہنچی اور میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

"ہیلو پرنس۔" وہ آہستہ سے بولی۔ میں نے مسکرا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے اپنے ساتھ اندر لے گیا۔ اینجل کے چہرے پر جو جذبات میں نے اس وقت دیکھے تھے انہوں نے میرے ذہن میں اس کے خلاف شکوک و شبہات کی نفی کی تھی یہ تاثرات اداکاری سے نہیں پیدا ہو سکتے تھے۔ میں نے دل میں سوچا۔ اینجل خاموشی سے میرے ساتھ بنگلے کے ڈرائنگ روم میں آ گئی۔ وہ خاموشی سے ایک صوفے پر بیٹھ گئی' جذبات کے سائے اس کے چہرے پر لرز رہے تھے' پھر اس نے شرگیں نگاہوں سے مجھے دیکھا اور ایک بار پھر نظریں جھکا لیں۔

"کمال ہے بھئی کیا ہم اجنبی ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"کہاں چلے گئے تھے آپ؟"

"بس اینجل بے شمار مصروفیات ہیں اس ناتواں جان پر' کیا کیا بتاؤں؟"

"مجھے جانے سے پہلے بتا نہیں سکتے تھے آپ۔" اینجل نے کہا۔

"موقع نہیں مل سکا تھا بہرصورت کیونکہ طویل پروگرام نہیں تھا اس لئے میں نے سوچا کہ واپس آ کر معذرت کر لوں گا۔"

وہ مسکرا دی۔۔۔۔۔ پھر بولی۔

"کیا میں اس قابل ہوں کہ مجھ سے معذرت کی جائے؟"

"ہاں اینجل کیوں نہیں۔ تم سو فیصد اسی قابل ہو۔"

"میں بڑی الجھ رہی تھی۔ میرے دل میں بار بار یہ خیال بھی آ رہا تھا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے اپنے آدمیوں کو منع کر دیا ہو کہ اینجل سے آپ کے بارے میں کہیں کہ آپ موجود نہیں ہیں۔"

"یہ بدگمانی کیوں پیدا ہوئی آپ کے دل میں؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"بس دل' دل ہی ہے۔ ہم کیا کر سکتے ہیں اس کا۔" اینجل بڑے ناز سے بولی۔

"اچھا بھئی چلو ٹھیک ہے ہم آپ کے دل کو دل ہی رہنے دیں گے حالات سنائیے کیسے ہیں؟"

"بس زیادہ اچھے نہیں ہیں' ڈیڈی شدید کاروباری مخالفت رکھتے ہیں آپ سے' گفتگو کرتے ہوئے بڑی محتاط رہتی ہوں ان سے' دبے لفظوں میں' میں نے کئی بار آپ کا تذکرہ کیا' وہ بس اسی بات کے خواہاں ہیں کہ میں آپ سے قریب تو ہو جاؤں لیکن کاروباری نکتہ نگاہ سے اور آپ کے اقدامات کے بارے میں معلومات حاصل کرتی رہوں۔ عجیب سی ڈبل جاسوسہ ہو گئی ہوں آپ کے لئے انہیں کریدتی رہتی ہوں اور وہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے لئے میں آپ سے باخبر رہوں۔"

"ہاں اینجل۔ واقعی میری وجہ سے تمہیں بڑی الجھنوں کا شکار ہونا پڑا ہے۔" میں نے کہا۔

"بس' بس آپ اس انداز میں کوئی اور بات نہیں کریں گے' مجھے آپ کے لئے الجھنے پر خوشی ہے۔" اینجل نے جواب دیا۔

"تو پھر میں اپنا وہی سوال دہراؤں گا کہ اس دوران سیٹھ جبار میرے لئے کیا کرتے رہے ہیں۔"

"یقین کرو' زیادہ میں معلوم نہیں کر سکی۔ بس شہباز فورترے ہے جو فرانسیسی ہے اور ڈیڈی کے خاص معتمدوں میں ہے اس سے قبل اس کی جگہ کئی اور لوگ کام کر چکے ہیں پہلے طارق تھا جسے ناکارہ کر دیا گیا ویسے پرنس۔ آپ کے بارے میں' میں آج بھی اسی

KitabPk.Com

تذبذب کا شکار ہوں آپ نے کبھی کھل کر مجھے اس بارے میں نہیں بتایا۔ ہرچند کے آپ نے کچھ ایسی باتیں کہیں جو آج بھی میرے ذہن میں کھٹکتی ہیں۔ آپ یقین کریں میں نے بڑی چالاکی سے----- اپنے ڈیڈی سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ کیا منصور کی والدہ ان سے بچھڑ گئی تھیں۔ کیا کوئی ایسی بات ہوئی ہے۔ ڈیڈی اس بات پر بہت چونکے تھے اور وہ مجھ سے معلوم کرنے کی بہتیری کوشش کرتے رہے ہیں میں نے گول مول الفاظ میں انہیں یہی بتایا کہ پرنس کی والدہ بھی شاید ان سے بچھڑ گئی ہیں' ڈیڈی نے مجھے اس سلسلے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی اور کہنے لگے کہ وہ نہیں جانتے کہ منصور یا پرنس کی ماں اس سے بچھڑ گئی تھی یا نہیں۔ لیکن میں پرنس دلاور سے اس کی زندگی کے تمام حالات جاننے کی کوشش کروں۔ ڈیڈی نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ پرنس دلاور چونکہ ان کے کاروباری حریف ہیں اور انہیں کاروباری طور پر شدید نقصان پہنچا رہے ہیں اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ پرنس کی زندگی کے حالات معلوم کر کے ان کے ذہن سے ساری غلط فہمیاں دور کی جائیں اور جن جن معاملات میں پرنس دلاور ان سے بدگمان ہیں انہیں ٹھیک کر کے پرنس کے سامنے پیش کیا جائے۔ میں آپ کو ایک بات بتاؤں پرنس' ڈیڈی کو دراصل میری نیت پر شبہ ہو گیا ہے میں نے محسوس کیا ہے کہ وہ ایک دم مجھ سے محتاط ہو گئے ہیں وہ گہری نگاہوں سے میرا جائزہ لیتے ہیں اس وقت جب میں آپ کے بارے میں بات چیت کرتی ہوں غالباً" یہ اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں کہ میں ان کے حق میں کام کر رہی ہوں یا پرنس سے متاثر ہوں۔"

"تو آپ نے کیا تاثر دیا۔ کیا انہیں اس بات کا شبہ ہو گیا ہے میرا مطلب ہے کہ آپ میرے لئے نرم ہیں۔" میں نے کہا۔

"میں نہیں جانتی پرنس' لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ کسی بھی سلسلے میں' میں اداکاری نہیں کر سکتی جو کچھ میرے دل میں ہوتا ہے وہی میرے چہرے سے بھی عیاں ہو جاتا ہے۔" اینجل نے جواب دیا۔

"تو پھر کیا ہے آپ کے دل میں۔" میں نے سوال کیا اور اینجل کے چہرے پر سرخی چھا گئی۔ چند لمحات خاموشی رہی پھر اس نے شرگیں نگاہیں اٹھائیں اور بولی۔

"پرنس آپ پرنس دلاور ہوں یا منصور خدا کی قسم مجھے اس سے غرض نہیں ہے میں نے پہلے کبھی آپ کے بارے میں کچھ نہیں سوچا۔ منصور کی حیثیت سے آپ مجھے پسند آئے تھے' بس اس کے بعد میں آپ کو بھول گئی لیکن اب میں اپنے ذہن میں کچھ الجھنیں پاتی ہوں زیادہ تر آپ کا خیال ذہن میں رہتا ہے دل میں عجیب عجیب سے احساسات بیدار

رہتے ہیں' میں اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکوں گی مجھے احساس ہے کہ میں جاہل لڑکیوں کی طرح بات کر رہی ہوں لیکن پتہ نہیں کیوں یہ جہالت مجھ پر طاری ہو گئی ہے اس سے قبل کبھی میں نے اپنے آپ پر کنٹرول نہیں کیا جو کچھ دل میں آیا کہہ دیا۔ لیکن آپ سے وہ سب کچھ نہیں کہہ سکتی پرنس جو میں کہنا چاہتی ہوں۔" میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ نجانے کیوں اس وقت میرے ذہن میں کچھ عجیب سی بوجھل بوجھل سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ وہ میرے دشمن کی بیٹی تھی۔ ایسے بدترین دشمن کی جس نے میری زندگی کو تہہ و بالا کر دیا تھا۔ کیا میں اس سے پیار کر سکتا ہوں' کیا میں اسے اپنے ذہن میں وہ مقام دے سکتا ہوں جو کوئی مرد کسی عورت کو دیتا ہے۔ مجھ جیسا شخص جس نے زندگی میں کبھی عورت کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ کیا مجھے اس کا حق حاصل ہے کہ میں اپنے ذہن کو لطافتوں سے دو چار کروں۔ نجانے امی اور فریدہ کس حال میں ہوں گی اور انہیں اس حال میں پہنچانے والا اس لڑکی کا باپ ہے۔

محبت کا وہ ایک ہلکا سا نشہ جو میرے ذہن پر طاری ہوا تھا۔ وہ فوراً" کافور ہو گیا۔ اور میں پھر سنبھل گیا لیکن اینجل کو قابو میں رکھنا ضروری تھا یہ میرے لئے سب سے اہم مہرہ تھی۔ چنانچہ میں نے خود کو سنبھالا اور پھر آہستہ سے بولا۔

"کاش وقت ہمیں یکجا ہونے کا موقع دے اینجل' لیکن ابھی دور دور تک اس کے آثار نظر نہیں آتے۔"

"آپ مجھ سے اپنی ہر مشکل کہہ دیں پرنس۔ بظاہر تو میں یہ محسوس کرتی ہوں کہ آپ ایک مطمئن ترین انسان ہیں ڈیڈی سے مخالفت چھوڑ دیجئے اگر ان کے اور آپ کے درمیان کچھ معاملات ہیں تو مجھے بتایئے' میں انہیں ختم کرانے کی کوشش کروں گی لیکن پرنس مجھ سے اب یہ بات برداشت نہیں ہوتی کہ میں ذہنی اذیت کا شکار ہوں----- یہ سوچوں کہ میں جسے چاہتی ہوں اس سے میرے ڈیڈی کی دشمنی ہے۔" اینجل نے کہا اور پھر ایک دم زبان دبا کر خاموش ہو گئی چاہت کا لفظ اس کے منہ سے نکل گیا تھا اور یقیناً بے خیالی میں نکلا تھا۔ میں اس کے احساسات سے متاثر تھا لیکن کیا کرتا اندر کی چبھن کو کیسے برداشت کرتا کافی دیر تک ہم لوگ گفتگو کرتے رہے اور اس کے بعد اینجل نے مجھ سے اجازت چاہی۔

"پھر کب ملاقات ہو گی پرنس۔ یہ بتایئے؟"

"اینجل کچھ مصروفیات ہیں' میں تمہیں فون کر لوں گا۔"

"کم از کم دن میں ایک وقت تو مقرر کر لیجئے تاکہ فون پر ہی بات چیت ہو جائے۔"

KitabPk.Com

"جو وقت تم مناسب سمجھو متعین کر لو۔"

"تو پھر روزانہ رات کو آٹھ بجے۔"

"اور اگر میں کبھی نہ ملوں تو۔"

"تو میں دوبارہ رنگ کر لوں گی۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ دفعتاً" وہ چونک کر بولی۔

"ارے۔ ہاں پرنس۔ ایک سوال تو رہ ہی گیا؟"

"وہ بھی کر لیجئے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میری سالگرہ کا دعوت نامہ ملا ہے آپ کو؟ میں نے بھی الگ سے بھجوایا ہے اب دو دعوت نامے ہو گئے ہیں آپ کے پاس لیکن ایک حکم ہے آپ کے لئے۔"

"جی۔ جی ارشاد' ارشاد۔" میں نے کہا۔

"آپ ضرور تشریف لائیں گے' ضرور ضرور۔" اس نے کہا اور میں بدستور مسکراتا رہا۔

"بہتر ہے تعمیل حکم کی جائے گی۔" میں نے جواب دیا اور وہ مطمئن ہو گئی۔ پھر میں چھوڑنے کے لئے اس کی کار تک آیا۔

جب وہ چلی گئی تو میں بھی واپس اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑا۔ کوٹھی پہنچ کر جب اپنے کمرے میں داخل ہوا تو فینی میرے پیچھے پیچھے اندر آ گئی۔

"ہاں فینی۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"جی ہاں پرنس۔ ایک آدمی آیا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کون ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بوڑھا سا آدمی ہے کہتا ہے میں ڈرائیور ہوں پرنس ولاور سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ڈرائیور۔"

"جی ہاں پرنس۔ میں نے اسے بہت ٹالنے کی کوشش کی' وہ نوکری چاہتا ہے میں نے اس سے کہا کہ ہمارے ہاں کوئی جگہ خالی نہیں ہے ڈرائیور وغیرہ کی جگہ بھی نہیں ہے ہمارے ہاں۔ میں نے اس کے ساتھ سختی بھی کی لیکن کچھ ایسی شکل و صورت کا آدمی ہے جس کے ساتھ پرنس' زیادہ سختی نہیں کی جا سکتی اس نے بڑی عاجزی سے مجھ سے کہا کہ ایک بار بس پرنس سے ملا دیا جائے اگر پرنس انکار کر دیں گے تو وہ دوسری بار نہیں کہے گا۔" دفعتاً" میرے ذہن میں ایک بجلی سی کوندی مجھے امجد بھائی کے بارے میں اطلاع ملی تھی کہ وہ کسی پروگرام کے تحت مجھ تک پہنچنے والے ہیں۔ میں نے جلدی سے فینی سے کہا۔

"ٹھیک ہے فینی اسے بلا لاؤ۔ کہاں ہے وہ؟"

"جی باہر برآمدے میں بٹھا دیا ہے اسے۔" فینی نے جواب دیا۔

"جاؤ۔ جاؤ جلدی بلا کر لاؤ اسے۔" میں نے کہا اور فینی باہر چلی گئی میرا خیال درست نکلا۔ تھوڑی دیر کے بعد فینی کے ساتھ جو آدمی اندر داخل ہوا وہ امجد بھائی ہی تھے۔ میں انہیں دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور امجد بھائی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے' وہ ہکا بکا رہ گئے تھے' کبھی وہ ڈرائنگ روم میں نگاہیں دوڑا رہے تھے اور کبھی مجھے اور میرے لباس کو دیکھ رہے تھے' میں دو قدم آگے بڑھا اور میں نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

"امجد بھائی۔" میں محبت سے بولا اور امجد بھائی کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ دوسرے لمحے وہ دوڑ مجھ سے لپٹ گئے تھے۔

"منصور! میرے بیٹے' میرے بچے۔" وہ بڑی جذباتی کیفیت میں تھے۔ میں ان کے شانوں پر ہاتھ رکھے رہا۔

"کیسے ہیں امجد بھائی؟"

"منصور۔ منصور یہ تم ہی ہو لیکن ——— مجھے تو ——— مجھے تو کچھ اور ہی بتایا گیا تھا؟"

"آیئے بیٹھئے اطمینان سے باتیں ہوں گی۔" میں نے کہا اور امجد بھائی تھوک نگلنے لگے آگے بڑھے۔ ان اعلیٰ درجے کے صوفوں پر بیٹھنے کی انہیں ہمت نہیں ہو رہی تھیں اور وہ اپنے بیٹھنے کی جگہ تلاش کر رہے تھے۔

"ارے بیٹھئے نا۔ کیا سوچ رہے ہیں آپ؟" میں نے کہا اور وہ تھوک نگلتے ہوئے ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ میں ان کے نزدیک ہی بیٹھ گیا۔

"بھابی اور بچے کہاں ہیں؟"

"انہیں ایک شناسا کے گھر چھوڑ آیا ہوں۔ دراصل بڑے عجیب و غریب حالات کا شکار ہوں منصور۔ تمہیں دیکھ کر سخت متحیر رہ گیا ہوں اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔ یہ سب کچھ تمہارا ہی ہے؟"

"نہیں امجد بھائی یہ سب کچھ میرا نہیں ہے اس دنیا میں کسی کا کیا ہے' آپ بہتر جانتے ہیں' یہ ساری چیزیں عارضی حیثیت رکھتی ہیں۔ اصل چیز انسان کی ذات ہے۔"

"ٹھیک کہا تم نے منصور بیٹے۔ مگر تم میرا مطلب ہے پرنس ولاور کہاں ہیں اور وہ کون ہیں؟"

وہ میں ہی ہوں امجد بھائی۔"

"تم ـــــ تم ـــــ مگر تم ـــــ میری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ مجھے جلدی سے بتاؤ' میں زیادہ الجھن برداشت کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔" امجد بھائی نے کہا۔

"امجد بھائی۔ آپ یہ بتایئے کہ آپ یہاں کیسے پہنچے؟"

"بتا دوں گا۔ یہ بھی بتا دوں گا' پہلے تم مجھے یہ یقین دلا دو کہ تم ہی پرنس دلاور ہو۔"

"یقین دلانے کا ذریعہ کیا ہو گا۔ اچھا ٹھہریئے میں آپ کو آپ کی آمد کی وجہ بتا دوں تب تو آپ مجھے پرنس دلاور تسلیم کر لیں گے۔ سیٹھ جبار نے آپ کو نوکری سے نکال دیا ہے کیوں۔ یہی بات ہے نا؟"

"ہاں۔ ہاں مگر۔"

"اور یہ صرف ایک پروگرام ہے ایک پلان' سیٹھ جبار صرف یہ اندازہ لگانا چاہتے ہیں کہ کیا منصور ہی پرنس دلاور ہے اور اس کے لئے انہوں نے آپ کا انتخاب کیا ہے آپ کو اسی پروگرام کے تحت نوکری سے نکالا گیا ہے اور آپ سے کہا گیا ہے کہ پرنس دلاور کے ہاں جا کر نوکری حاصل کریں اسے بتائیں کہ آپ سیٹھ جبار کے ڈرائیور رہ چکے ہیں اور اس کے رازوں سے واقف ہیں جو آپ مجھ تک منتقل کریں گے اس کے علاوہ آپ کو یہ بھی ہدایت کی گئی ہے کہ آپ اس سے اس بات کا اظہار نہ کریں کہ آپ منصور کی حیثیت سے مجھے پہچانتے ہیں یا پہچان گئے' کیوں یہی ساری باتیں ہیں نا؟"

"ہاں یہی ساری باتیں ہیں' مجھے واقعی ایک پروگرام کے تحت وہاں سے نکالا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ میں بڑی کسمپرسی کے عالم میں تم تک پہنچوں اور تمہیں بتاؤں کہ میرے ساتھ کیا سلوک ہوا۔" امجد بھائی نے کہا۔

"بس تو پھر آپ یہ اندازہ لگا لیجئے کہ میں کون ہو سکتا ہوں؟"

"مگر۔ مگر تمہیں یہ سب کچھ کیسے معلوم ہوا؟" امجد بھائی آنکھیں پھاڑ کر بولے۔

"امجد بھائی آپ بھی تو میرے لئے سیٹھ جبار کے ہاں کام کر رہے ہیں۔"

"ہاں منصور بیٹے' مگر میں نے تو آج تک کچھ بھی نہیں کیا تمہارے لئے؟"

"نہیں امجد بھائی آپ نے بہت کچھ کیا ہے میرے لئے۔" میں نے گہری سانس لے کر کہا۔ فینی نے ایک ملازم کے چائے اور دوسرے لوازمات بھجوا دیئے۔ امجد بھائی میرے والد کی باتیں کر رہے تھے اور آنسو بہا رہے تھے۔ امی اور فریدہ کے لئے وہ بہت غمزدہ تھے۔ میں نے انہیں چائے بنا کر دی۔

"اب مجھے کیا کرنا چاہئے' منصور میاں؟" وہ چائے پیتے ہوئے بولے۔

KitabPk.Com

"آپ کا کیا خیال ہے امجد بھائی۔ میں آپ کو نوکری دوں گا؟"

"اوہ۔ نہیں دو گے۔ پھر میں اس سے کیا کہوں؟"

"اس نے خود ہی آپ کو نکال دیا۔ یہ اچھا ہوا ورنہ شاید میں آپ سے کسی وقت یہ درخواست کرتا کہ آپ اس کی ملازمت چھوڑ کر میرے پاس آ جائیں' بہرحال امجد بھائی۔ آپ جس مقصد کے تحت یہاں بھیجے گئے ہیں میں چاہتا تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا تھا لیکن میں آپ کے کاندھے پر اب یہ بوجھ نہیں ڈال سکتا۔"

"میں نہیں سمجھا منصور۔"

"میں چاہتا امجد بھائی تو سیٹھ جبار کی خواہش کے مطابق آپ کو یہاں نوکری دے دیتا اور اپنی پسند کی خبریں آپ کے ذریعہ اس تک پہنچاتا اور اسکی چال اسی پر الٹ دیتا لیکن اس میں آپ کے لئے خطرات پیدا ہو جائیں گے وہ بہت چالاک ہے کسی بھی وقت میرے اور آپ کے گٹھ جوڑ کے بارے میں اندازہ لگا لے گا اور آپ کو نقصان پہنچائے گا۔ میں نے آپ کے لئے ایک اور فیصلہ کیا ہے۔ امجد بھائی بہت کچھ کر چکے ہیں زندگی میں اب آرام کریں۔"

"گویا۔ گویا اب تمہارے سر پڑ جاؤں؟"

"ایسی بات نہ کہیں امجد بھائی۔ میری محرومیوں کا اندازہ ہے آپ کو۔ آپ میرے ابا کے دوست ہیں اور بھابی میرے لئے ماں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مجھے اتنی خدمت کرنے کا موقع نہیں دیں گے؟"

امجد بھائی نے گردن جھکا لی۔ پھر بولے۔ "میں بھی بہت تھک گیا ہوں منصور۔ زندگی میں دور دور تک کوئی ایسا شجر سایہ دار نہیں تھا جس کے سائے میں بیٹھ کر سستا لوں۔ اگر تقدیر تمہارے ذریعے مجھے یہ موقع دے رہی ہے تو میں انکار نہیں کروں گا مجھے کچھ عرصہ دم لے لینے دو۔"

"میں آپ کو اس کوٹھی میں نہیں رکھوں گا امجد بھائی۔ آپ تیار ہو جایئے میرا ایک آدمی آپ کو ایک جگہ لے جائے گا۔ وہ ماحول آپ کو پسند آئے گا۔ میرے اپنوں کا گھر ہے۔ سکون سے وہاں رہیں اور وہاں اپنی مصروفیت تلاش کر لیں۔"

امجد بھائی خاموش ہو گئے۔ میں انہیں وہیں چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آیا اور وہاں سے میں نے پروفیسر شیرازی کو فون کیا۔ سرخاب نے فون ریسیو کیا تھا پروفیسر کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔

"تمہارے اس دارالامان میں کچھ اور ممبروں کا اضافہ کر رہا ہوں سرخاب قبول کر لو

KitabPk.Com

گی؟"

"اعلیٰ حضرت کے حکم سے انکار کی مجال ہے کسی میں؟" سرخاب نے کہا۔

"امجد بھائی کے بارے میں تذکرہ کر چکا ہوں تم سے' میرے ابو کے دوست ہیں میر بہترین مددگار رہ چکے ہیں۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"میرے کرم فرماؤں نے ان کے ذریعہ میرے خلاف جاسوسی کرنے کا منصوبہ بنایا اور انہیں نوکری سے نکال کر یہاں بھیجا تھا لیکن بدنصیب کی ہر چال الٹی ہو رہی ہے۔ نے امجد بھائی اور ان کے بچوں کو تمہارے پاس بھجوانے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"ہم ان کے استقبال کے لئے تیار ہیں۔"

"کوئی بھی رہائش گاہ منتخب کر دینا ان کے لئے' ان کا احترام کیا جائے میں انہیں اع کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔"

"او۔ کے۔" سرخاب نے کہا۔ اعظم کو بلا کر میں نے ہدایت کی کہ وہ امجد بھائی کو بند گاڑی میں لے جائے جہاں ان کے بیوی بچے ہوں' وہاں سے انہیں ساتھ لے اور ایگ روڈ پہنچا دے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے امجد بھائی کو رخصت کر دیا۔ اینجل کی سالگر مسئلہ ذہن میں اٹکا ہوا تھا۔ اس میں شریک ہونے کے لئے سیٹھ جبار کی کوٹھی میں جانا تھا کیا یہ مناسب ہو گا۔ کوئی حرج بھی نہیں نظر آیا تھا۔ مجھے کیا فرق پڑتا۔ وہ بزدل میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا اب۔ بہرحال میں نے ذرا شان سے وہاں جانے کا فیصلہ کیا تھا!

دوسرے دن صبح سو کر بھی نہیں اٹھا تھا کہ فینی نے آ کر جگا دیا۔

"خیریت فینی؟"

"عدنان آئے ہیں' آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ میں ڈرائنگ روم میں آ رہا ہوں۔ بٹھاؤ اسے۔" میں نے کہا اور پھر جلدی جلدی تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آیا۔ عدنان کے چہرے پر مسرت کے آثار تھے۔

"شرمندہ ہوں پرنس لیکن برداشت نہ کر سکا۔ یہ اخبار دیکھئے؟ اس نے اخبار میرے سامنے کر دیا۔ ایک چھوٹی سی ایک کالمی خبر لگی ہوئی تھی۔

"یونان کا ایک کارگو جہاز کھلے سمندر میں تباہ ہو گیا۔"

ملک کی سرحد سے تقریباً" سو میل دور ایک یونانی کارگو جہاز اچانک دھماکوں سے تباہ ہو گیا۔ جہاز کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اس میں شدید دھماکوں کے بعد آگ لگ گئی۔ یہ جہاز سامان سے بھرا ہوا تھا۔ اس سے کافی فاصلے سے گزرتے ہوئے ایک اور یونانی جہاز نے اس

میں شعلے اور دھماکے دیکھے اس جہاز سے فوراً" امدادی کشتیاں روانہ کی گئیں لیکن عملے کے کسی فرد کو نہیں بچایا جا سکا۔ جہاز سمندر میں غرق ہو چکا ہے۔"

"ویری گڈ۔ مجھے یقین تھا عدنان کہ تم کامیاب ہو گے۔ دلی شکریہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"غوزی خان سمندر کا بادشاہ ہے۔ ہم اس کا بہترین استقبال کریں گے۔ تغلق خان سے کوئی رابطہ ہوا پرنس؟" عدنان نے پوچھا۔ اور میں اسے تغلق خان کے بارے میں تفصیل بتانے لگا۔ میں نے عدنان کو پرنسس فوریسا کے بارے میں بھی بتایا اور عدنان حیران رہ گیا۔

"آپ نے پہلے کبھی اس بارے میں نہیں بتایا پرنس ویسے یہ اطلاع میرے لئے نئی ہے کہ ایک باقاعدہ شہزادی بھی اسمگلر ہے۔ طریق کار واقعی عمدہ ہے پرنس۔"

"ہاں عدنان' سوری میں بھول گیا تھا۔ ویسے تغلق خان ہمیں اس کے آتے ہی اطلاع دے گا۔"

"تب تو مجھے فوراً" غلام پور پر توجہ دینی چاہئے۔ بھلا ہم سیٹھ جبار کو وہاں کیوں کامیاب ہونے دیں گے۔ اس کی تقدیر میں اب ناکامیوں کے سوا کچھ نہیں ہے----- مجھے واقعی حیرت ہے پرنس۔ بہرحال میں اب پرنسس فوریسا کے سلسلے میں مصروف ہو جاؤں گا۔ اس کے علاوہ پرنس آج دن میں کسی وقت راکیش نامی ایک نوجوان مصور آپ کے پاس پہنچے گا اسے دن کا کوئی وقت دے دیجئے گا۔ بہترین مصور ہے مجھے امی اور بہن کی تصویریں جلد فراہم کر دی جائیں۔"

"راکیش نام ہے؟"

"جی ہاں مذہباً" ہندو ہے لیکن نہایت قابل اعتماد نوجوان ہے۔"

مصور دن کو دو بجے میرے پاس پہنچا اور نرم خدوخال کے اس نوجوان کے بارے میں میرا بھی یہی اندازہ تھا کہ وہ بہت شریف ہے۔ "لیکن تم تحریر سے ذہن کو کیسے پڑھو گے دوست؟" میں نے پوچھا۔

"آسان طریقہ ہے جناب! آپ کو ان لوگوں سے جذباتی لگاؤ ہو گا۔ میں آنکھوں سے ابتدا کروں گا۔ آنکھیں ہمیشہ انسان کے ذہن میں محفوظ رہتی ہیں براہ کرم میرے چند سوالات کے جواب دیں۔ لڑکی کی عمر کیا تھی' فطرتاً" وہ کیسی تھی اور کس ماحول سے متعلق تھی؟"

میں نے تفصیل سے تمام معلومات اسے فراہم کر دیں۔

"ٹھیک ہے تو مجھے کوئی جگہ بتا دیجئے جہاں میں کام کر سکوں۔" راکیش نے کہا اور میں نے اسے ایک پر سکون گوشہ بتایا۔ راکیش اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ تین گھنٹے بعد اس نے مجھے آنکھوں کے دس نمونے پیش کئے۔ تیسرے نمبر پر جو آنکھیں میں نے دیکھیں وہ میری فریدہ کی آنکھیں تھیں۔ میرا دل لرز کر رہ گیا۔ میری آنکھوں میں نمی آ گئی۔ یہ آنکھیں مجھے دیکھ رہی تھیں مجھے پکار رہی تھیں۔

"شکریہ جناب۔ اب میں اس کی پیشانی بناؤں گا۔" راکیش نے میری آنکھوں سے سب کچھ پڑھ لیا تھا اور مجھے جواب دینے کی ضرورت نہیں پڑی لیکن فریدہ کی آنکھیں۔ یہ آنکھیں مجھے رات بھر رلاتی رہی تھیں۔ ان آنکھوں نے مجھے بے چین کر دیا تھا۔ اس رات امی اور فریدہ بری طرح یاد آئی تھیں۔ دوسری صبح بھی طبیعت بھاری تھی لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ دوسروں پر اس غم کا اظہار کیا کرتا جو پہلے سے میرے لئے غمزدہ تھے۔ روزمرہ کے کاموں میں مشغول رہا پھر راکیش آ گیا۔ تھوڑا وقت دیا اور وہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ آج رات اس نے کل کی نسبت زیادہ کام کیا تھا۔ کچھ اور چیزیں ساتھ لایا تھا جن کی مدد سے وہ اس تصویر کو جلدی مکمل کر سکتا تھا۔ اپنے کام کا ماہر تھا۔ آج اس نے فریدہ کا آدھا چہرہ مکمل کر لیا تھا۔

یہ کام میرے لئے مشکل ترین تھا لیکن اس سے باز بھی نہیں رہ سکتا تھا۔ فریدہ کی تصویر دیکھنے کی ہمت نہیں تھی لیکن ممکن ہے ان دونوں کی تصویریں تیار ہو جائیں تو کام بن جائے۔ عدنان آفاقی صلاحیتوں کا مالک تھا ممکن ہے وہ میرے درد کا مداوا بن جائے۔ میں نے دل پر جبر کر کے یہ کام کرا دیا تھا۔

شام کو پروفیسر کا فون ملا۔ "تمہارے لئے ایک بڑی خوشخبری ہے منصور۔"

"جی؟" میں نے آواز سنبھال کر کہا۔ پروفیسر پر میں دلی کیفیت کا اظہار نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"ایاز کا معائنہ ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر کا کہنا ہے کہ اسے شدید اذیت دی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے لیکن بہتر علاج سے اس کی ذہنی حالت بحال ہو سکتی ہے۔ میری خواہش پر ڈاکٹر گھر پر علاج کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ کل تک دو نرسیں یہاں آ جائیں گی اور کل ہی سے علاج شروع ہو جائے گا------ کوئی خاص ضرورت پڑی تو اسے عارضی طور پر ہسپتال لے جایا جائے گا۔"

"شکریہ پروفیسر۔ ایاز کی صحت بحال ہو جائے تو مجھے واقعی دلی مسرت ہو گی۔"

"کیا بات ہے کچھ بجھے بجھے سے ہو۔"

"نہیں آپ کو محسوس ہو رہا ہے۔"

"بھئی اب بچہ بھی تصور نہ کرو' ٹھیک ہے دھوپ میں بال سفید کئے اور تمہاری اس دنیا کو نہیں جان سکے لیکن اب اتنے بھی نہیں------"

"یقین کریں پروفیسر۔ کوئی خاص بات نہیں۔"

"یقین کر لیں گے لیکن اتنی دور سے نہیں۔ سرخاب کی خواہش ہے کہ رات کا کھانا یہیں کھاؤ۔ اس نے کچھ خاص چیزیں پکائی ہیں' عظمت اور راشدہ بھی آ رہے ہیں۔"

"بہتر ہے حاضر ہو جاؤں گا۔"

"یہ ہوئی نا بات۔ خدا حافظ۔ رات کا کھانا تمہارے آنے کے بعد کھایا جائے گا۔" پروفیسر نے فون بند کر دیا۔

رات کو اس نئے مکان میں بڑی رونق تھی۔ بہت سے افراد جمع ہو گئے تھے۔ بڑے ہال میں نشست جمی ہوئی تھی۔ گل' سرخاب' بہروز' شمو اور اس کی ماں' ایاز' امجد بھائی' بھابی اور بچے' حسینہ اور بھوندو' ان کے علاوہ عظمت اور راشدہ بھی آئے ہوئے تھے۔ پروفیسر شیرازی ان لوگوں کے درمیان بچے بنے ہوئے تھے۔ ایاز خاموش ایک گوشے میں بیٹھا تھا۔ پروفیسر مجھے ڈاکٹر کے بیان کے بارے میں بتانے لگے۔ میں نے اس سے گفتگو کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ویسے میں نے پروفیسر کو اپنی اداسی کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔ بلا وجہ اس خوشگوار ماحول میں اداسی پھیل جاتی۔ میں خود بھی خوشگوار ماحول میں قہقہے لگاتا رہا۔ راشدہ اور عظمت سے گفتگو کرتا رہا اور پھر رات گئے واپس آ گیا۔ دوسرے دن میں نے اینجل کو فون کیا وہ فون پر ملی۔ میری آواز سن کر خوش ہو گئی تھی۔

"کیسے مزاج ہیں جناب۔ بڑا مشکل وقت گزر رہا ہے ہم پر تو۔"

"خیریت اینجل۔"

"روز ملنے کو جی چاہتا ہے لیکن اتنی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں کہ بس۔"

"شرمندہ کر رہی ہو اینجل۔ ویسے تم تو مصروف ہو گی۔"

"وہ کس سلسلے میں حضور والا؟"

"سالگرہ کی تیاریوں میں۔"

"یاد ہے آپ کو ہماری سالگرہ۔ خوشی ہوئی یہ سن کر' بہرحال تیاریاں کیا ہیں۔ ملازم کارڈ تقسیم کر رہے ہیں۔ دیگر انتظامات مینیجر کے سپرد ہیں۔ ڈیڈی بے چارے بیمار پڑ گئے ہیں نہ جانے کیوں وہ ان دنوں بہت پریشان ہیں۔"

"اوہ۔ کیا بیمار ہیں سیٹھ جبار۔ خیریت؟"

"زیادہ کاروبار بھی جان کا عذاب ہوتا ہے۔ کسی کاروباری نقصان کی اطلاع ملی ہے۔ یورپ میں ہمارے ایک پرانے کارکن طارق کا انتقال ہوگیا ہے بس ایسی خبریں جنہوں نے انہیں بیمار کر ڈالا ہے۔"

"بہت افسوس ہوا' اور تو کوئی خاص بات نہیں۔"

"ہے۔" اینجل کے لہجے میں شرارت تھی۔

"کیا؟"

"منا ہے آپ سے۔"

"جواب عرض کروں۔"

"ارشاد۔ ارشاد۔"

"آتش شوق بھڑکتی رہنی چاہئے۔ اس طرح جذبوں میں پختگی پیدا ہوتی ہے۔ یہ پیاسی آنکھیں آپ کو سالگرہ کے دن ایک شمع کے روپ میں دیکھنے کی خواہش مند ہیں۔"

"سبحان اللہ۔ کیا خوب شاعری ہے۔ بہرحال احترام کیا جائے گا اس خواہش کا لیکن آواز سے تو محروم نہ رکھا جائے۔"

"کل پھر فون کروں گا۔" میں نے کہا۔ اور ایسی ہی تھوڑی سی گفتگو کے بعد فون بند کر دیا۔ ایک عجیب سا احساس دل میں بیدار ہو گیا تھا۔ لیکن جلدی سے جھٹک دیا۔ وہ میرے قاتل کی بیٹی تھی اور بس۔ خواہ کچھ بھی ہو میرے اور اس کے درمیان ابھی صرف فریب کا رشتہ ہے۔

راکیش نے دل و دماغ تہ وبالا کر دیئے تھے۔ دوسرا دن تو اور بھی قیامت خیز ثابت ہوا۔ آج وہ اپنے ساتھ بہت سی چیزیں لایا تھا۔ مختلف انداز کے چہرے ناک' ہونٹ اور بال۔ آج اس نے تین گھنٹے میرے ساتھ گزارے اور فریدہ کی تصویر مکمل کر لی۔ طویل عرصہ کے بعد فریدہ کا مکمل چہرہ سامنے آیا۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ اس کے بعد اس نے یہ چہرہ مکمل کر کے مجھے دے دیا۔ میں پاگلوں کی طرح اس تصویر کو چومتا رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ اسے سینے میں بٹھا لوں۔ پھر میں نے فینی سے کہا کہ وہ خود جائے اور اس تصویر کے بہت سے پرنٹ اتروا لائے۔ فینی نے میری ہدایت پر عمل کیا تھا۔ میں نے رات ہی کو عدنان کو طلب کیا اور پرنٹ اس کے حوالے کر دیئے۔ عدنان میری جذباتی کیفیت کو سمجھ رہا تھا۔

"عدنان کا عزم ہے پرنس۔ آپ کی بہن کی تلاش میری زندگی کا سب سے اہم مقصد ہے۔ میں اگر آپ کے سامنے پیش نہ کر سکا تو اپنے آپ سے زندہ رہنے کا حق چھین لوں گا۔"

بڑے مضبوط الفاظ تھے۔ مجھے بڑی ڈھارس ملی تھی۔ دوسرے دن سے راکیش کو ماں کی تصویر شروع کرنی تھی۔ صبر نہ ہو سکا تو رات کو اچانک پروفیسر کے گھر پہنچ گیا۔ وہ لوگ تو ہمیشہ مجھے دیکھ کر خوش ہو جاتے تھے۔ جب میں نے تصویر ان کے سامنے پیش کی اور تو کسی کو اندازہ نہیں ہو سکا۔ لیکن سرخاب تصویر دیکھ کر سنجیدہ ہو گئی۔

"کون محترمہ ہیں بھئی یہ۔" گل نے پوچھا۔

"گل باجی۔ میں بتاؤں؟" سرخاب نے کہا۔

"جانتی ہو انہیں۔ ویسے حسین بچی ہے۔" پروفیسر شیرازی بولے۔

"ڈیڈی یہ فریدہ ہے۔ منصور بھیا کی بہن۔" سرخاب کے الفاظ سب کے لئے حیرانی کا باعث تھے۔ پروفیسر نے جلدی سے تصویر اٹھائی اسے غور سے دیکھتے رہے پھر سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ میرا جواب شاید انہیں میرے چہرے سے مل گیا تھا۔

"کہاں سے آئی۔ یہ رنگوں اور برشوں کی مدد سے بنائی گئی ہے کیا یہ بالکل صحیح تصویر ہے۔ تم نے خود بنائی ہے۔"

"نہیں ایک باکمال مصور نے۔ ماں کی تصویر بھی بنا رہا ہے وہ میری یادداشت کے سہارے۔"

"بدقسمتی صرف بدقسمتی۔ یہ خیال پہلے کیوں ذہن میں نہیں آیا۔ منصور تم اس کے بہت سے پرنٹ بنوا لو۔" پروفیسر شیرازی بولے۔

"بنوائے ہیں۔ میں نے۔ نیگیٹو محفوظ ہے اور بنوا لوں گا۔"

"ان کی مدد سے ہم کوشش کر سکتے ہیں۔"

"یہ عدنان کا پروگرام ہے۔ اسی نے یہ راستہ سجھایا ہے۔ پروفیسریوں تو میرے اردگرد تمام بہترین لوگ بکھرے ہوئے ہیں۔ لیکن عدنان اس قدر ذہین ہے کہ ناقابل بیان۔ میں نے اس سے بہت سی امیدیں وابستہ کر لی ہیں۔"

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر گل بولی۔ "سرخاب تم نے یہ تصویر کیسے پہچان لی؟"

"بس دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ منصور بھیا! آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے یہ کارنامہ کس طرح انجام دیا؟"

"نہیں۔ میں تمہارے لہجے کے اعتماد پر حیران ہوں۔"

"بالوں کی یہ لٹ کوئی کہانی یاد دلاتی ہے آپ کو ------!" سرخاب نے کہا۔ اور

میرے ذہن میں ماضی کے کچھ اوراق الٹ گئے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"کون سی کہانی ہم بھی سنیں گے۔" گل بولی۔

"اور ہم بھی۔" پروفیسر نے بچوں کی طرح ٹھنکتے ہوئے کہا۔

یہ لوگ میرے دل کا بوجھ کم کرنا چاہتے تھے۔

"سنا دو سرخاب۔" میں نے کہا۔

"ہوا یہ جناب کہ اپنے یہ منصور بھیا اس وقت تک صرف ہمارے منصور صاحب تھے۔ ایک دن ہم سے بولے کہ ہم اپنے بالوں کی یہ لٹ نہ ہٹایا کریں۔ ہم بھلا یہ بات کہاں سننے والے تھے۔ ہم نے کہا کہ ہم سے ایسی بات آئندہ کبھی نہ کہی جائے لیکن جب ہمیں اس لٹ کی حقیقت معلوم ہوئی تو بس کیا بتائیں کہ کیا ہوا دل چاہا کہ اپنے سر پر دس جوتے لگائیں۔ یہ فریدہ کی لٹ تھی جو ہمارے ماتھے پر آ گئی تھی اور اس لٹ نے ہمیں ایک بھیا دے دیا۔"

"اوہ۔" گل آہستہ سے بولی۔ اس کے بعد دیر تک یہ تصویر سب کا موضوع بنی رہی پھر میں واپس آ گیا۔

دوسرے دن عدنان نے غوزی خان کی واپسی کی اطلاع دی تھی۔ غوزی خان نے جہاز کی تباہی کی تصدیق کر دی تھی۔ اینجل کا فون موصول ہوا اس کی بے تکلفی کچھ اور بڑھ گئی تھی اور اب وہ تھلم کھلا اظہار عشق کرنے لگی تھی۔ انسانوں کی شناخت میں' میں آج تک مہارت نہیں حاصل کر سکا تھا۔ حالانکہ دوستوں کے سلوک نے بڑے تجربات بخشے تھے۔ لیکن دنیا کے بارے میں کچھ ایسی بے یقینی کا شکار ہوا تھا کہ کسی پر یقین نہیں آتا تھا۔ کبھی کبھی تو اینجل کا یہ التفات فریب معلوم ہونے لگتا تھا اور کبھی اس کی باتوں پر یقین آتا تھا۔ اس وقت ذہنی کیفیت زیادہ بہتر نہیں ہوتی تھی اور دل میں ایک کرب سا ابھرنے لگتا تھا۔ کیا میں واقعی اینجل کا شکار ہو گیا ہوں' دل میں ایک نرمی سی محسوس ہوتی تھی۔ اینجل کی تصویر بار بار آنکھوں میں ابھرنے لگتی تھی۔ کہیں مجھے بھی اس سے محبت تو نہیں ہو گئی ہے۔

اینجل کی سالگرہ کی تقریب کا وقت آ گیا۔ میں اس تقریب میں شریک ہونے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ تحفے کے طور پر میں نے خوبصورت اور بے حد قیمتی ہیروں کا نیکلس خریدا تھا۔ فینی نے حسب معمول مجھے نوک پلک سے سنوارا تھا۔ آئینے میں خود کو دیکھ کر میں جھینپ گیا تھا۔ کمال کی حرکتیں کی تھیں' میری اس سیکریٹری نے۔ کمرے میں میرے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ فینی ناقدانہ انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کے سانسوں

میں بہت انتشار محسوس کیا------ وہ نڈھال سی ہو رہی تھی۔

"فینی------ کیا بات ہے تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"ہاں------ ہاں------ کیا ہو گیا ہے؟" وہ کھوئے کھوئے انداز سے بولی۔

"ضرور کچھ ہو گیا ہے تم معتدل نہیں ہو۔" میں نے کہا۔

"قصور ہے میرا اس میں پرنس۔ کیا گستاخی ہو گئی ہے کوئی مجھ سے' معافی چاہتی ہوں' شرمندہ ہوں' سزا دے دیجئے اگر مجھ سے قصور ہو گیا ہو تو۔" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا اس کے انداز میں سسکیاں سی بھری ہوئی تھیں۔

میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا' یہ پراسرار لڑکی آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی تھی' ابتدا میں تو یہ اور ہی رنگ میں میرے سامنے آئی تھی' لیکن بعد میں------ بے حد سنجیدہ ہو گئی تھی۔ اس کے بعد جب سنتھو فورے والے کیس میں یہ میرے ساتھ باہر گئی تھی تو پھر اس کی کیفیت بحال ہو گئی تھی لیکن پھر وہی' نجانے کیا اسرار پوشیدہ تھے' اس کی ذات میں' میں اس کی شخصیت کے بدلے ہوئے روپ پر دو چار بار غور کر چکا تھا لیکن میری اپنی ذہنی مصروفیات اتنی تھیں کہ میں کسی پر مکمل توجہ نہیں دے سکتا تھا اور اس وقت اس کی حالت بہت زیادہ غیر نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے قریب پہنچا اور اس کے شانوں پر دونوں ہاتھ رکھ دیے۔

"کیا بات ہے فینی' پلیز مجھے بتاؤ' میں تمہاری بے حد عزت کرتا ہوں۔"

"شکریہ پرنس' کیا یہ الفاظ میرے لیے کم ہیں کہ میرا آقا اور مالک میری عزت کرتا ہے' ہم ملازموں کے لیے تو یہی الفاظ کافی ہوتے ہیں۔ پرنس' آپ کا بے حد شکریہ' میرا خیال ہے کہ اب آپ تیار ہیں۔" اس نے رخ بدل لیا لیکن میں نے اس کے شانے نہیں چھوڑے تھے۔

"فینی مجھے نہیں بتاؤ گی' تمہارا آقا یا تمہارا مالک تو صرف خدا ہے' میرے ساتھ رہ کر تم انسانوں کی طرح وہ سب کچھ کر رہی ہو' جو انسان کرتے ہیں' تو کیا تم مجھے اس قابل نہیں سمجھتیں کہ مجھے اپنی ذہنی کیفیت بتا دو۔"

"میری ذہنی کیفیت بالکل درست ہے پرنس' بس کبھی کبھی طبیعت میں ایک ہلکا پن پیدا ہو جاتا ہے' بس کبھی کبھی۔" اس نے میرے چہرے پر نگاہ ڈالی' سرسری نگاہ تھی لیکن پھر وہ میری آنکھوں پر جم کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے احساسات پل رہے تھے۔

میں اب اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت کو نہ سمجھتا لیکن یہ سب کچھ میرے لیے الجھادوں کا باعث تھا------ کمال کی بات تھی' راشدہ نے ایک معمولی سے

ڈرائیور کی حیثیت سے مجھے چاہا لیکن بے مقصد' بے کار' زندگی کی بہت سی محرومیوں میں گئی' پتہ نہیں دل کو کون کون سے بہلاوے دینے پڑے ہوں گے۔ پھر گل لیڈی جہانگیر' بیوہ تھی لیکن بے حد مظلوم حیثیت رکھتی تھی' اس نے میرے لیے اپنا سب کچھ تج د لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ مجھے چاہتی ہے' کسی نے اس کی آنکھوں میں میرے لیے پیار دیکھا لیکن وہ دیکھنے والا میں نہیں تھا کیونکہ میری نگاہیں تو کچھ اور ہی تلاش کر رہی تھیں۔ ا کے بعد۔ اینجل' پتہ نہیں۔ وہ بھی سچی ہے یا مجھ سے فریب کر رہی ہے۔ میں اتنی سار محبتوں کے درمیان گھر گیا تھا کہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اپنی ذات کے کتنے ٹکڑے کرو سب سے بڑی تو یہ بات تھی کہ میری ذات ہی میری اپنی نہ تھی' میں تو کسی کا قرض تھا فینی نہ جانے کب کی جا چکی تھی اور میں خیالوں کی گرفت میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ میں نے گردن جھٹکی' سیٹھ جبار کی کوٹھی پر جا رہا تھا' خود کو پوری طرح چاق و چوبند رکھنا بے حد ضروری تھا' ویسے میں چھچھورے پن کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا لیکن خود عدنان کی یہی خواہش تھی' فینی نے یہی کہا تھا اور سب لوگ اس بات پر مصر تھے کہ سیٹھ جبار کے یہاں شان سے جایا جائے' اس طرح جیسے ایک دولت مند دوسرے دولت مند کے گھر جاتا ہے' یہاں پر صرف دولت کا مظاہرہ ہی ایک حیثیت رکھتا تھا۔ چنانچہ میرے لیے اول تو اعلیٰ درجے کی کار سواری کے لیے منتخب کی گئی تھی۔ اس کار میں میرے ساتھ طاہر اور اعظم تھے' دوسری دو چھوٹی کاروں میں میرے چار اور آدمی میرے ساتھ سفر کرنے والے تھے' گویا یہ میرے باڈی گارڈ تھے۔

بہر طور جب ان سب لوگوں کی یہ خواہش تھی تو بھلا میں اس سے کیسے انکار کر سکتا تھا' چنانچہ اسی شان سے میں چل پڑا۔ ایک کار میری کار کے آگے تھی اور دوسری پیچھے' درمیان میں میری کار چل رہی تھی۔ راستہ طے کرتے ہوئے ہم سیٹھ جبار کی کوٹھی میں داخل ہو گئے۔

سیٹھ جبار دروازے پر موجود نہیں تھا بلکہ کچھ اور افراد مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے' جن میں ڈی آئی جی طاہر علی بھی تھے' جو میرے پرانے شناسا تھے۔

لان پر بہت وسیع و عریض بندوبست کیا گیا تھا۔ مہمانوں کے بیٹھنے کے لیے' اسٹیج بھی بنایا گیا تھا جو رنگین روشنیوں اور قیمتی اشیا سے جگمگا رہا تھا۔

میری کار رک گئی' تمام ہی نگاہیں اس طرف اٹھ گئی تھیں' دونوں کاریں میری کار کے دونوں سمت کھڑی ہو گئی تھیں۔ سب سے پہلے باوردی ڈرائیور نیچے اترا' پھر اس کے نزدیک سے طاہر اور اعظم خوب صورت سوٹوں میں ملبوس نیچے اتر آئے۔ بڑے چست و چالاک

اور تنومند تھے۔ یہ دونوں نوجوان بہترین لباسوں میں ملبوس تھے' جن میں بیلٹ لٹکی ہوئی تھی اور دو ہولسٹر لٹکے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے' ان کی شخصیت بھی بے حد شاندار تھی۔

پھر پچھلا دروازہ کھول کر طاہر نے مجھے نیچے اتارا اور میں آہستہ آہستہ پر وقار قدموں سے چلتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ استقبال کرنے والے چند قدم آگے بڑھ آئے تھے' انھوں نے رسمی جملے کہے اس وقت میں لوگوں کی نگاہوں کا مرکز بنا ہوا تھا۔ عجیب سا تماشا تھا۔ میں خود بھی اپنے آپ کو عجوبہ سا محسوس کر رہا تھا لیکن اس کا اظہار میں نے اپنے چہرے سے نہیں ہونے دیا تھا۔

اینجل اسٹیج کے قریب اپنی دوستوں کے جھرمٹ میں بہت حسین نظر آ رہی تھی' گہرے نیلے رنگ کے سوٹ میں وہ بے حد خوب صورت لگ رہی تھی' مجھے دیکھ کر وہ والہانہ انداز میں آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

"پرنس دلاور!" اس نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیے۔ مجبوراً مجھے اس کے ہاتھوں میں ہاتھ دینے پڑے تھے' میں نے نیکلس کا ڈبہ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

"مس جبار کی خدمت میں یہ حقیر سا تحفہ-----"

"اوہ تھینک یو پرنس۔" اینجل نے برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے ڈبے کا ریپر پھاڑ کر اسے کھول لیا۔ نیکلس دیکھا اور اطراف میں کھڑے ہوئے لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہو گئی تھیں' دو تین لڑکیوں کے حلق سے گہری گہری سانسیں بھی نکل گئی تھیں' جن میں ان کی ہلکی سی آوازیں بھی شامل تھیں۔

"اتنا قیمتی تحفہ پرنس' میں آپ کے ہاتھ سے اسے اسی وقت پہنوں گی-----"

اینجل بے قابو ہو رہی تھی حالانکہ ایک انتہائی دولت مند باپ کی بیٹی تھی' یہ زیورات اور یہ چیزیں اس کے لیے بہت زیادہ اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن وہ مجھے ایک خاص حیثیت دینا چاہتی تھی' میں نے ادھر ادھر دیکھا' بہت سی نگاہیں معنی خیز انداز میں ہم دونوں کی جانب اٹھی ہوئی تھیں' بہر طور اس کی فرمائش تھی اور سب لوگوں کے سامنے اس نے کہا تھا' اگر میں اسے رد کر دیتا تو اس کی بڑی توہین ہوتی' میں نے خفیف سے انداز میں مسکراتے ہوئے نیکلس ڈبے سے اٹھایا اور اس نے گردن جھکا دی' میرے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں حمائل ہو گئے اور میں نے نیکلس کے ہک لگا دیے۔

اینجل نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا' چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگی تھیں----- حاجی الٰہی تالیاں بجانے والوں میں پیش پیش تھے۔

اینجل میرا ہاتھ پکڑ کر آگے لے گئی لیکن عقب سے ایک آواز سنائی دی۔

"مس جبار' پرنس دلاور تو ایک ایسی عنقا شے ہیں جو کبھی کبھی ہی ہم لوگوں کے ہاتھ لگتے ہیں' اللہ نے آپ کو اتنی سہیلیاں دے دی ہیں' انھیں ہمارے لیے چھوڑ دیجئے۔" لوگوں کا ایک قہقہہ ابھرا تھا' بولنے والے سیٹھ مسعود احمد تھے' میں نے ان سے پرتپاک انداز میں مصافحہ کیا لیکن اینجل ان کے ان الفاظ پر جھینپی نہیں تھی۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"قرض کے طور پر آپ کو دے رہی ہوں مسعود انکل واپس کر دیجئے گا۔" اس بات پر پھر قہقہہ پڑا تھا۔ زیادہ تر افراد میرے ہی گرد جمع ہو گئے تھے' سیٹھ جبار نظر نہیں آ رہے تھے۔ میں نے حاجی الٰہی سے پوچھا۔

"سیٹھ جبار صاحب کہاں ہیں؟"

"اوہ آپ ان سے مل لیں پرنس' وہ بے چارے' صاحب فراش ہیں' اٹھ کر نہیں آ سکے' اینجل سب سے معذرت کر چکی ہیں۔"

"اچھا' اچھا ٹھیک ہے کوئی بات نہیں' مل لیں گے ان سے۔" میں نے کہا۔

اس کے بعد یہاں موجود لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہیں' اینجل اپنی سہیلیوں میں گھسی ہوئی تھی' قہقہے ابھر رہے تھے' ان میں کبھی کبھی میرا نام بھی ابھر آتا تھا' کئی لڑکیاں مجھ سے ملنے کے لیے آئی تھیں' مجھ سے آٹوگراف بھی لیے گئے تھے حالانکہ یہ احمقانہ حرکت مجھے کبھی بھی پسند نہیں آئی تھی' بس بلاوجہ کا پریشان کرنا ہوتا ہے' بہرطور رسم چل چکی تھی' میں کیسے انکار کر سکتا تھا۔

ڈی آئی جی صاحب بھی میرے قریب قریب ہی رہے ان سے بھی گفتگو کرنے کا موقع ملا اور ڈی آئی جی نے موقع پا کر مجھ سے کہا۔

"پرنس۔ پرنس منصور۔ آپ میری مسرتوں کا اندازہ نہیں لگا سکتے' اس کوٹھی میں آپ کبھی کسی اور ہی حیثیت سے داخل ہوئے تھے لیکن آج سچ ہے خدا ہر انسان کو اس کا مقام دیتا ہے۔"

"آپ نے مجھے پرنس منصور کے نام سے پکارا ہے ڈی آئی جی صاحب!"

"بھئی میں آپ کو کسی بھی نام سے پکاروں' مجھے معاف کر دیا کریں۔" ڈی آئی جی صاحب نے محبت بھرے' لہجے میں کہا۔

"چلئے ٹھیک ہے معاف کیا۔" میں نے کہا اور وہ شکریہ ادا کر کے مسکرانے لگے۔

خاصی ہنگامہ خیزیوں میں وقت گزرا' اینجل نے سالگرہ کا کیک کاٹا' ضیافت ہوئی اور یوں بہترین وقت گزرتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔ فوٹو گرافروں نے میری بہت ساری تصاویر بنائی

تھیں' اینجل نے تنہا میرے ساتھ کھڑے ہو کر کئی تصاویر بنوائی تھیں۔

بہرطور میں ان سب لوگوں میں گھل مل گیا تھا اور تھوڑی دیر کے لیے صورت حال کو بھول گیا تھا۔ طاہر اور اعظم مجمع میں میرے اطراف موجود تھے اور ان کی عقابی نگاہیں ہر طرف کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میری باڈی گارڈ بھی کار کے نزدیک مستعد کھڑے ہوئے تھے' لوگوں کی نگاہیں بار بار ان کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔

پھر تفریحات کا طوفان تھمنے لگا' ایک گلوکار نے چند نغمے سنائے۔ اس کے بعد ڈنر کا اہتمام ہوا' ڈنر سے فارغ ہوئے تو خاصا وقت ہو گیا تھا۔

مہمان اب بھی کافی تعداد میں لان پر موجود تھے اور لان تیز سرچ لائٹوں سے جگمگا رہا تھا' کچھ اور تفریحات بھی تھیں جو ہونے والی تھیں' اینجل میرے نزدیک آئی اور کہنے لگی۔

"ڈیڈی سے نہیں ملیں گے پرنس۔؟"

"اوہ ہاں۔ میں نے سوچا تھا کہ واپسی میں ان سے ملاقات کرتا جاؤں گا۔"

"ابھی کہاں۔ ابھی تو کچھ اور چھوٹے موٹے پروگرام ہیں۔ میں ان کے بغیر آپ کو نہیں جانے دوں گی۔ دیکھیے نا ابھی تو تمام مہمان رکے ہوئے ہیں' ابھی کون جا رہا ہے؟"

"تو پھر ٹھیک ہے' آیئے سیٹھ جبار سے بھی ملاقات کر لی جائے۔" میں نے کہا اور اینجل مجھے لیے ہوئے آگے بڑھ گئی۔

طاہر اور اعظم نے سوالیہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلا دی' مقصد یہی تھا کہ کوئی خطرہ نہیں ہے وہ مطمئن رہیں۔

میں اینجل کے ساتھ سیٹھ جبار کی کوٹھی کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا اور عین اسی جگہ پہنچ گیا' جہاں ایک بار سیٹھ جبار نے مجھ سے ملاقات کی تھی' طارق میرے ساتھ تھا وہ میری سفارش کر رہا تھا اور سیٹھ جبار بے اعتنائی سے مجھے ٹھکرا رہا تھا' اس نے یہ الفاظ کہے تھے۔

"اگر اس کا دماغ درست ہو جائے تو اسے ہمارے خادموں میں شامل کر دو' ورنہ دوسری صورت میں اس کے لیے مناسب جگہ کا بندوبست کر دو۔"

وہی جگہ تھی بالکل وہی۔ سیٹھ جبار مسہری پر دراز تھا اور اس کے آدھے بدن پر ایک اونی کمبل پڑا ہوا تھا۔ چہرے سے واقعی نقاہت ٹپک رہی تھی۔ ہونٹوں میں پائپ دبا ہوا تھا۔ مجھے اور اینجل کو دیکھ کر اس نے تکیوں پر کہنی ٹکائی اور دانتوں میں دبا ہوا پائپ نکال کر برابر رکھی ہوئی صندلیں میز پر رکھ دیا۔ پھر وہ نقاہت بھری آواز میں بولا۔

"سوری پرنس بڑی آرزو تھی کہ آپ کبھی ہمارے غریب خانے پر بھی تشریف لاتے'

آپ نے یہ آرزو اس وقت پوری نہ کی' لیکن جب ہماری تقدیر کھلی تو کیسی بد نصیبی ہے کہ ہم بستر پر پڑے ہوئے ہیں' بہرطور اس عمارت میں آپ کی آمد کا دلی شکریہ۔ موقع تو نہیں ہے پرنس کہ آپ سے درخواست کی جائے کہ تھوڑا سا وقت ہمیں تنہائی میں دے دیں' لیکن باز بھی نہیں رہ سکتے' اگر آپ اس طرف کی دلچسپیوں کو تھوڑی دیر کے لئے ایک بار کے لئے نظرانداز کر دیں اور کچھ وقت ہمیں دے دیں تو ہم آپ کے بے حد ممنون ہوں گے۔"

"کیوں نہیں سیٹھ جبار' میں آپ کے ساتھ جتنا وقت آپ چاہیں گزارنے کے لئے تیار ہوں۔"

"لیکن بھئی شرط یہ ہے کہ یہ جو ہماری صاحبزادی ہیں یہ بھی ہمیں اس کی اجازت دے دیں۔"

"ڈیڈی اس وقت؟" اینجل نے ٹھنکتے ہوئے کہا۔

"بھئی یہ درخواست ہے ہماری آپ دونوں حضرات سے' ویسے آپ کی مرضی۔ ایک بیمار آدمی بھلا کسی کو پرزور الفاظ میں کیا حکم دے سکتا ہے۔"

"کوئی حرج نہیں ہے مس اینجل' آپ کے ساتھ جو وقت گزارنا ہے وہ اس ملاقات کے وقت میں سے نکال دیا جائے گا اور آپ جب تک کہیں گی' میں یہاں رکوں گا۔"

"وعدہ۔" اینجل نے شوخ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں۔" میں نے جواب دیا اور اینجل مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔

سیٹھ جبار گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا' پھر اس نے کہا۔

"براہ کرم یہ دروازہ بند کر دیجئے اور دیوار پر لگا ہوا یہ سرخ بٹن دبا دیجئے تاکہ ہماری گفتگو میں کوئی اور شریک نہ ہو سکے۔" سیٹھ جبار نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا' ویسے میرے حواس خمسہ پوری طرح بیدار ہو گئے تھے۔ میں ایک ذہنی بیمار کے سامنے تھا' یہ اس کی اپنی رہائش گاہ تھی اور یہاں کے کیا کیا اسرار تھے۔ اس کے بارے میں میرے معلومات کچھ نہ تھیں۔ تاہم میں نے خود کو پوری طرح محتاط کر لیا تھا۔

"بہت بہت شکریہ آیئے تشریف رکھئے' اس نے سامنے رکھی ہوئی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور میں اس پر بیٹھ گیا۔ سیٹھ جبار گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے میں اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے۔ بڑا اداکار قسم کا آدمی تھا۔ چند لمحات پہلے جو نقاہت اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی اب اس کا کہیں دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ پتلے پتلے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔ بڑی بڑی آنکھیں باہر کو ابلی پڑ رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں

خون کی سرخی لہرا رہی تھی' چند لمحات وہ مجھے اسی طرح دیکھتا رہا۔ پھر دفعتاً اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"عجوبہ کہوں یا معجزہ' بعض اوقات صحیح الفاظ کا استعمال کتنا مشکل ہوتا ہے۔ انسان کے لئے ادوار بدلتے دیکھے ہیں۔ لمحات بدلتے نہیں دیکھے' آپ کو دیکھ کر پرنس بڑے عجیب عجیب سے احساسات ذہن میں جاگ اٹھتے ہیں۔"

"ممکن ہے سیٹھ جبار۔ انسان اپنے ماضی کو بھی بھولتا نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اسے اپنے سینے کی گہرائیوں میں دبا لے اور اس پر بہت سی تہیں چڑھا کر مطمئن ہو جائے کہ ماضی دفن ہو چکا۔"

"میں سمجھا نہیں پرنس۔" سیٹھ جبار نے کہا۔

"سمجھا تو میں بھی نہیں سیٹھ جبار۔ یوں لگتا ہے کہ ہمارے درمیان نامعلوم الفاظ کا تبادلہ ہو رہا ہے۔"

"نہیں' دل کی گہرائیوں سے ہم دونوں ہی جانتے ہیں کہ یہ الفاظ نامعلوم یا ناقابل فہم نہیں ہیں۔ ان کا ایک مقصد ہے۔"

"ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو۔" میں نے لاپرواہی کے انداز میں کہا۔

"لیکن ایک دوست کی حیثیت سے یہ جاننا تو میرا فرض تھا کہ منصور کو بلندیاں کہاں سے حاصل ہوئیں؟"

"سولی پر چڑھ کر۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ کون سی سولی ہے جس سے اترنے کے بعد ذہن اور فطرت اس طرح تبدیل ہو جاتی ہے؟"

"یہ آپ کی سمجھ میں نہیں آئے گا سیٹھ جبار' کبھی منصور بن کر دیکھئے۔"

"گول مول الفاظ میں گفتگو کرنے کے بجائے بہتر ہے کہ ہم سیدھے راستوں کو اختیار کریں۔"

"جو آپ بہتر سمجھیں لیکن یہ فرمایئے کہ آپ کے اس کمرے میں کتنے ٹیپ ریکارڈز چھپے ہوئے ہیں۔ ان پر ریکارڈ ہونے والی گفتگو کہاں کہاں سنی جا رہی ہے اور ان کے ذریعے آپ اپنا کیا مفاد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے پوچھا اور سیٹھ جبار کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

"بات یہ ہے منصور کہ ہم لوگ' ہم کاروباری لوگ بلاشبہ ایک دوسرے کے خلاف کاروباری چالیں چلتے رہتے ہیں لیکن ہم اپنے معیار کا خیال رکھتے ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی

طور ہم سے برتر ہو خواہ اس کا ماضی کتنا ہی کمتر کیوں نہ رہا ہو۔ ہم اس کی کمتری بھول جاتے ہیں اور برتری سامنے رکھتے ہیں اور ہماری فطرت بھی اس کے ساتھ ساتھ ہی بدل جاتی ہے اگر تم یہاں محسوس کر رہے ہو کہ تمہاری آواز اور اس گفتگو کو ریکارڈ کرنے کے لئے کوئی بندوبست کیا گیا ہے تو میں سیٹھ جبار اس بات کا اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے اپنی زندگی میں بے شمار قتل اپنے ہاتھوں سے کئے ہیں۔ یہ صرف اس لئے اعتراف کیا جا رہا ہے کہ اگر ہماری گفتگو ریکارڈ کی جا رہی ہو تو اس کا یہ حصہ میری گردن پھنسانے کے لئے استعمال کیا جائے۔"

"سیٹھ جبار آپ نے یہ اپنے معیار کی بات نہیں کی۔ کیا ہم لوگ بچے ہیں جو بچگانہ باتوں سے بہل جائیں اگر آپ نے اس وقت کی گفتگو ریکارڈ کرنے کا فیصلہ کیا ہی ہے اور اس کا انتظام کر لیا ہے تو آپ کے اس اعتراف کا حصہ اس فیتے سے نکالا نہیں جا سکتا؟"

"اوہ۔ اوہ۔ یہ تو بڑی مشکل پیش آ گئی پھیریوں کرو پرنس کہ یہاں سے کسی بھی ایسی جگہ چلتے ہیں جس کا انتخاب تم خود کرو۔ وہاں بیٹھ کر ہمارے اور تمہارے درمیان باتیں ہوں گی۔"

"ٹھیک ہے سیٹھ جبار اگر آپ یہ چاہتے ہیں تو یہی سہی آیئے۔" میں نے اس سے کہ

اور سیٹھ جبار اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ہم دونوں اسی دروازے سے نکل آئے۔ پہلے تو ہم نے نچلی منزل کے کچھ کمروں کی تلاشی لی اور اس کے بعد میں اوپری منزل کی جانب بڑھ گیا میں نے اوپری منزل کے ایک سادہ سے کمرے کا انتخاب کیا تھا جس کی کھڑکی سے باہر کے مناظر نمایاں نظر آتے تھے' اس کے بعد میں نے سیٹھ جبار کے لباس کی تلاشی لی۔ اس کی کلائی میں بندھی گھڑی اور انگوٹھی کو چیک کیا اور جب مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ ٹرانسمیٹر یا ٹیپ ریکارڈ ٹائپ کی کوئی چیز اس کے پاس موجود نہیں ہے تو میں اس کا شکریہ ادا کر کے کھڑکی کے نزدیک کرسی گھسیٹ کر آ بیٹھا۔ سیٹھ جبار بھی میرے سامنے ایک آرام کرسی پر دراز ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔ میری اس تمام کاروائی کو وہ اپنی شدید توہین محسوس کر رہا تھا لیکن شاید مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے بے چین بھی تھا کیونکہ میری تمام باتیں برداشت کر رہا تھا۔

چند لمحات خاموشی رہی پھر وہ کہنے لگا۔

"ماضی کی کچھ یادیں بہت سے بھولے ہوئے فسانے یاد دلاتی ہیں۔ پرنس دلاور آپ کو دیکھ کر مجھے بار بار ایک بچہ یاد آتا ہے جو بڑا پرعزم اور بہت ہی پرجوش تھا لیکن خرابی کچھ اس میں' وہ کتابیں پڑھ پڑھ کر ان پر عمل کرنے کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ وہ

چارہ نہیں جانتا تھا کہ کتابیں صرف نیکیوں کا سبق دینے کے لئے لکھی جاتی ہیں لیکن چونکہ نیکیوں کی بنیاد یہی تمام باتیں بتائی گئی ہیں اس لئے وہ ان سے انحراف بھی نہیں کر سکتے۔ اگر مجھے آزاد طور پر وقت اور ماحول کے بارے میں تبصرہ کرنے کے لئے کہا جائے تو میں دنیا کو یہ بتاؤں کہ نیکی اور شریفانہ زندگی کا مفہوم بدل چکا ہے تم ایک شخص کو بدلنے کی کوشش کرتے ہو' معاشرے کو بدلنے کا بیڑہ کون اٹھائے گا؟ کوئی شخص تمہاری کتابیں پڑھ کر سچائی کے راستوں پر آنے کی کوشش کرے تو یہ راستے کون سی سمت میں ملیں گے اسے' وہ جس راستے کو سچائی کا راستہ سمجھ کر آگے بڑھے گا اس کا اختتام ایک ایسی بلند چٹان کے قریب ہو گا جس کی دوسری سمت پہنچنا ناممکنات میں سے ہو گا تو پھر ان راستوں کے بجائے وہ انداز کیوں نہ اختیار کرو۔ وہ باتیں کیوں نہ بتاؤ۔ جن کا وجود ہو۔ میں شاید تقریر کے انداز میں گفتگو کر رہا ہوں پرنس دلاور لیکن اس بچے کو تو آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں نے اپنے آدمی سے کہا کہ اس کی تراش خراش کرو اور اسے اس کا وہ مقام دے دو جو ہونا چاہئے۔ لیکن ضدی بچہ نہ مانا اور اپنی حرکتوں میں مصروف رہا۔ پھر کہیں سے اسے الہ دین کا چراغ مل گیا۔ یہ چراغ وہ کہاں سے لایا' اس کے بارے میں مجھے ابھی تک کچھ نہیں معلوم۔ پرنس دلاور میں اس کا اعتراف کرتا ہوں لیکن چراغ کے جن کی مدد سے اس نے ایک ایسی دیوار کو اکھاڑنے کی کوشش کی جس کی تعمیر صدیوں میں ہوتی ہے اور جسے اکھاڑنے کے لئے بھی صدیاں درکار ہیں۔ جب کہ اس معصوم بچے کی عمر بہت کم ہے۔ تاہم پرنس وہ دیوار اس معصوم بچے سے تعاون کرنے کی خواہش مند ہے ہم دور کی بات کر چکے ہیں' ادوار جوں جوں تبدیل ہوتے ہیں' ان کے اقوال بھی تبدیل ہو جاتے ہیں۔ نیکیوں کی تلقین کتابوں میں سجتی ہے۔ اور انسان کو یہ کتابیں ضرور پڑھنی چاہئیں لیکن کہانیوں کے طور پر کیونکہ کہانیوں سے باہر کی دنیا مختلف ہوتی ہے۔ سوری پرنس مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ اس بار میں پھر بھٹک گیا ویسے آپ کی کامیابیوں پر ایک بار پھر مبارکباد دیتا ہوں آپ کو۔ آپ نے یہ سب کچھ جہاں سے بھی حاصل کیا بلاشبہ ایک طلسمی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن طلسم کو توڑا بھی جا سکتا ہے۔ آپ نے اس دوران بہت کچھ کیا۔ ستھو فورے اور ایسے بہت سے دوسرے معاملات جو میرے لئے خاصے دلچسپ رہے لیکن ایک مسئلے میں ابھی تک میرا ذہن کوئی ایسی بات تلاش نہ کر سکا جو میرے ذہن کو مطمئن کر دے۔"

"وہ کیا سیٹھ جبار؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"وہ جہاز کیسے ڈوب گیا جس کے لئے میں نے ایک عظیم سرمایہ خرچ کیا تھا؟"

"سیٹھ جبار ہر عروج کا زوال ہوتا ہے۔ مضبوط سے مضبوط دیواریں پرانی ہو کر

کھنڈرات کی شکل میں رہ جاتی ہیں ان کے اثرات باقی رہ جاتے ہیں لیکن ہواؤں کے تیز جھونکے ان کی اینٹیں گراتے رہتے ہیں پھر ایک وقت وہ زمین بوس ہو جاتی ہیں اور ان کی کھدائی کر دی جاتی ہے پھر ان پر نئی عمارتیں بن جاتی ہیں۔ تمہاری تمام کوششیں اب کھوکھلی ہو چکی ہیں۔ تم نے جو کچھ کیا اس جہاز کے ذریعے تم جو مفادات حاصل کرنا چاہتے تھے میں نے ان کی جڑ ختم کر دی اور یہی نہیں سیٹھ جبار تم بوڑھے ہو چکے ہو۔ ذہنی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی۔ بہتر یہ ہوتا ہے کہ ساری زندگی اکھاڑے میں لڑنے والا پہلوان ایک دن دوسروں کی برتری تسلیم کر کے باعزت طریقے سے لنگوٹ کھول دیتا ہے۔ یہی وقت تم پر آگیا ہے۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ سیٹھ جبار باقی وقت صرف ایک دیکھنے والے کی حیثیت سے گزار دو۔ دوسروں کو آگے بڑھنے کا موقع دو انہیں تسلیم کرو۔"

"آپ کو تو میں نے تسلیم کر لیا ہے پرنس دلاور" دیکھ نہیں رہے آپ۔ میں مسلسل آپ کو آپ کے نقلی نام سے پکار رہا ہوں۔" سیٹھ جبار نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کیا وقت نے تمہیں اس کے لئے مجبور نہیں کر دیا سیٹھ جبار۔"

"نہیں میرے دوست' وقت کی لگام اب بھی میرے ہاتھ میں ہے وہ معصوم بچہ اب بھی میری مٹھی میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کی گردن میرے شکنجے میں ہے۔ یقین نہ آئے تو دیکھو' اس کھڑکی سے دوسری طرف۔ تمہارے دیکھنے کے قابل منظر ہے۔" سیٹھ جبار نے کہا اور اٹھ کر سامنے والی کھڑکی کھول دی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔ اس کھڑکی سے باہر کا منظر نظر آ رہا تھا۔ لان پر خوشنما قمقمے بکھرے ہوئے تھے۔ خوشنما رنگوں میں ملبوس لڑکیاں نوجوان' بوڑھے اور بچے اتراتے پھر رہے تھے۔ میں نے سیٹھ جبار کے اشارے پر اس طرف دیکھا اور پھر مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔"

"ہاں۔ تمہاری کوٹھی کے لان پر پھول کھلے ہوئے ہیں۔"

"نہیں۔ میں ان پھولوں کی بات نہیں کر رہا۔ اس کالے گلاب کو دیکھو جو میری انگلی کی سیدھ میں ہے۔ اس درخت کے قریب۔" سیٹھ جبار نے کہا اور میری نگاہیں اس طرف اٹھ گئی تھیں۔ سیاہ رنگ کے حسین لباس میں ملبوس ایک نوجوان لڑکی کھڑی خاموشی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ دوسرے لمحے میرا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ پورے بدن کی رگیں تن گئی تھیں۔ میری ساری جان آنکھوں میں سمٹ آئی تھی۔ یہ چہرہ۔ میرے لئے سب سے بڑی مسرت تھا۔ ہاں یہ فریدہ تھی ..... میری گمشدہ بہن فریدہ .....

○

میرے پورے وجود میں تھرتھراہٹ سی پیدا ہو گئی اور ہوش و حواس ایک لمحے کے لیے ساتھ چھوڑ گئے۔ میری پھٹی پھٹی سی نگاہیں' اس پر جمی ہوئی تھیں۔ فریدہ بڑی ہو گئی تھی اور عمدہ لباس میں تھی۔ بے حد خوبصورت نظر آ رہی تھی لیکن وہ خاموش خاموش ایک جگہ کھڑی تھی۔ میرا جسم سن ہو کر رہ گیا تھا اور میں کوشش کے باوجود جنبش نہیں کر سکا تھا۔

سیٹھ جبار گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ "کیا خیال ہے' پرنس؟" دفعتاً" اس کی آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔ میں نے جلتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ "بات یہ ہے' پرنس! کہ دولت بہت کچھ دے دیتی ہے لیکن اصل چیز تجربہ ہے۔ تم نے مختصر عرصے میں وہ کر دکھایا ہے جسے عقل تسلیم نہیں کرتی۔ تمہاری پرواز قابل تعریف ہے۔ میں حیران رہ گیا ہوں لیکن ابھی میرے ہاتھ میں کئی کارڈ ہیں----- اور یہ تجربے کی بات ہے۔"

میرے بدن میں چنگاریاں دوڑنے لگیں۔ میں وحشیانہ انداز میں پلٹا اور سیٹھ جبار کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"آپ نوجوان ہیں' پرنس! جذباتی ہونے کی کوشش نہ کریں۔ صورت حال' میرے حق میں ہے۔"

میں خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اور وہ ہنس پڑا۔

"یہ بات آپ کو زیب نہیں دیتی کہ آپ پاگلوں کی طرح دوڑتے ہوئے نیچے جائیں اور ہنگامہ کریں۔ دوسری بات یہ کہ جب آپ وہاں----- پہنچیں گے تو وہ جا چکی ہو گی۔ ایک بار پھر باہر دیکھ لیں۔"

میں نے بے اختیار کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سفید سوٹ میں ملبوس' ایک نوجوان فریدہ کے پاس کھڑا تھا----- پھر وہ دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ان کا رخ دروازے کی طرف تھا۔

"دیکھا' آپ نے' پرنس! آپ کسی رفتار سے بھی جائیں' ان دونوں کو نہیں پا سکیں

گے۔ میں نے اس کا مکمل انتظام کر رکھا ہے۔"

کم بخت نے اس وقت ایسا داؤ مارا تھا کہ میں چاروں خانے چت ہو گیا تھا۔

"آؤ' پرنس! اطمینان سے بیٹھ کر گفتگو کریں گے۔" سیٹھ جبار نے کہا اور کھڑکی ہٹ آیا۔ "تشریف رکھیے۔" اس نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا۔

میں تیز نظروں سے اسے گھورتا رہا اور وہ معنی خیز انداز میں مسکراتا رہا پھر قدرے توقف سے بولا۔

"مجھے اجازت دیں' پرنس! کہ میں' آپ کو منصور کہہ کر مخاطب کروں۔ دراصل اس نام میں بڑی اپنائیت ہے۔ خواہ مخواہ ہمارے اور آپ کے درمیان تکلف پیدا ہو گیا ہے۔"

میں تھوک نگل کر رہ گیا۔ میرا ذہن آگ اگل رہا تھا۔ چند لمحوں کے لیے میرا سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو گئی تھی۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔ فریدہ' اس کی تحویل میں تھی' ماں بھی اس کے پاس ہی ہو گی وہ آسانی سے تو ان دونوں کو میرے حوالے نہیں کرے گا۔ خود کو سنبھالنا ضروری ہے۔ چنانچہ بہ مشکل تمام' میں خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔

"تم کسی بڑی غلط فہمی کا شکار ہو' سیٹھ جبار!"

"کیا مطلب-----؟"

"نہ جانے اس دوران میں تم کیا بکواس کرتے رہے ہو؟ میری سمجھ میں تمہاری بات نہیں آئی۔"

"خوب----- کوئی نئی بات ذہن میں آ گئی ہے' شاید----- کھیل کچھ اور لمبا چاہتے ہو تو تمہاری مرضی----- بہر حال' میں تعاون کی پیشکش کر چکا ہوں۔"

"کیسا تعاون اور کس سلسلے میں؟ مجھے سمجھاؤ سیٹھ جبار!"

"تم نے مجھے جو نقصانات پہنچائے ہیں' ان کی فہرست بہت لمبی ہے لیکن ابھی سکت ہے' مجھ میں۔ میں طویل عرصے تک جنگ کر سکتا ہوں۔ میں نے تمام زندگی یہ کھیلے ہیں' جیتتا بھی رہا ہوں' اب ہارنے کی باری ہے۔"

"اگر تمہارے ذہن میں کوئی کھیل ہے تو کھیلتے رہو----- مجھے کوئی اعتراض نہیں----- اب اجازت دو گے؟"

"اوہ نہیں----- بیٹھو' پرنس! اتنی جلدی بھی کیا ہے۔ میری شرائط بہت آسان ہیں۔ تم' وہ کالا گلاب تو دیکھ ہی چکے ہو۔"

"ہاں' جو کچھ تم نے دکھایا ہے' وہ میں دیکھ چکا ہوں۔"

"کیا تمہارے دل میں اس کے حصول کی خواہش نہیں ہے؟"

"ابھی نہیں----- بہت عرصہ گزر گیا ہے۔ اب کوئی فیصلہ ہو جانا چاہیے' ہمارے درمیان۔"

"میں فیصلہ کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"مگر میں تیار نہیں ہوں۔"

"کیا مطلب؟ ابھی تو تم نے کہا تھا کہ-----"

"فیصلہ ذو معانی لفظ ہے۔ اس کا دوسرا مطلب بھی نکلتا ہے۔ اس کھیل کا آغاز' تمہاری پسند سے ہوا تھا۔ انجام' میری پسند کا ہو گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"گویا تم نے اس کھیل کو تسلیم کر لیا ہے؟"

میں خاموشی سے مسکراتا رہا لیکن دل پر جو گزر رہی تھی' وہ میں ہی جانتا تھا----- لیکن فی الحال یہی کافی تھا کہ مجھے' فریدہ کی شکل نظر آ گئی تھی۔ وہ زندہ ہے' سکون سے ہے۔ اب اس کا حصول نا ممکن نہیں تھا۔ تقدیر میں ہے تو ضرور ملے گی۔ صبر سے کام لینا چاہیے۔

"ہاں' کھیل تو شروع ہوا ہے۔ تم بھی تو جوابی چالیں چل رہے ہو۔"

"لیکن اس وقت تقدیر تمہارے ساتھ ہے۔"

"ایک بات بتاؤ' سیٹھ جبار----- تم' مجھے منصور کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"

"اس لیے کہ تم منصور ہو۔"

"منصور کون تھا؟"

"ایک عاقبت نا اندیش' آوارہ لونڈا جو بذات خود کچھ بھی نہیں تھا اور نہ اب ہے۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"میرے دشمنوں نے اسے پرنس دلاور بنا دیا۔ ورنہ وہ اس قابل نہیں تھا کہ خود' مجھ سے ٹکرا سکے۔"

"تمہارے وہ دشمن کون ہیں؟"

"یہی تو پتہ نہیں چل سکا لیکن بہر حال' وہ شکست خوردہ لوگ ہیں جو مجھ سے مات کھا چکے ہیں۔"

"اور اب مات دے رہے ہیں----- یہ تو ہوئی' ان کی اور----- تمہاری بات----- لیکن مجھ پر تمہارے مظالم کیوں جاری ہیں۔ وہ جہاز اگر پہنچ جاتا تو میری کیا پوزیشن ہوتی؟"

"کاش! وہ تباہ نہ ہوتا---- پھر میں تمہیں دیکھتا' پرنس!"

"تسلیم کر لو کہ تم بوڑھے ہو چکے ہو۔ اب تم میں اتنی ہمت نہیں رہی کہ کسی سے مقابلہ کر سکو۔"

"یہ صرف ایک خواب ہے' تم لوگوں کا---- پرنس دلاور محدود ہے۔ میری وسعتوں کو نہیں پہنچ سکتا۔"

"پھر پریشان کیوں ہو؟"

"پریشان نہیں ہوں۔ میں کاروباری آدمی ہوں۔ سودا کر کے نفع حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میں' تمہاری ان چھوٹی چھوٹی شرارتوں کو اہمیت نہیں دیتا۔ اپنی دانست میں تم' مجھ پر کاری ضربیں لگا رہے ہو۔" سیٹھ جبار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تعجب ہے' سیٹھ جبار! تم کئی دنوں سے مجھ سے ملاقات کے خواہش مند تھے اور جب میں اپنی مصروفیت میں سے وقت نکال کر تمہاری اس تقریب میں شرکت کے لیے آیا تو تم نے فضول گوئی شروع کر دی۔ کیا یہ تمہیں زیب دیتا ہے؟" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اوہ' نہیں---- ڈیئر منصور! تم سے ملاقات کا تو میں بہت عرصے سے شائق تھا۔ اگر یہ تمام باتیں تمہیں ناگوار گزری ہیں تو کوئی بات نہیں۔ کسی اور وقت کا تعین کر لو۔"

"ٹھیک ہے' اس کا فیصلہ کر کے' میں تمہیں آگاہ کر دوں گا---- سیٹھ جبار!"

"بہتر ہوتا کہ تم اس وقت یہاں سے' دوستانہ ماحول میں واپس جاتے۔" سیٹھ جبار بولا۔

"جی نہیں---- میں دوستانہ ماحول میں واپس نہیں جانا چاہتا۔ یہ تمہاری کوٹھی ہے۔ قرب و جوار میں تمہارے بے شمار آدمی پھیلے ہوئے ہوں گے۔ انھیں حکم دو کہ مجھ پر گولیاں چلائیں۔ لطف تو اسی وقت آئے گا جب میں' تمہاری ہی کوٹھی میں تمہیں ذلیل و خوار کروں گا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور سیٹھ جبار کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

"میں اگر چاہوں تو یہ کوٹھی' تمہارا مقبرہ بن سکتی ہے---- لیکن میں ایسا نہیں چاہتا۔"

"کیوں' سیٹھ جبار؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"میں' تمہیں موقع دینا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سنجیدگی سے ان تمام باتوں پر غور کرو اور اپنے مستقبل کے لیے بہتر فیصلہ کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ہم آپس کے اختلافات طے کر لیں' میں' تمہیں' تمہاری ان حرکتوں پر معاف کر دوں' تمہاری والدہ اور بہن کو تمہارے حوالے کر کے یہ اجازت دے دوں کہ تم' اس ملک سے باہر جا کر کسی پر

سکون جگہ پر باقی زندگی گزارو۔"

"خواہش تو میری بھی یہی ہے' سیٹھ جبار! لیکن میں یہ سب کچھ تمہارے توسط سے نہیں کروں گا۔ وہ وقت جلد ہی آئے گا جب میں اپنی ماں اور بہن کو لے کر اپنی پر سکون دنیا میں واپس پہنچ جاؤں گا لیکن یہ سب کچھ تمہاری موت کے بعد ہو گا---- اور تم اس بات کو یاد رکھنا کہ کتے کی طرح' تم اپنے گھر میں شیر ہوئے تھے' تم نے مجھے دھمکی دی تھی---- ان الفاظ کا بدلہ تم سے ضرور لیا جائے گا۔ اگر تم واقعی اپنے آپ کو کچھ سمجھتے ہو تو اس وقت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو ورنہ زندگی بھر پچھتاتے رہو گے۔" میں نے انتہائی ترش لہجے میں کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

سیٹھ جبار' مجھے تکتا رہ گیا تھا۔

باہر نکلا تو سامنے ہی اینجل نظر آئی۔ وہ' مجھے دیکھتے ہی مسکرا کر بولی۔ "میں' ڈیڈی سے لڑنے ہی آ رہی تھی۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ میرے مہمان کو کمرے میں بند کر رکھا ہے۔"

"اینجل! تمہارے ڈیڈی بہت عظیم ہیں۔ بہت شاندار گفتگو کی' انھوں نے مجھ سے---- اور اب تم' مجھے اجازت دو۔"

"کک---- کیا ہوا؟ کیا ہو گیا پرنس؟ آپ کے لہجے میں تلخی چھپی ہوئی ہے۔"

"ارے' نہیں---- جو کچھ کہہ رہا ہوں' سادہ سے لہجے میں کہہ رہا ہوں۔ تم شاید کچھ غلط سمجھیں۔"

"مگر ابھی تو آپ کو رکنا ہے۔"

"اس وقت نہیں' اینجل! پھر کبھی سہی۔"

"ضرور کوئی بات ہے' پرنس! مجھے نہیں بتائیں گے؟"

"نہیں' اینجل! میں نے کہا' نا' کوئی خاص بات نہیں ہے اور اگر ہے تو اپنے ڈیڈی سے پوچھ لو۔"

"تو آپ جا رہے ہیں؟"

"ہاں' اب میں زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکوں گا۔"

"چلئے' میں' آپ کو آپ کی کار تک چھوڑ آؤں۔"

"نہیں' اینجل! اس وقت نہیں۔ کل' میں کسی وقت تمہیں فون کروں گا۔"

"میں انتظار کروں گی لیکن میری یہ رات بڑے کرب میں گزرے گی۔ پتہ نہیں' ڈیڈی سے آپ کی کیا بات چیت ہوئی۔"

"بھئی' تمہارے ڈیڈی ہیں' تم بھی تو ان سے پوچھ سکتی ہو۔" میں نے کہا اور اینجل خاموش ہو گئی۔ تاہم وہ کار تک میرے ساتھ ساتھ آئی تھی۔

طاہر اور اعظم بڑی بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے سکون کی سانس لی----- ڈرائیور نے دروازہ کھول دیا اور میں کار میں بیٹھ گیا۔

اینجل نے پریشانی سے گردن ہلاتے ہوئے مجھے خدا حافظ کہا۔ کار اسٹارٹ ہوئی تو جلدی سے کھڑکی پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھکی----- اور بولی۔" پرنس' کل مجھے فون ضرور کیجیے گا۔ میں ٹھیک گیارہ بجے' آپ کے فون کا انتظار کروں گی۔"

"او۔کے' اینجل! میں تمہیں فون ضرور کروں گا۔" میں نے کہا اور کار' سیٹھ جبار کی کوٹھی سے نکل آئی۔

میرے دانت ایک دوسرے پر جمے ہوئے تھے اور جبڑوں کے مسلز ابھر آئے تھے بے شک' میں نے خود کو بہت سنبھالا تھا لیکن فریدہ کا خیال آتے ہی دل ڈوبنے لگتا تھا۔ "فریدہ' میری بہن----- میری بیٹی----- نہ جانے میری ماں کس حال میں تھی؟"

میں یہی سب کچھ سوچتا رہا۔ میرے خیالات کا تسلسل' اس وقت ٹوٹا جب کار' کوٹھی کے پورچ میں رکی۔ کوٹھی کے حالات حسب معمول تھے۔ میں اتر کر خاموشی سے اندر چلا گیا۔ اس وقت کسی سے بات کرنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا۔

میں اپنی خواب گاہ میں بند ہو کر' ان واقعات کے بارے میں سوچنے لگا۔ فریدہ کی ایک جھلک نے میرے دل و دماغ کو تہ و بالا کر دیا تھا----- مجھے احساس ہوا کہ میں پھر جذباتی ہو رہا ہوں۔ یہ جذباتیت مجھے کچھ نہیں دے گی۔ جو کچھ کرنا ہے' سوچ سمجھ کر کرنا ہے۔

بہت سے منصوبے' میرے ذہن میں بنتے اور بگڑتے رہے اور پھر ایک خیال میرے ذہن میں جم گیا۔ فریدہ کو حاصل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا----- سیٹھ جبار کو وہ سزا دی جائے جو اس نے مجھے دی تھی اور یہ سزا تھی' اینجل کا اغوا-----

ہاں' فریدہ اور امی کے عوض' اینجل کو میں اپنی تحویل میں رکھوں گا اور سیٹھ جبار کو بلیک میل کروں گا کہ وہ' فریدہ اور امی کو میرے حوالے کر دے یا پھر اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لیے بھول جائے۔

اس فیصلے سے مجھے یک گونہ سکون محسوس ہوا تھا۔ درحقیقت سیٹھ جبار کا بھی اینجل کے سوا کوئی نہ تھا۔ میری اس کارروائی سے سیٹھ جبار ایک بار پھر چاروں خانے چت ہو جائے گا۔

اینجل کے اغوا کا فیصلہ' میرے خیال میں بے حد مناسب تھا۔ دل تو چاہ رہا تھا کہ اسی

ت' اس سلسلے میں کوئی کارروائی کروں----- لیکن میں جانتا تھا کہ جلد بازی کام بگاڑ ی ہے۔

وہ رات میں نے انتہائی بے چینی کے عالم میں گزاری۔ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں سکا تھا۔ ساری رات' میں اپنے اس منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ میرے ے میں آگ دہک رہی تھی۔ فریدہ کی صورت بار بار نگاہوں کے سامنے آ جاتی ں----- لیکن سوچ کر کچھ اطمینان ہو جاتا تھا کہ سیٹھ جبار نے اسے کوئی نقصان نہیں چایا تھا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں کہہ نہیں سکتا کہ میں اپنی شرافت اور انسانیت کو کہاں تک قرار رکھ سکتا تھا۔

سیٹھ جبار نے فریدہ کو یہ تحفظ دے کر' اس وقت اپنی بیٹی کی زندگی بچالی تھی لیکن رطور' مجھے وہ سب کچھ کرنا تھا جس کا میں فیصلہ کر چکا تھا۔

دوسرے روز صبح ہی سے میں نے اس کی تیاری شروع کر دی۔ میں نے اس کے قیام ے لیے ایک مناسب جگہ منتخب کر لی تھی۔ گیارہ بجے میں ٹیلی فون کے قریب پہنچ گیا اور جل کے بتائے ہوئے نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے فوراً" ریسیور اٹھا لیا گیا تھا۔

"ہیلو----- مس اینجل سے بات کرنی ہے؟"

"میں ہی بول رہی ہوں' پرنس!"

"اوہ' اینجل! کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں بالکل----- آپ سنائیے؟"

"میں بھی ٹھیک ہوں۔"

"پرنس! میں' رات سے بہت بے چین ہوں۔"

"کیوں خیریت؟"

"نہ تو آپ نے کچھ بتایا اور نہ ہی ڈیڈی نے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کے ر ڈیڈی کے درمیان کیا گفتگو ہوئی۔ ڈیڈی تو پرسکون تھے۔ کہنے لگے کہ بڑے اچھے ماحول ا پرنس سے گفتگو ہوئی۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی جو ان کی طبع نازک پر گراں گزرتی ن میں مطمئن نہیں ہوئی' پرنس!" اینجل نے کہا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں' اینجل؟" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "میں نے تو خود بھی یں مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔ درحقیقت' تمہارے ڈیڈی سے ایسی کوئی بات ہی ں ہوئی جو مجھے گراں گزرتی۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی۔"

"بہر طور' میں بہت پریشان رہی۔ رات بھر سو نہ سکی کیا کر رہے ہیں' اس وقت

آپ؟"

"کچھ نہیں-----"

"تو آ جائیے' پرنس! تھوڑی دیر آپ سے بات چیت کروں گی تو طبیعت بہل جائے گی۔ پلیز' میری بے تکلفی کو محسوس نہ کریں۔"

"نہیں' بھئی----- اب تم تکلف سے کام لے رہی ہو۔ لیکن میں کہاں آ جاؤں؟ تمہارے اس فون نمبر کے علاوہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔" میں نے کہا۔

"اوہ' سوری----- آپ' بریٹو روڈ کی کوٹھی نمبر بائیس میں آ جائیے۔ پیلے رنگ کی عمارت ہے۔ بریٹو روڈ کے چوراہے سے کوئی بیس قدم آگے بڑھیں تو الٹے ہاتھ پر آپ کو نظر آ جائے گی۔"

"پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور ٹیلی فون بند کر دیا۔

مجھے تو خود اس وقت اینجل کی تلاش تھی۔ اسی نے بلا لیا تھا' یہ بہتر ہوا تھا۔ وہاں سے اسے اغوا کرنے میں آسانی ہو گی۔ دوسرے مجھے وہاں کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اینجل نے ایسی جگہ کا انتخاب کیا ہو گا جو سیٹھ جبار کے علم میں نہیں ہو گی۔

میں نے چہرے پر میک اپ کر لیا۔ کیونکہ میں' اینجل سے اصلی شکل میں نہیں ملنا چاہتا تھا----- پھر میں نے وہ کار نکالی جو عام طور پر استعمال نہیں ہوتی تھی----- میں چل پڑا۔ میں نے اعظم اور طاہر کو ساتھ لے جانا مناسب نہیں سمجھا۔ البتہ ایک پستول ضرور ساتھ لے لیا تھا۔ میں یہ کام تنہا انجام دینا چاہتا تھا۔

میری کاری برق رفتاری سے سڑکوں پر دوڑتی رہی پھر بریٹو روڈ کے چوراہے پر پہنچ کر میں نے رفتار سست کر دی۔

اینجل کے بتائے ہوئے پتے کے مطابق' کوٹھی نمبر بائیس' تیسری کوٹھی ثابت ہوئی۔ ہر کوٹھی کے درمیان کافی جگہ چھوڑی گئی تھی اور یہ علاقہ کافی سنسان تھا----- پتہ نہیں کوٹھی میں اینجل کے علاوہ اور کون کون ہو گا۔

بہر طور گیٹ پر پہنچا تو ایک چوکیدار موجود تھا۔ اس نے سوالیہ----- نگاہوں سے میری طرف دیکھا تو میں نے کہا۔ "گیٹ کھولو۔ میں مس اینجل کا مہمان ہوں۔"

"اوہ' ٹھیک ہے' صاحب! ابھی بی بی صاحب' میرے کو بولا کہ اس کا کوئی مہمان آتا ہے۔" چوکیدار نے بڑھ کر گیٹ کھول دیا۔

میں چوڑی روش پر گاڑی اندر لیتا چلا گیا اور پورچ نما میں روک دی۔ وہیں اینجل کی گاڑی بھی کھڑی تھی۔

میں صدر دروازے سے داخل ہو کر چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ سامنے والے دروازے پر ایک خوبصورت سی لڑکی نظر آئی۔ اس کے چہرے پر کسی قدر خوف کے آثار تھے۔

"ہیلو----- کیا آپ پرنس دلاور ہیں؟" اس نے مودبانہ انداز میں سوال کیا۔

"جی ہاں----- میں' مس اینجل سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ویری سوری----- انھیں ایک بہت ضروری کام پڑ گیا تھا----- غالباً" سیٹھ صاحب نے فوری طور پر طلب کیا تھا۔ لیکن آدھے گھنٹے بعد وہ' ڈالمیا کراس پہنچ جائیں گی۔ مجھے ہدایت کر گئی تھیں کہ آپ کو وہیں لے آؤں اور ان کی طرف سے' آپ سے معذرت کر لوں----- پرنس! براہ کرم' آپ محسوس نہ کریں۔" لڑکی نے شستہ لہجے میں کہا۔

"ڈالمیا کراسنگ میں کس جگہ چلنا ہے؟"

"سمندر کے کنارے' ہٹ نمبر بیس میں۔"

"تو ٹھیک ہے' آدھے گھنٹے بعد' میں اسی جگہ پہنچ جاؤں گا۔ مس اینجل کو اطلاع دے دیجے گا۔"

"پرنس! مس اینجل مجھے ہدایت کر گئی ہیں کہ میں' آپ کو لے کر وہاں پہنچوں۔ مالکہ کا حکم ہے۔ براہ کرم' مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔" لڑکی نے لجاجت سے کہا۔ میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے----- آؤ' میرے ساتھ۔"

"شکریہ' پرنس!" اس نے کہا اور میرے ساتھ باہر آ گئی۔

اینجل کی کار پر نظر پڑتے ہی میں نے چونک کر پوچھا۔ "اینجل اپنی کار نہیں لے گئیں؟"

"جی نہیں----- سیٹھ صاحب نے اپنی گاڑی بھیج کر انھیں بلوا لیا تھا-----"

"چلو' ٹھیک ہے۔ میں' لڑکی کے ساتھ اپنی گاڑی میں آ بیٹھا۔ چند لمحوں بعد گاڑی سڑک پر نکل آئی۔ میرے ذہن میں کچھ خلش سی پیدا ہو گئی تھی۔ یہ سب کچھ عجیب سا لگ رہا تھا----- سیٹھ جبار نے اینجل کو فوری طور پر بلا لیا تھا----- کیا اینجل' سیٹھ جبار کو بتا کر آئی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور کس سے ملنے جا رہی ہے؟ میں نے سوچا۔ چلو' ڈالمیا کراسنگ بھی دیکھ لیا جائے۔ ویسے وہ علاقہ میرا دیکھا بھالا تھا۔ اس علاقے میں بہت عرصے پہلے سیٹھ جبار کا مال آیا کرتا تھا لیکن اب اس علاقے میں ایک ساحلی تفریح گاہ بنا دی گئی تھی اور کچھ ہٹس بھی وجود میں آ گئے تھے۔ اس طرح یہ علاقہ' اسمگلنگ کے لیے

غیر محفوظ ہو گیا تھا۔ ممکن ہے' وہاں سیٹھ جبار کا بھی کوئی ہٹ موجود ہو۔

کار مناسب رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ آدھا گھنٹہ بہت ہوتا ہے----- چند منٹ میں وہاں پہنچا جا سکتا تھا۔ لڑکی عقب نما آئینے میں غور سے دیکھ رہی تھی----- پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر آئینے کا رخ تبدیل کر دیا۔

"کیوں کوئی خاص بات ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ نیلی فوکس ویگن ہمارا پیچھا کر رہی ہے۔"

"اوہ! تم دیکھ چکی ہو-----؟ میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"ہاں----- "

"آئینے کا رخ بدل لوں-----" میں نے پوچھا۔ اور لڑکی نے گردن ہلا دی۔

میں نے آئینے کا رخ بدل کر دیکھا۔ تقریباً" دو سو گز کے فاصلے پر نیلے رنگ کی فوکس ویگن ہمارے پیچھے آ رہی تھی۔ فاصلہ اتنا تھا کہ اس میں موجود لوگوں کی شکلیں نظر نہیں آ سکتی تھیں۔ اور نہ ہی ان کی تعداد کا انداز ہو سکتا تھا۔

"کون ہیں' اس نیلی کار میں؟" میں نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی----- ممکن ہے' شہباز فورترے ہو۔"

"وہ-----" میں چونک پڑا۔

"میں آپ کو کچھ بتانا چاہتی ہوں' جناب!" لڑکی بولی۔

"ہاں' ہاں----- بتاؤ۔"

"خدا کے لیے آپ میرے بارے میں کوئی غلط رائے قائم مت کیجیے گا۔ میں مس اینجل کی ملازمہ ہی نہیں' ان کی راز دار دوست بھی ہوں۔ میں جانتی ہوں' وہ آپ کو چاہتی ہیں۔ وہ رات ہی سے سیٹھ جبار کی قید میں ہیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟ میں نے فون پر ان سے گفتگو کی تھی۔"

"وہ میں تھی' پرنس! میں مس اینجل کے لہجے میں نقل اتار سکتی ہوں۔"

"لیکن تم نے فون پر مجھ سے جو گفتگو کی تھی' اس میں وہ تمام باتیں تھیں جو میرے اور اینجل کے درمیان ہوئی تھیں۔"

"کوئی بھی بات ایسی نہیں تھی' پرنس! جو سیٹھ جبار کو معلوم نہ ہو۔ رات' آپ کے جانے کے بعد' مس اینجل' سیٹھ جبار کے پاس گئی تھیں اور ان سے پوچھا تھا کہ آپ کے اور ان کے درمیان کیا بات ہوئی؟ انھوں نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر انھوں نے نہ بتایا تو وہ پرنس سے معلوم کریں گی۔ آج گیارہ بجے آپ' انھیں فون کریں گے----- لیکن سیٹھ

جبار پر وحشت سوار تھی انھوں نے اپنی چہیتی بیٹی کو کوٹھی کے ایک کمرے میں قید کر دیا۔ میں مس اینجل کے ساتھ تھی لیکن سیٹھ جبار' مجھ پر اعتماد کرتے ہیں----- اور پھر اس کام کے لیے مجھے پانچ ہزار روپے نقد پیش کیے گئے تھے۔"

"کس کام کے لئے؟"

"سیٹھ جبار جانتے ہیں کہ میں' مس اینجل کی آواز کی شاندار نقل کر لیتی ہوں۔ لہٰذا مجھے ہدایت کی گئی کہ جب گیارہ بجے' آپ کا فون آئے تو میں فون ریسیو کر کے آپ کو بیٹو روڈ والی کوٹھی میں بلاؤں اور پھر آپ کو ڈالمیا کراس کے ہٹ نمبر بائیس میں پہنچا دوں۔ وہاں آپ کے لیے خطرناک اقدامات کیے گئے ہیں۔"

"ہوں----- گویا جال بچھایا گیا ہے' میرے لیے۔"

"جی ہاں----- آپ شدید خطرے میں ہیں۔"

"لیکن تم یہ سب کچھ مجھے کیوں بتا رہی ہو؟" میں نے چونک کر سوال کیا۔

"میں نے عرض کیا نا' پرنس! کہ میں مس اینجل کی دوست اور ان کی راز دار بھی ہوں۔ اس لیے میں وہی کر رہی ہوں جس کی ہدایت انھوں نے مجھے دی تھی۔"

میں ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گیا----- پھر میں نے اس سے پوچھا۔ "اب کیا کرنا چاہیے؟"

"کسی طرح ان لوگوں کو ڈاج دے کر' ان سے پیچھا چھڑائیں اور مجھے بے ہوش کر کے کہیں سڑک پر ڈال دیں----- پھر آپ نکل جائیں۔ میں کوئی نہ کوئی بات بنا کر اپنا بچاؤ کر لوں گی لیکن آپ کو خطرے میں نہیں پڑنے دوں گی۔ جلد ہی تدبیر کریں۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد ہم ڈالمیا پہنچ جائیں گے۔"

میں چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تمہیں علم ہے کہ اس گاڑی میں کتنے آدمی ہیں؟"

"نہیں' پرنس! میں نہیں جانتی----- البتہ سیٹھ جبار نے میرے سامنے شہباز فورترے----- کو ہدایت کی تھی کہ وہ اپنے ساتھ چار آدمیوں کو لے کر جائے اور آپ کو قتل کرنے کے بعد آپ کی لاش کو وہیں ریت میں دفن کر دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے' لڑکی! تمہارا بہت بہت شکریہ! میں چاہتا ہوں کہ وہ لوگ مجھے قتل کر کے' میری لاش' ریت میں دبا دیں۔" میں نے غراتے ہوئے کہا اور کار کی رفتار کچھ اور تیز کر دی۔

"پرنس! پلیز----- اپنی جان بچائیے۔" وہ لجاجت سے بولی۔ مجھے سرخرو ہونے کا موقع

دیجئے۔ اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو مس اینجل خود کشی کر لیں گی۔"

"میں نے کہا نا' تم بالکل بے فکر رہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہو گی۔" میں نے دوبارہ عقب نما آئینے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔

لڑکی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔ اس نے دو تین بار پھر مجھ سے' ان سے نہ الجھنے کی درخواست کی لیکن ہر بار میں نے اسے خاموشی سے دیکھتے رہنے کا مشورہ دیا۔

ڈالمیا کراس نزدیک آتا جا رہا تھا۔ اطراف میں ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ابھرے ہوئے تھے۔ یہ وہی ٹیلے تھے جہاں ایک بار میں نے سیٹھ جبار کے آدمیوں کو دھوکا دیا تھا۔

بہرطور' کار آگے بڑھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "تم فکر مت کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ اس ہٹ میں انکے علاوہ کسی اور کے ملنے کے امکانات ہیں؟"

"ہاں----- وہاں چوکیدار ہو گا-----" لڑکی نے کہا۔ وہ بے چینی سے پہلو بدل رہی تھی۔ میں ڈرائیونگ کرتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ہٹس نظر آنے لگے۔

"ہمارا مطلوبہ ہٹ کون سا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ دائیں طرف-----" لڑکی نے روہانسی آواز میں ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا----- اور میں کار کو ہٹ کی جانب لیتا چلا گیا۔

وہ ہٹ کیا' پوری کوٹھی ہی تھی۔ دور ہی سے وسیع و عریض لوہے کے پھاٹک کے پیچھے' لان پر سبز گھاس اور پودے لہلہاتے نظر آ رہے تھے۔ کار پھاٹک کے قریب پہنچی تو بند پھاٹک کے عقب میں چوکیدار نظر آیا۔ ہماری کار کو دیکھتے ہی وہ ذیلی کھڑکی سے باہر آ گیا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے قریب آکر پوچھا۔

"گیٹ کھولو' خان! سیٹھ صاحب نے ہمیں بھیجا ہے۔" لڑکی نے جواب دیا اور چوکیدار نے گردن ہلا دی۔

میں نے کار کو گیٹ کے اندر لے جاتے ہوئے عقب نما آئینے میں دیکھا۔ نیلی کار کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ غالباً" وہ کسی اور طرف سے مڑ کر ہٹ کے پیچھے پہنچنا چاہتے تھے۔ میں نے کار گیٹ سے اندر لے جا کر چند گز آگے روک دی اور کار سے اتر آیا۔ چوکیدار گیٹ بند کر کے پلٹ رہا تھا۔

میں نے اشارے سے اسے قریب بلایا اور وہ میرے بالکل قریب پہنچ گیا۔ "میں تم سے کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مخصوص انداز میں پھیلاتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے صاحب؟" چوکیدار نے پوچھا۔ دوسرے ہی لمحے میرے دونوں ہاتھ

حرکت میں آئے اور چوکیدار کے کانوں پر پڑے' اس کا منہ کھل گیا۔ میرے دوسرے گھونسے نے اسے زمین چٹا دی----- پھر مزید دو تین وار کرنے کے بعد میں نے اسے اٹھایا اور کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اسے اندر ٹھونس دیا اور دوبارہ بیٹھ کر میں نے کار آگے بڑھائی اور پورٹیکو میں روک دی۔

لڑکی میری اس حرکت سے متوحش نظر آ رہی تھی۔ اس کی آواز بند ہو گئی تھی۔ "تم بڑے سکون سے اندر چلی جاؤ اور بے فکر رہو' تمہارا بال بھی بیکا نہ ہو گا۔" میں نے اترتے ہوئے کہا۔

لڑکی نے خاموشی سے میری ہدایات پر عمل کیا پھر میں نے پچھلا دروازہ کھول کر چوکیدار کو باہر گھسیٹ لیا اور کندھے پر لاد کر لڑکی کے پیچھے پیچھے اندر پہنچ گیا۔

بڑا خوبصورت ہٹ تھا۔ تعیشات کے ہر سامان سے آراستہ۔ چوکیدار کو لیے ہوئے میں تیزی سے آگے بڑھتا رہا۔ اندر پہنچ کر میں چوکیدار کو چھپانے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاش کرنے لگا----- پھر مجھے ایک دوچھتی نظر آ گئی۔ میں نے چوکیدار کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر دوچھتی میں ٹھونس دیا لیکن اس سے قبل میں' اس کی کنپٹی پر ایک دو ہاتھ مارنا نہیں بھولا تھا۔ اب وہ چار گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔

اس سے فارغ ہو کر میں۔ لڑکی طرف متوجہ ہوا جو میرے قریب ہی آ کھڑی ہوئی تھی۔ "کیا تم اس ہٹ میں پہلے بھی آ چکی ہو؟"

"جی ہاں----- دو تین بار-----" لڑکی نے بمشکل جواب دیا۔

"کتنے کمرے ہیں' اس ہٹ میں؟"

"تین----- درمیان میں ایک بڑا ہال ہے۔"

"ٹھیک ہے' ڈیئر! اب تم ایسا کرو کہ کسی کمرے میں جا کر خود کو اندر سے بند کر لو۔"

"پپ----- پرنس! خدا کے واسطے اپنی حفاظت کیجئے ورنہ میں مس اینجل کو منہ نہ دکھا سکوں گی۔"

"تم فکر مت کرو' ڈیئر! میں نے جو کچھ کہا ہے بس اس پر عمل کرو۔ یہ تمہارا' میرے ساتھ بہترین تعاون ہو گا۔" میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

اس نے ایک کمرے میں داخل ہو کر اندر سے چٹخنی لگا لی۔ میں نے مطمئن انداز میں گردن ہلائی اور تیزی سے اس عمارت کا جائزہ لینے لگا۔ کچن تھا۔ دو باتھ روم تھے۔ باقی دو کمرے بھی بیڈ رومز کی حیثیت رکھتے تھے۔ درمیان میں ایک بڑا ہال تھا۔ ایک راہداری تھی جس کا دروازہ عقب میں بھی کھلتا تھا۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ لوگ عمارت میں

داخل ہونے کے لیے عقبی راستہ ہی استعمال کریں گے۔ میں جنگ کی صورت حال کے لیے ایک نقشہ ترتیب دے لینا چاہتا تھا۔ خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو بہر حال مجھے سب سے نمٹنا تھا۔ چنانچہ میں عقبی دروازے کے قریب کوئی ایسی جگہ تلاش کرنے لگا جہاں سے ان پر نگاہ رکھ سکوں۔

اچانک ہی راہداری کے دوسرے سرے پر مجھے ایک دوچھتی نظر آ گئی۔ دوچھتیاں یہاں اسٹور روم کی کمی پوری کرنے کے لیے بنائی گئی تھیں۔ میں اچھل کر دوچھتی پر چڑھ گیا۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ یہاں کچھ ٹوٹی ہوئی کرسیاں' بید کے مونڈھے اور ایسا ہی کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ رسی کا ایک لچھا بھی نظر آیا۔ سمندر میں تیرنے کے لیے کچھ ٹیوبس بھی پڑی----- تھیں۔ مجھے لوہے کی راڈ بھی مل گئی جس کی لمبائی تقریباً" تین فٹ تھی۔ یہ راڈ میرے کام کی چیز تھی۔

میں دوچھتی پر سینے کے بل لیٹ گیا۔ میرا رخ دروازے ہی کی سمت تھا۔ آڑ کے لیے میں نے کچھ ٹوٹا پھوٹا سامان اپنے آگے رکھ لیا۔ اب میں عقبی سمت سے داخل ہونے والے کو بہ آسانی دیکھ سکتا تھا لیکن آنے والے کی نظر مجھ پر نہیں پڑ سکتی تھی۔

چند لمحوں بعد مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ میں قدموں کی آوازوں پر کان لگائے' یہ اندازہ کرتا رہا کہ آنے والے کتنے ہیں۔ جلد ہی مجھے احساس ہو گیا کہ وہ صرف ایک آدمی ہے۔ غالباً" وہ چاروں طرف پھیل کر مجھے گھیرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ بہر حال یہ بات میرے حق میں جاتی تھی۔ اس طرح میں بہ آسانی ان سب سے نمٹ سکتا تھا۔

اسی وقت راہداری کے ایک دروازے پر ایک آدمی نمودار ہوا۔ چست لباس اور چہرے مہرے ہی سے وہ کوئی پیشہ ور غنڈہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں پستول تھا وہ محتاط نظروں سے راہداری کا جائزہ لے رہا تھا----- پھر وہ راہداری میں آ گیا۔ اب وہ ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا تھا اور حتی الوسیع کوشش کر رہا تھا کہ اس کے قدموں کی آہٹ نہ ہونے پائے۔ اس کا رخ دوچھتی کی طرف ہی تھا۔

میرے جسم میں تناؤ پیدا ہو گیا۔ میں نے لوہے کی راڈ کو مضبوطی سے تھام لیا اور دوچھتی کے کنارے کی طرف سرکنے لگا۔ غالباً" اسے سرسراہٹ کا احساس ہو گیا تھا۔ وہ ایک دم رک گیا اور پلٹ کر عقبی دروازے کی سمت دیکھنے لگا----- پھر وہ بدبخت میری طرف کھسک آیا۔ غالباً" دیوار سے لگ کر کھڑا ہونا چاہتا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میرا ہاتھ----- تیزی سے گھوما اور راڈ اس کی کنپٹی پر پڑی۔ وہ مڑ کر اپنے حملہ آور کو دیکھنے کی حسرت لیے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

میں دوچھتی سے کود کر نیچے آ گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا اور اس کی کنپٹی سے خون بہہ رہا تھا۔ راڈ کی ضرب اتنی شدید تھی کہ مجھے یقین تھا کہ اب وہ دوبارہ مزاحمت کرنے کے قابل نہیں رہے گا۔ میں نے اسے بھی چوکیدار کی طرح اٹھا کر دوچھتی پر ڈال دیا----- اور اس کا پستول اٹھا لیا۔ اب میرے ایک ہاتھ میں پستول اور ایک ہاتھ میں راڈ تھی----- میں دبے قدموں دروازے کی طرف بڑھا۔

دفعتہ" کسی دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی اور میرا ذہن ایک لمحے کے لیے اس طرف مبذول ہو گیا۔ یقیناً یہ دستک اسی کمرے کے دروازے پر دی جا رہی تھی جس میں لڑکی تھی۔ وہ لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ گویا اب اس طرف کسی کے آنے کا امکان نہ تھا۔

میں تیزی سے اس طرف بڑھنے لگا جہاں دستک دی جا رہی تھی۔ میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دو آدمی بڑے محتاط انداز میں دستک دے رہے تھے۔ وہاں قرب و جوار میں ایسی کوئی جگہ نہیں تھی جہاں میں خود کو چھپا سکتا۔

ایک لمحے تک میں سوچتا رہا کہ کیا کرنا چاہیے۔ غالباً" اب وہ لوگ خود کو ظاہر کر دینے پر آمادہ تھے۔ لہٰذا میں نے بھی فیصلہ کر لیا کہ خود کو ظاہر کر دوں۔

لوہے کی راڈ پوری قوت سے میرے ہاتھ سے نکلی اور دروازے کے قریب کھڑے ہوئے ایک شخص کے سر کے پچھلے حصے پر پڑی۔ اس کے حلق سے ایک دل خراش چیخ نکلی اور وہ تیورا کر گر پڑا۔ دوسرے نے پھرتی سے پلٹ کر فائر جھونک مارا لیکن اسے اپنے ہدف کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ اب میرے پاس بھی فائر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی پنڈلی کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ میں بلاوجہ انھیں قتل نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ شہباز فورترے اپنے ساتھ' سیٹھ جبار کے آدمیوں کی بجائے کرائے کے غنڈے ہی لایا ہے۔ میری گولی' اس کی پنڈلی کی ہڈی کو توڑتی ہوئی نکل گئی۔ پستول اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا گرا اور وہ پنڈلی کو پکڑ کر بیٹھ گیا۔

اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر اندھا دھند فائرنگ کی جانے لگی۔ وہ لوگ مجھے دیکھ نہیں سکے تھے لیکن فائرنگ کر کے مجھے خوف زدہ کرنا چاہتے تھے۔

میں وہیں ایک ستون کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ آنے والے دو تھے----- ان میں سے ایک دبلے پتلے جسم کا مالک تھا اور دوسرا قدرے بھاری جسامت والا----- وہ چہرے سے غیر ملکی معلوم ہوتا تھا اور اگر میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ شہباز فورترے تھا۔

وہ دونوں' ان زخمیوں کے پاس آ کر رک گئے۔ شہباز فورترے نے اپنے اطراف کا

جائزہ لیا اور پھر ایک سمت میں چلانگ لگا دی----- غالباً اسے میری پوزیشن کا اندازہ گیا تھا۔ دوسرا آدمی متوحش نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا----- پھر اس سے قبل کہ وہ' شہباز فورترے کی تقلید کرتا' میری گولی کا نشانہ بن گیا۔ گولی نے اس کی ران کی ہڈ توڑ دی اور بھی گر کر اپنے کراہنے والے ساتھیوں میں شامل ہو گیا۔

اب مجھے ان کی فکر نہیں تھی کیونکہ وہ اپنے ہی کرب کا شکار ہو چکے تھے۔ البتہ شہ فورترے ایک مناسب آڑ لے کر' اس ستون پر فائرنگ کر رہا تھا جس کے پیچھے میں چھپا ہ تھا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ ستون زیادہ دیر تک میری حفاظت نہیں کر سکے گا۔ اس لیے میں کوئی مناسب پناہ گاہ تلاش کرنے لیے آہستہ آہستہ پیچھے کھسکنے لگا۔ درحقیقت صورت حال بڑی نازک تھی----- اگر شہباز فورترے بدحواس نہ ہو جاتا تو وہ بہ آسا مجھے نشانہ بنا سکتا تھا۔ میں کھسکتا ہوا کافی پیچھے ہٹا اور پھر ایک چبوترے سے نیچے کود گیا۔

شہباز فورترے نے صورت حال کا جائزہ لے لیا تھا۔ لہٰذا اس نے بھی پوزیشن بدا دی اور ستون کی آڑ لیے ہوئے میری طرف بڑھنے لگا۔

اس کے چبوترے سے کود نے کی آہٹ سنی تو میں چالاکی سے کام لے کر دوبار چبوترے پر چڑھ گیا اور سینے کے بل لیٹ کر سانپ کی طرح' اس طرف کھسکنے لگا جس طرف وہ کودا تھا۔ میں نے اسے چبوترے کے کونے سے دوسری جانب مڑتے دیکھا۔

جب اس نے دوسری سمت میں بھی مجھے نہ پایا تو رک گیا اور متحیرانہ نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ میں نے فائر کرنے کی بجائے اس کے پیچھے پیچھے چلنا مناسب سمجھ اور چبوترے سے اتر کر بلی کی طرح چلتے ہوئے اس کے عقب میں پہنچ گیا۔ اب ہمار درمیان صرف چبوترے کا کونہ حائل تھا----- اور شہباز فورترے گردن جھکائے چبوتر کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔

میں نے چند قدم آگے بڑھ کر اس پر چھلانگ لگا دی لیکن شاید میرا سایہ اسے محسو ہو گیا تھا۔ اس نے پھرتی سے پلٹ کر مجھ پر فائر جھونک دیا۔ گولی میرے لباس کو چھوتی ہوئ گزر گئی----- لیکن شاید اس کے ستارے ہی گردش میں تھے۔ اگر اس کے پستول میں ایک گولی اور ہوتی تو اب تک میری کہانی ختم ہو چکی ہوتی۔ اس نے فوراً ہی دوسرا فائر کر لیکن پستول سے صرف ٹریچ کی آواز نکل کر رہ گئی

شہباز فورترے نے جھنجلا کر پستول مجھ پر کھینچ مارا جو میرے سر پر سے ہوتا ہوا دوسری جانب جا گرا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک طرف چھلانگ لگا دی لیکن بھلا اب

اسے کہاں جانے دیتا۔ میں نے اپنے پستول سے اس پر ایک فائر کیا اور غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"رک جاؤ' شہباز فورترے! میرا نشانہ کبھی خالی نہیں جاتا۔"

اسے شاید احساس ہو گیا تھا کہ دوڑنا اس کے لیے نقصان دہ ہے۔ چنانچہ وہ رک گیا اور میری طرف رخ کر کے کھڑا ہو گیا۔

"دونوں ہاتھ اوپر اٹھالو۔" میں نے کہا اور اس کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے۔ میں اس سے چند قدم کے فاصلے پر رک گیا۔

اس کی آنکھیں بے حد خطرناک تھیں۔ گول اور چھوٹی چھوٹی جن میں سانپ کی آنکھوں کی طرح مقناطیسی کشش تھی۔ جبڑے بھاری اور بھنچے ہوئے تھے۔

"تو تم ہی پرنس دلاور ہو؟" وہ بولا۔

"ہاں----- تمہارے آدمی تو جہنم رسید ہو چکے۔ کیا خیال ہے اب تم ہی سے کچھ باتیں کی جائیں؟"

"کیسی باتیں-----؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ تم' مجھے یہاں گھیر کر قتل کرنے آئے تھے اور اب ہم دونوں آمنے سامنے ہیں تو کیوں نہ تھوڑا سا تبادلہ خیال کر لیں۔ اگر تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تو یہ آزمائش بھی کر دیکھو' شاید کامیاب ہو جاؤ۔"

"میرے پستول میں گولیاں ختم ہو چکی ہیں' پرنس دلاور!"

"لیکن تمہاری جیب میں ضرور ہوں گی۔" میں نے کہا

"اس میں کوئی شک نہیں کہ میرے پاس کارتوس موجود ہیں لیکن پستول بھی میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔"

"ہوں----- تو اب کیا چاہتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"اگر گفتگو ہی کرنی ہے تو آؤ کسی مناسب جگہ چلتے ہیں۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں پہلے تمہاری تلاشی لینا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے تمہارے پاس کوئی دوسرا پستول موجود ہے۔"

"اس میں کوئی حرج نہیں۔" اس نے اپنے ہاتھ مزید بلند کر دیے۔" میں اسے کور کیے ہوئے گھوم کر اس کی پشت پر پہنچ گیا۔

جونہی میں نے ایک ہاتھ سے اس کی تلاشی لینے کی کوشش کی اس کا ایک ہاتھ مخصوص انداز میں پیچھے کی جانب گھوما۔ یہ سیوکاتا تھا جسے جوڈو اور کراٹے کا کافی ماہر ہی

استعمال کر سکتا تھا۔ اب اس کا توڑ' یقینی طور پر صرف فری اسٹائل ہی تھا۔ سبوکاتا کے کے ذریعے اس نے میری کلائی اور بغل پھنسالی۔ یہ وہ ہاتھ تھا جس میں پستول تھا۔ اس جھٹکے سے پستول میرے ہاتھ سے نکل گیا۔۔۔۔۔ لیکن وہ' سبوکاتا کے بل پر مجھے اٹھا سکا تھا۔ دوسرے ہی لمحے' میں نے اپنی ٹانگ' اس کی ٹانگوں میں پھنسائی اور ایک زو بل دے کر' اسے گرا دیا۔ گرتے ہوئے اس کے دونوں ہاتھ پھیل گئے اور میری کلائی کی گرفت سے آزاد ہو گئی۔ میں نے اچھل کر دونوں پاؤں' اس کی رانوں پر مارے۔

شہباز فورترے حلق سے کوئی آواز نکالے بغیر الٹ گیا۔ میں نے اس کی پسلیوں ٹھوکریں لگائیں۔ اسی اثنا میں وہ پھر سیدھا ہو گیا۔ اب اس کے چہرے پر کسی قدر خوف آثار نظر آنے لگے تھے۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ مد مقابل بھی مارشل آرٹس کا ماہر۔

اس نے دوسری ضرب کھانے کے بعد اپنے بدن کو سمیٹا اور دونوں گھٹنے اوپر وئے۔ میں نے اچھل کر اس کے گھٹنوں پر پیر رکھے اور الٹی قلا بازی کھا گیا۔ فورترے نے اپنے گھٹنے موڑے اور اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ میری اس مسکراہٹ نے اس پر جلتی پر تیل کیا۔

اس نے دھاڑ کر' کراٹے کا پوز بنالیا۔ میں نے بھی اپنا پستول اٹھانے کی کوشش کی لیکن میری نگاہ اس پر تھی کیونکہ شہباز فورترے کسی وقت بھی اس پر جھپٹ سکتا میں نے سوچ لیا تھا کہ موقع ملتے ہی اسے ٹھوکر سے کسی طرف اچھال دوں گا۔ کیونکہ میں اسے اٹھانے کی کوشش کرتا تو شہباز فورترے مجھ پر حاوی ہو جاتا۔ خاصا چست چالاک آدمی معلوم ہوتا تھا۔

وہ خاصی دیر تک پینترے بدلتا رہا پھر اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اس کی ٹا مختلف انداز میں گردش کرتی ہوئی' میرے سر کی جانب بڑھی تھیں لیکن پھر اسے خود اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ میرے سر پر سے اچھل کر دور کیسے جا گرا۔

شہباز فورترے ایک بہترین کراٹے ماسٹر تھا۔ زمین پر گرتے ہی وہ یوں اٹھ کھڑا ہو جیسے وہ زمین تک پہنچا ہی نہ ہو۔ اس کے بعد وہ پھر اچھلا اور اس کی دونوں ٹانگیں طرف آئیں لیکن میں نے اب پہلے والا داؤ آزمانے کی بجائے' اس کے گھٹنوں پر ہتھیلیوں کی ضرب لگا کر اسے الٹ دیا اور اچھل کر ایک فلائنگ کک' اس کے سینے پر کی۔ میری فلائنگ کک بھرپور پڑی تھی' اس سے فوراً ہی نہیں اٹھا گیا۔

چند لمحوں بعد وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا تو میں نے بڑھ کر اس کے لات رسید کر دی۔ وہ

گر پڑا۔ میں نے ایک اور ضرب لگائی تو اس نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے چھوڑ دیئے۔ میں جب دوبارہ اس کی طرف بڑھا تو وہ ایک ہاتھ اٹھا کر گھگھیایا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ پلیز' نہیں۔۔۔۔۔ میں شکست تسلیم کر چکا ہوں۔"

"گڈ۔۔۔۔۔ تو آؤ' بیٹھ کر باتیں کریں۔"

میں نے اپنا پستول اٹھا کر جیب میں رکھا اور شہباز فورترے کو گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ اس سے بہ مشکل چلا جا رہا تھا۔ لیکن میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ میں اسے سیڑھیوں سے چبوترے پر لایا پھر ہم' راہداری سے گزرتے ہوئے ہال میں پہنچ گئے۔

"شہباز فورترے! تمہارے چار آدمی ہلاک یا زخمی ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"

"کوئی نہیں ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"اچھی طرح سوچ کر بتاؤ۔ اگر جھوٹ ثابت ہوا تو میں' تمہاری زندگی کی ضمانت نہ دے سکوں گا۔"

"نہیں کوئی نہیں ہے۔"

"اب یہ بتاؤ' تم میرے پیچھے کیوں آئے تھے؟"

"تمہیں قتل کرنے۔"

"سیٹھ جبار کے حکم سے؟"

"ہاں۔۔۔۔۔"

"کیوں۔۔۔۔۔؟"

"میں اس کا ملازم ہوں اور صرف اس کے احکامات کی تعمیل کرنا میرا فرض ہے۔"

"اور وہ لڑکی جسے مجھے یہاں لانے کے لیے بھیجا گیا تھا؟"

"وہ بھی سیٹھ جبار کی ملازم ہے۔"

"اینجل کہاں ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"اس کے بارے میں صرف سیٹھ جبار جانتا ہے۔"

"اسے کہاں قید رکھا گیا ہے؟"

"میں نے کہا نا۔۔۔۔۔ میں سیٹھ جبار کا ملازم ہوں۔ لہٰذا ان کے ذاتی معاملات سے میرا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔"

"اچھا تو اب تم یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

"جس طرح تم مناسب سمجھو۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

میں چند لمحوں تک گال کھجاتا رہا پر بولا۔ "بہر حال' اب میں ---- تمہیں سیٹھ جبار کے ہاتھوں میں نہیں جانے دوں گا۔ کیونکہ تم اس کے خلاف میرے لیے ایک بہترین گواہ ہو۔"

"مم---- میں مطلب نہیں سمجھا؟"

"سنو----" میں چند قدم آگے بڑھا پھر میں نے دونوں ہاتھ سیدھے کر کے اس کی گردن کی مخصوص رگوں پر رسید کر دیئے۔ اس کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی۔ دوسری ضرب اس کی گدی پر پڑی تو اس کے ہوش میں رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا---- پھر میں اس دوچھتی کی طرف گیا جس پر میں نے ایک غنڈے کو بے ہوش کر کے ڈالا تھا۔ وہ اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ میں دوچھتی پر سے رسی کا لچھا اٹھا لایا اور شہباز فورترے کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دئے---- پھر میں اس دروازے کے قریب پہنچا جہاں تین افراد بے ہوش پڑے تھے۔ میں نے دروازے پر دستک دی۔

"لڑکی دروازہ کھولو۔ میں پرنس دلاور بول رہا ہوں۔"

دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں سنائی دی۔ میں نے دوبارہ دروازہ کھٹکھٹایا۔

"اب دروازہ کھول دو' لڑکی! خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔" چند لمحوں بعد دروازہ کھل گیا۔

لڑکی کا چہرہ ہلدی کی طرح زرد ہو رہا تھا۔ اس نے دروازے کے سامنے پھیلا ہوا خون دیکھا تو چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔

"ڈرو نہیں----" میں نے کہا۔ "یہ سیٹھ جبار کے آدمی ہیں۔"

"پپ---- پرنس---- آپ نے انھیں ہلاک کر دیا؟"

"نہیں---- کرائے کے غنڈوں کو قتل کرنا میں پسند نہیں کرتا۔ میں نے انھیں صرف زخمی کیا ہے؟"

"اوہ---- میرے خدا----" لڑکی گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

"تم باہر آؤ۔" میں نے کہا اور لڑکی کمرے سے نکل آئی---- وہ وحشت زدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ "ڈرو نہیں' ڈیئر! اب یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"اور وہ---- وہ---- میرا مطلب ہے---- شہباز فورترے----؟"

"وہ بھی ہال میں بے ہوش پڑا ہے۔ آؤ تمہیں دکھاؤں۔" میں نے کہا اور اسے لیے ہوئے ہال میں آ گیا۔ شہباز فورترے اسی طرح اوندھا پڑا تھا۔ لڑکی خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگی۔

"گویا---- گویا' پرنس! آپ نے----؟"

"ہاں ڈیئر! اس سلسلے میں میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے پہلے ہی آگاہ کر دیا---- ورنہ ممکن تھا کہ ان میں سے کوئی کامیاب ہی ہو جاتا۔"

لڑکی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اب ہم زیادہ دیر یہاں نہیں رک سکتے۔" میں نے کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ اب تمہیں کیا کرنا ہے؟"

"مم---- میں کیا بتاؤں' پرنس؟" لڑکی روہانسے لہجے میں بولی۔

"سنو لڑکی! میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ اگر سیٹھ جبار کی طرف سے تمہیں یہ خطرہ ہو کہ وہ تمہیں اس ناکامی کی سزا دے گا تو میں تمہیں اپنے ساتھ لیے چلتا ہوں---- اور اگر تم یہ محسوس کرتی ہو کہ کوئی بات بنا کر سیٹھ جبار کو مطمئن کر لو گی تو پھر تم جس طرح چاہو' یہاں سے جا سکتی ہو۔"

لڑکی چند لمحے کچھ سوچتی رہی پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں آپ کے ساتھ نہیں جا سکتی' پرنس! میرے والد اور بھائی' سیٹھ جبار کے لیے کام کرتے ہیں۔ اگر میں غائب ہو گئی تو سیٹھ جبار کو مجھ پر شبہہ ہو جائے گا اور وہ ان لوگوں کو نقصان پہنچائے گا۔"

"ٹھیک ہے' جیسی تمہاری مرضی---- لیکن یہ بتاؤ کہ یہاں کے بارے میں انھیں کیا بتاؤں گی؟"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں' پرنس!"

"اس کے لیے ہمیں ڈرامہ ترتیب دینا ہو گا۔" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا پرنس؟"

"میں تمہارے چہرے پر دو چار خراشیں ڈال دوں گا' تمہارے بال الجھا دوں گا' ایک دو جگہ سے لباس پھاڑ کر تمہارے ہاتھ پشت پر باندھ دوں گا۔ تاکہ سیٹھ جبار تمہاری طرف سے مشکوک نہ ہونے پائے۔ کیا خیال ہے؟"

"ہاں ایسا ضرور کریں پرنس! اس طرح میں شک و شبے سے بالاتر ہو جاؤں گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا اور خواہ مخواہ اس بے چاری لڑکی پر ظلم کرنا شروع کر دیا---- لیکن یہ ظلم' اس کی بھلائی کے لیے تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر کئی خراشیں ڈال دیں۔ تکلیف سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"سوری ڈیئر! یہ تمہاری زندگی کے لیے ضروری تھا۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں جانتی ہوں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

پھر میں نے اس کا ایسا حلیہ بنا دیا جیسے بڑی جدو جہد کے بعد اس پر قابو پایا گیا ہو اس کے بعد میں نے اس کے ہاتھ پشت پر اس طرح کس دیئے کہ اگر وہ کوشش کرے کھل جائیں۔

"مجھے یقین ہے' سیٹھ جبار کو جب اس کارروائی کی رپورٹ نہیں ملے گی تو وہ یہاں کسی نہ کسی کو ضرور بھیجے گا اور آنے والے تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے----- لیکن اگر تم دیکھو کہ کوئی نہیں آیا ہے اور تم تکلیف دہ مراحل میں داخل ہو گئی ہو تو اپنے ہاتھ کھول لینا اور کسی نہ کسی طرح یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنا۔"

"ٹھیک ہے' میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گی۔ ویسے آپ کا شہباز فورترے کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"

"میں اسے اپنے ساتھ لیے جا رہا ہوں۔ تم کوئی بھی کہانی گھڑ کر سیٹھ جبار کو مطمئن کر دینا۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ اب میں صورت حال کو کسی نہ کسی حد تک سنبھال لوں گی۔"

میں نے شہباز فورترے کو کندھے پر ڈالا اور لڑکی کو خدا حافظ کہہ کر' اپنی کار کے قریب پہنچ گیا----- پھر میں نے شہباز فورترے کو کار کی ڈگی میں ٹھونسا اور ڈگی مقفل کر دی۔ اس کے بعد اطمینان سے کار میں بیٹھ کر واپس چل پڑا۔

سیٹھ جبار بہت چالاک آدمی تھا۔ فریدہ کو میرے سامنے لانے کے بعد وہ محتاط ہو گیا تھا----- اور اس نے بھی میرے انداز میں سوچ کر فیصلہ کر لیا ہو گا کہ اب اینجل کو سامنے لانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ میں اس کی ذہنی پہنچ کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے اس مرحلے پر بھی مجھے شکست دی تھی۔ اگر اینجل میرے قبضے میں آ جاتی تو یقینی طور پر میں اس کے عوض فریدہ اور امی کو واپس لے لیتا----- اب اس نے اینجل کے تحفظ کا معمولی بندوبست نہ کیا ہو گا۔

راستے بھر میں یہی باتیں سوچتا آیا تھا۔ ویسے میں نے اطراف پر بھی نگاہ رکھی تھی۔ اب میرے پاس اتنے وسائل ہو گئے تھے کہ میں' سیٹھ جبار کو ہلاک کر سکتا تھا لیکن اس کو ہلاک کر دینے کا مقصد تھا کہ میں امی اور فریدہ سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ پتہ نہیں اس موذی نے ان دونوں کو کہاں چھپا رکھا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں کوٹھی پہنچ گیا۔ وہاں کے حالات معمول پر تھے۔ میں نے ظاہر اعظم کو ہدایت کی کہ ڈگی میں بند بے ہوش آدمی کو نکال کر تہہ خانے میں پہنچا دیں۔ ظاہر اعظم متحیرانہ انداز میں چابی لے کر کار کی طرف بڑھ گئے اور میں اندر آ گیا۔

تھوڑی دیر تک میں اپنی خواب گاہ میں بیٹھا سوچتا رہا پھر میں نے عدنان کو فون پر طلب کیا۔ پندرہ منٹ بعد وہ' میرے پاس پہنچ گیا۔

"ہیلو' پرنس! کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ عدنان! کوئی خاص بات تو نہیں؟"

"جی نہیں۔ راکیش نے امی کی تصویر' مجھے دے دی تھی۔ وہ آپ کا انتظار کرتا رہا جب آپ سے ملاقات نہ ہو سکی تو وہ' میرے پاس پہنچ گیا تھا۔" عدنان نے بتایا۔

"اوہ----- دکھاؤ۔" میں نے کہا اور عدنان نے رول کی ہوئی تصویر میرے سامنے کر دی----- میں ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا۔ بہت عرصے کے بعد امی کی تصویر نگاہوں کے سامنے آئی تھی۔ میں دیر تک تصویر کو دیکھتا رہا۔ دل بھر بھر آ رہا تھا لیکن میں نے خود کو سنبھالا اور تصویر' عدنان کو واپس دیتے ہوئے کہا۔

"عدنان! اس کی دو تین کاپیاں مجھے بھی بھجوا دینا۔"

"گویا یہ تصویر مناسب ہے؟"

"ہاں----- راکیش واقعی اپنے فن کا ماسٹر ہے۔ اسے ان تصویروں کی منہ مانگی قیمت دے دو۔"

"شکریہ جناب! میں نے اپنی کارروائیوں کو اب تک اسی لیے ملتوی کر رکھا تھا کہ امی کی تصویر بھی مل جائے۔"

"مگر اب تم کیا کرو گے' عدنان؟"

"ان تصویروں کی کاپیاں بنوا کر ممکنہ جگہوں پر پھیلا دوں گا۔ آپ بالکل بے فکر رہیں پرنس! مجھے خدا کی ذات سے امید ہے کہ امی اور فریدہ ایک نہ ایک دن ہمیں ضرور مل جائیں گی۔"

"شکریہ عدنان! ویسے اس دوران میں کچھ اور واقعات بھی ظہور پزیر ہوئے ہیں۔"

"وہ کیا' جناب؟"

"شاید تمہیں علم ہو گا کہ گزشتہ روز میں' سیٹھ جبار کے ہاں مدعو تھا۔"

"جی ہاں' مجھے علم ہے۔"

"سیٹھ جبار سے میری گفتگو ہوئی ہے۔ اسے اب اس بات کا یقین ہو گیا ہے کہ میں پرنس دلاور نہیں بلکہ منصور ہوں لیکن اب تک وہ یہ پتہ نہیں چلا سکا ہے کہ میں منصور سے پرنس دلاور کیسے بن گیا----- بہر طور' سیٹھ جبار نے خود کو بیمار ظاہر کر کے مجھ سے تنہائی میں ملاقات کی پھر اس نے ایسی حرکت کی جس نے میرے دل و دماغ کو تہہ و بالا کر

دیا----- اس نے دور سے مجھے فریدہ کی جھلک دکھائی۔ میں اوپر اس کے کمرے میں ہ
اور فریدہ نیچے لان میں----- اس سے کم از کم یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ فریدہ زندہ ہے او
وہ دونوں' اسی منحوس کے قبضے میں ہیں۔ میں نے سیٹھ جبار سے اپنے منصور ہونے
اعتراف نہیں کیا اور فریدہ کے مسئلے کو بھی طرح دے گیا۔"

"گویا' اس نے فریدہ کو آپ کے سامنے پیش کر کے' آپ کی اصلیت جاننا چاہی تھی؟"
عدنان غرائی ہوئی آواز میں بولا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہاں میں نے طویل عرصے کے بعد اپنی بہن کو دیکھا تھا----- تم نہیں سمجھ سکتے کہ
میری کیا کیفیت ہوئی ہو گی----- لیکن میں جانتا ہوں کہ اب اسے سیٹھ جبار سے حاصل
کرنا زیادہ مشکل کام نہیں----- اسی سلسلے میں؛ آج میں نے اس کی بیٹی اینجل کو اغوا
کرنے کی کوشش کی تھی لیکن سیٹھ جبار چالاک آدمی ہے۔ اسے اندازہ ہو گیا کہ فریدہ کو
دیکھ لینے کے بعد میں' اسے حاصل کرنے کے لیے کیا قدم اٹھاؤں گا۔ لہٰذا اس نے اینجل کو
قید کر دیا اور اس کی جگہ' ایک دوسری لڑکی نے فون پر مجھ سے گفتگو کی۔" پھر میں نے
عدنان کو اب تک کے تمام واقعات بتا دیے۔

"اوہ پرنس! آپ نے یہ سب کچھ تنہا ہی کر ڈالا۔ افسوس کہ میں' آپ کے ساتھ نہ
ہوا اور میں اس بات پر بھی افسردہ ہوں کہ فریدہ آپ کے سامنے آ کر دوبارہ اس کے قبضے
میں پہنچ گئیں۔ کاش! ہم لوگ بھی وہاں ہوتے تو سیٹھ جبار کو دوبارہ کامیاب نہ ہونے
دیتے۔"

"اگر مجھے' اس کی امید ہوتی تو میں یقیناً" کوئی بندوبست کر کے چلتا----- بہرطور'
عدنان! ہر کام کا ایک وقت متعین ہے۔ میری تسلی کے لیے یہی کافی ہے کہ فریدہ زندہ ہے
اور بہتر حالت میں ہے۔ اب اس کے خاص آدمی شہباز فورترے کو میں تمہاری تحویل میں
دینا چاہتا ہوں۔ وہ سیٹھ جبار کے خلاف ہمارے پاس ایک بہترین ثبوت ہے۔"

"میں تو اس سے اور بھی کام لوں گا لیکن اب فریدہ کے سلسلے میں کیا کیا جائے؟"

"کچھ نہیں----- ابھی صبر سے کام لینا ہو گا۔ ابھی تقدیر ساتھ نہیں دے رہی
ہے----- لیکن کب تک؟ میں کبھی نہ کبھی اینجل کو ضرور اغوا کر لوں گا----- اور پھر
فریدہ اور امی کو حاصل کر لینا نہایت آسان ہو گا۔"

"میں خود بھی اینجل کو تلاش کروں گا' پرنس! میرے لیے اور کوئی ہدایت ہو تو
فرمایئے۔"

"نہیں فی الحال اور کچھ نہیں۔ تم اپنے طور پر کام جاری رکھو۔ شہباز فورترے کو لے

جاؤ----- لیکن کہاں رکھو گے؟"

"اس کی آپ فکر نہ کریں----- بس اسے میرے حوالے کر دیجئے۔"

"ٹھیک ہے' آؤ۔" میں نے کہا اور اسے لے کر تہہ خانے میں پہنچ گیا۔

شہباز فورترے ہوش میں آ چکا تھا اور ایک کاؤچ پر بیٹھا' خلا میں دیکھ رہا تھا۔ ہمیں
دیکھ کر چونک پڑا----- پھر عدنان کو میرے ساتھ دیکھ کر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان
پھیرنے لگا۔ اس کے ہاتھ ہنوز----- پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

"یہ تم مجھے کہاں لے آئے ہو' پرنس دلاور؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"جہنم میں' ڈیئر فورترے----- اور اب تم میرے دوست کی تحویل میں رہو گے۔
سیٹھ جبار کے بارے میں جو کچھ جانتے ہو' بتا دینا ورنہ مجھے' تمہاری زندگی یا موت سے کوئی
دلچسپی نہ ہو گی۔" میں نے کہا۔

شہباز فورترے گہری گہری سانسیں لیتا رہا۔

عدنان نے اس کے قریب پہنچ کر' اس کی کنپٹی پر گھونسہ رسید کر دیا اور شہباز فورترے
پھر ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا----- پھر عدنان اسے لاد کر باہر نکل آیا۔ اس نے بھی
شہباز فورترے کو ڈکی ہی میں ٹھونسا تھا۔ شہباز فورترے کے لیے سفر کی یہ بہترین جگہ تھی۔

عدنان رخصت ہو گیا----- اور میرے ذہن میں بہت سے خیالات آتے رہے۔
شام کو تقریباً" چار بجے' فینی نے مجھے' غلام پور سے ٹرنک کال کی اطلاع دی۔ میں پھرتی
سے فون پر پہنچ گیا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے' تغلق خان کی آواز سنائی دی۔

"پرنس! خان بول رہا ہے۔"

"ہاں کہو----- تغلق خان! خیریت سے تو ہو؟"

"جی ہاں' پرنس! کل رات ساڑھے آٹھ بجے وہ یہاں پہنچ رہی ہے۔"

"اوہ----- کیا تصدیق شدہ اطلاع ہے؟"

"جی ہاں-----" تغلق خان نے جواب دیا۔

"تم سے کہاں ملاقات ہو سکے گی' تغلق خان؟"

"جہاں آپ حکم دیں' پرنس!"

"تو پھر ٹھیک ہے میں پہنچ رہا ہوں----- اور ملاقات کے لیے وہی جگہ مناسب رہے
گی جہاں پہلی ملاقات ہوئی تھی۔"

"ٹھیک ہے' پرنس! آپ کب تک پہنچ رہے ہیں؟"

"میرا خیال ہے' کل دن میں کسی وقت----- یا تم کہوں تو آج ہی پہنچ جاؤں۔"

"اگر آج پہنچ جائیں تو اچھا ہی ہے۔ کل میں مصروف رہوں گا ممکن ہے' ملاقات نہ ہو سکے۔ آج رات گیارہ' بارہ بجے کے درمیان' میں اسی جگہ منتظر رہوں گا جہاں پہلے ملاقات ہوئی تھی۔"

"او۔ کے! میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے جواب دیا اور تغلق خان نے فون بند کر دیا۔ پرنس فورسیا آ رہی تھی۔ ابھی تک اس کے بارے میں' میں نے کوئی پروگرام ترتیب نہیں دیا تھا۔ پرنس فورسیا اگر ہمارے قبضے میں آ جائے تو یہ بھی سیٹھ جبار پر ایک کاری ضرب ہو گی کیونکہ اس نے زبردست انتظام کیا تھا اور وہ اس کی کاروباری شخصیت تھی۔

میں نے اس سلسلے میں عدنان سے بھی مشورہ کر لینا مناسب سمجھا۔ فون کیا تو وہ وہاں موجود نہ تھا البتہ دوسری طرف سے نمبر بتا دیے گئے کہ یہاں رنگ کر لیا جائے۔ میں نے ان نمبروں پر فون کیا تو عدنان سے رابطہ قائم ہو گیا۔

"میں دلاور بول رہا ہوں۔"

"حکم' پرنس! خیریت تو ہے' نا؟"

"ہاں' ایک بار پھر تم سے ملاقات کی ضرورت پیش آ گئی ہے----- ٹیلی فون پر بات نہیں ہو سکتی۔ ویسے نمبر کہاں کا ہے؟"

"میری ایک پرائیویٹ رہائش گاہ کا' پرنس!" عدنان نے جواب دیا۔

"تو تم پہنچ رہے ہو؟"

"پندرہ منٹ بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"میں عدنان کا انتظار کرنے لگا۔ عدنان وقت کا پابند تھا۔ وہ ٹھیک سولہویں منٹ پر میرے سامنے پہنچ گیا۔

"یقیناً کوئی خاص بات ہی ہو گی جس کے لیے آپ نے مجھے طلب کیا ہے۔"

"ہاں' پرنس فورسیا کل رات ساڑھے آٹھ بجے پہنچ رہی ہے۔"

"کہاں----- غلام پور میں؟"

"ہاں' میں تمہیں اس کے بارے میں بتا چکا ہوں۔"

"ذرائع اطلاعات کیا ہیں' پرنس؟"

"تغلق خان-----"

"اس کا مطلب ہے' اطلاع اطمینان بخش ہے مگر اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے' پرنس! کہ ہم اس سلسلے میں کیا کریں گے؟"

"کچھ سوچنا ہو گا' عدنان! میرا خیال ہے' دوسرے پروگرام کچھ دنوں کے لیے ملتوی کر

دیے شہباز فورترے صحیح حفاظت میں ہے؟"

"بالکل' پرنس! آپ اس کی طرف سے بے فکر رہیں۔ میں اپنے فوری پروگرام ملتوی دیتا ہوں اور اس سلسلے میں ہم کوئی بہتر لائحہ عمل ترتیب دے لیتے ہیں۔"

"لیکن وقت بہت کم ہے' عدنان! میں آج ہی کسی وقت وہاں روانہ ہو جاؤں گا۔ رات بارہ بارہ بجے کے دوران مجھے تغلق خان سے ایک مخصوص جگہ ملاقات کرنی ہے۔"

"تب پھر یوں کیجئے' پرنس! آپ روانہ ہو جائیے۔ میں کچھ انتظامات کر کے وہیں' آپ کی خدمت میں پہنچ جاؤں گا۔"

"وہاں ایک درمیانے درجے کا ہوٹل تاج محل ہے۔ تم وہیں میرے پاس پہنچ جانا۔"

"آپ وہاں کس نام سے مقیم ہوں گے؟"

"ہوٹل کے رجسٹر میں' میں اپنا نام شیخ خاور درج کراؤں گا۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' میں کل وہیں آپ سے ملاقات کروں گا۔"

"او۔ کے-----" میں نے جواب دیا----- پھر عدنان کے رخصت ہونے کے بعد تیاری میں مصروف ہو گیا۔

شام چھ بجے میں مکمل تیاریوں کے ساتھ' غلام پور کے لیے روانہ ہو گیا سفر کے لیے نے کار ہی کا انتخاب کیا تھا۔ میک اپ بھی کر لیا تھا۔

بہر طور غلام پور کا راستہ بغیر کسی وقت کے طے ہو گیا اور میں ہوٹل تاج محل جا پہنچا۔ مجھے بہ آسانی دوسری منزل پر ایک کمرہ مل گیا جس کا نمبر پینتیس تھا۔ میں نے رجسٹر میں اپنا نام شیخ خاور ہی درج کرایا تھا۔

رات دس بجے میں نے ہلکا سا کھانا کھایا۔ چونکہ ابھی تغلق خان سے ملاقات کرنی تھی نہ جانے اس سلسلے میں کیا بھاگ دوڑ کرنی پڑے۔ اس لیے وزن ہلکا رکھنا مناسب تھا۔

گیارہ بجے میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں چند روز قبل' ایک خطرناک شخص کا خاتمہ کیا تھا۔ کار بھی میں نے اسی جگہ کھڑی کی جہاں پچھلی دفعہ کھڑکی کی تھی۔ تقریباً" ساڑھے گیارہ بجے' تغلق خان میرے پاس پہنچ گیا۔ حالانکہ میری کار' اندھیرے میں کھڑی تھی پھر بھی اس نے میری کار پہچان لی تھی۔ وہ میرے نزدیک کار روک کر اتر گیا۔ وہ تنہا ہی آیا تھا۔

"کیسے مزاج ہیں' پرنس!" وہ مصافحہ کرتا ہوا بولا۔ "میں تو آپ سے اس طرح کٹ کر رہ گیا ہوں کہ مجھے وہاں کے حالات بھی معلوم نہیں ہوتے۔ جبکہ میرا ذہن ہر وقت آپ ہی کی طرف لگا رہتا ہے۔"

"میں بالکل ٹھیک ہوں' تغلق خان! کوئی خاص بات نہیں ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو'

میرے لیے ہی کر رہے ہو اور میں اسے بہت اہمیت دیتا ہوں۔"

"شکریہ پرنس! کیا خیال ہے۔ یہیں بیٹھ کر باتیں کریں یا کہیں اور چلیں؟"

"میرے خیال میں یہیں مناسب ہے۔ ویسے بھی سنسان جگہ ہے۔ کوئی دخل ا کرنے والا نہیں۔"

"پرنس فورسیا' کل رات ساڑھے آٹھ بجے کی فلائٹ سے آ رہی ہے۔ دراالحکو بجائے وہ' شالمی گڑھ کے ہوائی اڈے پر اترے گی۔ شالمی گڑھ سے یہاں تک کا بذریعہ کار آدھے گھنٹے سے زیادہ----- نہیں ہے۔ وہ نو یا سوا نو بجے تک غلام پو جائے گی اور یہاں ہوٹل شانزے میں قیام کرے گی۔ شانزے میں چھ کمرے اس کے مخصوص کر دئے گئے ہیں۔ پروگرام میں تھوڑی سی تبدیلیاں بھی کر دی گئی ہیں۔"

"وہ کیوں-----؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"اس کی وجہ شاید چمن کی موت اور آنند سنگھ کے اڈے کی تباہی ہے۔ مجھے ہدای تھی کہ میں' چمن کی موت کی تحقیق کروں اور میں نے اس سلسلے میں ایک رپورٹ دی ہے کہ کچھ نامعلوم افراد----- آنند سنگھ کے اڈے میں داخل ہوئے اور قتل و گری کر کے' ان قیدیوں کو چھڑا لے گئے جنھیں چمن لایا تھا۔ چمن لاپتہ ہے اور اس کی جاری ہے۔ بہر حال' ابھی تک اس سلسلے میں مجھ سے اور کچھ نہیں کہا گیا ہے۔ یوں ہے جیسے سیٹھ جبار ذہنی طور پر بہت منتشر ہو۔ وہ کسی ایک طرف پوری توجہ نہیں دے ہے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "لیکن چونکہ پرنس فورسیا کا مسئلہ ذرا ہے' اس لیے اس کی توجہ اس طرف ضرور ہو گئی۔" میں نے کہا۔

"جی ہاں' اس نے مجھے نئی ہدایت بھجوائی ہے کہ میں بھی اپنی ساری توجہ پرنس اور اس کے آس پاس کے ماحول پر رکھوں۔ کیونکہ وہ پر اسرار لوگ جو آنند سنگھ کے ا کو تباہ کرنے کا باعث بنے ہیں' کچھ اور بھی کر سکتے ہیں۔"

"گڈ----- گویا سیٹھ جبار کو چمن اور آنند سنگھ کے معاملات کا پتہ چل چکا ہے؟"

یقیناً پرنس! وہ اتنا بے خبر نہیں ہے۔"

"تم نے معلوم نہیں کیا کہ اس نے اس سلسلے میں کیا اقدامات کیے ہیں؟" میں پوچھا۔

"نہیں جناب! یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ ویسے سیٹھ جبار خاصا پریشان دکھائی دیتا ہے"

"دشمن کو کمزور نہیں سمجھنا چاہیے' تغلق خان! یہ بتاؤ' فورسیا کی کوئی تصویر

تمہارے پاس؟"

"جی ہاں----- مجھے فراہم کر دی گئی تھی۔ یہ ہے۔" اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پاسپورٹ سائز کی ایک تصویر نکالی۔

"کوئی کاپی ہے' اس کی؟"

"کاپی تو نہیں ہے لیکن اگر آپ رکھنا چاہیں تو رکھ لیں۔ اب اس کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔"

میں نے تصویر لے کر جیب میں رکھ لی۔

"اس کے علاوہ' پرنس! اس سلسلے میں چند معلومات ہیں----- ممکن ہے' آپ کے کام آ جائیں۔ ہمارے جتنے آدمی وہاں موجود ہوں گے' وہ اپنے لباسوں پر گلاب کی تین تین مصنوعی کلیاں لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ میرے ان آدمیوں کی نشانی ہے جو شانزے میں فورسیا کے نگران ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ بھی تم نے اچھا کیا۔ انھیں بھی نگاہ میں رکھوں گا۔" میں نے جواب دیا۔

"فورسیا کے بارے میں آپ نے کیا پروگرام ترتیب دیا ہے؟"

"تغلق خان! صورت حال کو جانے بغیر کوئی بڑا پروگرام نہیں بنایا جا سکتا۔ کسی طرح بھی ہو' بس سیٹھ جبار کو اس سلسلے میں ناکام ہونا ہے----- فورسیا اپنے ہاتھ جو جواہرات لا رہی ہے' وہ ہمارے پاس پہنچ جانے چاہئیں۔" میں نے کہا۔

"پرنس فورسیا کے ساتھ' پانچ آدمیوں کی آمد متوقع ہے جو اس کے باڈی گارڈز کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ یقیناً وہ اس کے ہم نسل ہی ہوں گے' انھیں بھی سنبھالنا ہو گا----- ویسے اگر آپ کے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہو تو مجھے آگاہ کر دیجئے تاکہ میں بھی حتی الوسع' اس میں معاون ثابت ہو سکوں۔"

"تم صرف اتنا تعاون کرو' تغلق خان! کہ اپنے آدمیوں کو کنٹرول میں رکھو۔ میں' قتل و غارت گری سے بچنا چاہتا ہوں۔ اس کے علاوہ تمہیں اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کرنا ہے۔ فورسیا کے سلسلے میں ناکامی' تمہیں' سیٹھ جبار کے عتاب کا شکار بھی بنا سکتی ہے۔"

"آپ اس طرف سے بے فکر رہیں' پرنس! جب میں محسوس کروں گا کہ سیٹھ جبار مجھ سے غیر مطمئن ہو گیا ہے تو میں' اسے چھوڑ دوں گا۔"

"مناسب----- میں تمہارا تحفظ بھی چاہتا ہوں۔"

"شکریہ' پرنس! ویسے اگر آپ کوئی موثر پروگرام ترتیب دے سکیں تو کل... پھر ایک

بجے تک مجھے اس نمبر پر فون کر لیں۔" تغلق خان نے ایک کارڈ مجھے دیا۔

"مناسب ہے' میں تمہیں فون پر اطلاع دے دوں گا۔"

"اور کوئی حکم' پرنس!" تغلق خان نے پوچھا تو میں مسکرانے لگا۔

"نہیں----- تغلق خان! تم نے جس طرح میرا ساتھ دیا ہے' میں اسے فراموش نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم کس پائے کے آدمی ہو۔ میں صرف تمہارا شکریہ ہی ا کر سکتا ہوں۔"

"تغلق خان' آپ کا خادم ہے' پرنس! اور پھر آپ جیسے لوگوں کے لیے تو کچھ کر میں بھی لطف آتا ہے۔ اب اگر کوئی خاص بات نہ ہو تو مجھے اجازت دیجئے۔"

"ٹھیک ہے' اب تم جاؤ۔" میں نے کہا---- اور تغلق خان اپنی کار میں جا بیٹھا۔

جب اس کی کار کی روشنیاں نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں تو میں نے بھی کار اسٹار کی اور اپنے ہوٹل کی طرف چل دیا۔

دوسری صبح کافی دیر سے اٹھا۔ فی الوقت کوئی کام بھی نہیں تھا۔ چنانچہ انتظار کرتا ر ٹھیک ساڑھے دس بجے کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ کھولا تو عدنان مسکراتا ا اندر آ گیا۔

"ہیلو----- عدنان!"

"ہیلو پرنس سب ٹھیک ٹھاک ہے؟"

"ہاں بالکل-----"

"کوئی خاص اطلاع ملی' اس سلسلے میں؟"

"ہاں' وہ آج ساڑھے آٹھ بجے' شالی گڑھ پہنچے گی اور نو' سوا نو بجے' شانزے میں گی۔ ہوٹل شانزے میں اس کے لیے چھ کمرے بک کرائے گئے ہیں۔ پانچ آدمی اس ساتھ ہوں گے۔ باقی سیٹھ جبار کے آدمی ہیں جو منتشر رہ کر پرنس فورسیا کی نگرانی کر گے۔ ان کی پہچان' گلاب کی تین کلیاں ہیں جو ان کے لباسوں پر موجود ہوں گی۔"

"ویری گڈ' پرنس! کیا اس افریقی شہزادی کی کوئی تصویر مل سکی ہے؟" عدنان پوچھا۔

میں نے جیب سے پرنس فورسیا کی تصویر نکال' کر اس کے سامنے رکھ دی۔ عد تصویر پر جھک گیا اور غور سے اسے دیکھنے لگا۔

"بس' ذرا سی الجھن ہے۔ اگر ہمیں اس کی جسامت اور قدو قامت کا پتہ چل جا زیادہ بہتر تھا۔"

"کیوں' کوئی خاص بات ہے' تمہارے ذہن میں؟"

"جی ہاں' پرنس! ایک منصوبہ ہے میرے ذہن میں۔ میں چاہتا ہوں کہ پرنس فورسیا کو موقع دئے بغیر' اس پر ہاتھ ڈال دیا جائے۔ اس سے قبل کہ وہ لوگ کوئی پروگرام بنائیں' ہم' اسے لے اڑیں۔"

"وہ کس طرح؟"

"ہمارا کام صرف اتنا ہو گا کہ اسے' ہوٹل شانزے سے نکال لائیں اور دارالحکومت پہنچا دیں۔"

"کیا یہ کام اتنا ہی آسان ہے' عدنان؟"

"میں نے اس سلسلے میں رات بھر سوچا ہے' پرنس! پہلے میں نے سوچا تھا کہ پرنس فورسیا کو اغوا کر کے' اس کی جگہ دوسری لڑکی کو پہنچا دیا جائے۔ ریٹا نامی ایک لڑکی' میرے کارکنوں میں شامل ہے۔ وہ بہترین افریقی زبان جانتی ہے۔ وہ خود بھی افریقی ہی ہے اور اچھی جسامت کی مالک ہے----- لیکن اس منصوبے کو میں نے اس لیے مسترد کر دیا کہ مجھے' پرنس فورسیا کے قد و قامت کا اندازہ نہیں تھا۔ ورنہ اسے ساتھ لے آتا۔ اور اب اتنی جلدی اس سلسلے میں کوئی کارروائی ذرا مشکل ہو گی۔"

"ہاں' یہ تو ہے لیکن میں تمہاری اس تجویز سے متفق ہوں کہ اگر ہم ایسی کوشش کر سکے تو یقیناً سیٹھ جبار اور فورسیا کے کاروباری تعلقات سے متعلق اور بھی کئی راز معلوم ہو سکتے ہیں۔"

"بس جسامت کا مسئلہ ہے' پرنس! اگر اس سلسلے میں کوئی کام بن گیا تو ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ فی الحال' اسے جواہرات سمیت یہاں سے دارلحکومت پہنچانا ہے۔"

"ٹھیک ہے' میں تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ کہ تم مجھ سے اور کیا چاہتے ہو؟"

"کچھ بھی نہیں' پرنس! بس اب آپ آرام کریں۔ یہاں کے معاملات میں نے اپنے ہاتھ میں لے لئے ہیں۔"

"اس کے باوجود' میں تمہارے ساتھ اس کارروائی میں شامل رہنا چاہتا ہوں۔"

"آپ صرف دور سے نگرانی کرتے رہیں' کسی معاملے میں بذات خود دخل نہ دیں۔ یہ میری درخواست ہے۔" عدنان نے کہا۔

میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ میں عدنان کی اس درخواست کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ وہ صرف میرا تحفظ چاہتا تھا۔ کاش----- ایسے مخلص لوگ' اس وقت مجھے مل

جاتے جب میں برا نہیں تھا۔

عدنان تھوڑی دیر بعد واپس چلا گیا۔ اب میں رات تک فارغ تھا۔ ایک بجے میں نے تغلق خان کو فون کیا۔ تغلق خان فون پر موجود تھا۔ ہیلو' تغلق خان! کیا صورت حال ہے؟"

"سب ٹھیک ہے' پرنس! پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ وہ وقت مقررہ پر پہنچ جائے گی۔"

"او۔ کے' تغلق خان! آج رات ہی کام ہو جائے گا۔ تم بے تعلق رہنا اور اگر کوئی گڑبڑ ہو تو اس طرف توجہ مت دینا۔ باقی معاملات دیکھ لیے جائیں گے۔"

"میرے لیے اور کوئی خدمت پرنس؟"

"شکریہ------ بس' اتنا ہی کافی ہے۔ خدا حافظ!" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

وقت گزرتا رہا------ پھر میں تیار ہو کر ہوٹل شانزے کی جانب چل پڑا۔ شانزے کے ریستوران میں کافی رونق تھی۔ بہت سے غیر ملکی بھی نظر آ رہے تھے۔ آرکسٹرا بج رہا تھا۔

میں نے ایک میز پر بیٹھ کر کافی طلب کی اور اس کے چھوٹے چھوٹے سپ لینے لگا۔ وقت بہت مست رفتاری سے گزر رہا تھا------ تقریباً" نو بجے میں اپنی جگہ سے اٹھ گیا------ پھر باہر نکل آیا اور اپنی کار میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔

یہ انتظار کافی طویل ثابت ہوا۔ تقریباً" پونے دس بجے کچھ گاڑیاں شانزے پہنچیں۔ ان میں سے ایک گاڑی بہت شاندار تھی جو یقیناً سیٹھ جبار نے فورسیا کے لیے بھیجی تھی۔ ایک گاڑی' اس کے آگے تھی اور دو' اس کے پیچھے------

گاڑیاں' شانزے کے کمپاؤنڈ میں پہنچ کر رک گئیں------ پھر میں نے اس خوبصورت کار سے افریقی شہزادی کو اترتے دیکھا۔ تغلق خان اور اس کے ساتھی' آگے والی کار میں تھے۔ جبکہ پچھلی کار میں وہ پانچوں محافظ تھے۔ اچھے تن و توش کے مالک اور چاق و چوبند نظر آتے تھے۔ ان میں سے دو تو باڈی بلڈر بھی تھے۔

پرنسس فورسیا مناسب قد و قامت کی عورت تھی۔ چہرے کے نقوش بھی اتنے بھدے نہ تھے جتنے افریقیوں کے ہوتے ہیں' وہ شاہانہ انداز میں چلتی ہوئی لفٹ کے قریب پہنچ گئی۔ ہوٹل کا مینجر' اس کے ساتھ ساتھ تھا پھر لفٹ نے اسے اوپر پہنچا دیا۔

اس دوران میں' میں بھی اپنی کار سے نکل کر ہوٹل میں آ گیا تھا پھر سیڑھیاں طے کر کے اوپر راہداری میں پہنچ گیا------ پرنس فورسیا کو اس کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا پھر کافی دیر تک مینجر اور ہوٹل کا سینئر عملہ' اس کے گرد چکراتا رہا تھا۔

تغلق خان بھی فورسیا سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں یہ تمام کارروائی دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ ابھی تک عدنان اور اس کے ساتھیوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔ ویسے عدنان کی طرف سے مطمئن تھا کہ وہ زیادہ دور نہ ہو گا۔

گیارہ بجے تک' پرنسس فورسیا کی آمد کے سلسلے میں مینجر اور عملے کے افراد بھاگے پھرتے رہے پھر انھیں کھانا پہنچایا گیا۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی اور میں ہوٹل سے نکل کر دوبارہ اپنی کار میں آ بیٹھا۔ ساڑھے بارہ بجے کے قریب شانزے کی رونق ختم ہونا شروع ہو گئی۔ اب صرف چند کاریں رہ گئی تھیں۔

میں اپنی کار میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ عدنان نے ابھی تک اپنی کارروائی کا آغاز کیوں نہیں کیا------ کہ دفعتاً" شانزے کے ایک حصے سے شعلے بلند ہوئے۔ ہوٹل میں آگ لگ گئی تھی۔ میں چونک پڑا۔ یہ آگ اتفاقیہ لگی تھی یا عدنان کے منصوبے کا آغاز تھا۔

ذرا سی دیر میں چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دینے لگیں------ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں' اسٹیرنگ پر مستعد ہو گیا۔ تاکہ اگر کوئی گڑبڑ ہو جائے تو میں وہاں سے بہ آسانی نکل سکوں۔

شانزے کا ایک بڑا حصہ' آگ کی لپیٹ میں آ گیا تھا اور کمروں میں مقیم مہمان' اب بھاگ رہے تھے۔ میں نے ان پانچوں کو بھی دیکھا۔ فورسیا' ان کے درمیان تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس تھا۔ ویسے تو وہ کافی سازو سامان کے ساتھ آئی تھی لیکن اس بریف کیس کے علاوہ اور کوئی سامان' ان کے ساتھ نہ تھا۔ فورسیا' ان پانچوں کے دائرے میں ہوٹل سے باہر آ رہی تھی کہ دفعتاً" نکلنے والے افراد کا ایک ریلا دروازے کی طرف آیا اور فورسیا کے محافظوں کا حصار ٹوٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی سب کچھ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ہوٹل کی پوری------ عمارت میں تاریکی پھیل گئی تھی اور تاریکی میں شور و پکار کی آوازیں ابھر رہی تھیں۔

میں گہری سانس لے کر رہ گیا۔ عدنان نے یہاں بھی شاندار اور مربوط کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ بہر طور' اب میرے یہاں رکے رہنے کا کوئی جواز نہ تھا------ اب اپنے ٹھکانے ہی میں اس کارروائی کے نتیجے کا انتظار کرنا تھا۔ میرے خیال میں یہاں جو کچھ ہوا تھا' نہایت مناسب تھا۔ اگر اور کوئی خاص بات نہ ہوئی تو عدنان یقیناً کامیابی حاصل کر لے گا۔

چنانچہ میں نے کار اسٹارٹ کی اور واپس تاج محل کی طرف چل پڑا۔ میں بے حد مطمئن تھا۔ عدنان نے بلاشبہ بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے کافی طلب کی اور اس کے گھونٹ لیتا ہوا انتظار کرنے لگا۔ ڈھائی بجے' میرے فون کی گھنٹی بجی اور میں نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"آپ کا خادم-----" دوسری طرف سے عدنان کی آواز آئی۔

"میں دیکھ چکا ہوں۔ کیا رہا؟"

"کامیابی' جناب-----"

"گڈ' اب کیا پروگرام ہے۔"

"میں اسی وقت واپس جا رہا ہوں' آپ جس وقت چاہیں پہنچ جائیں۔ وہیں گفتگو ہو سکے گی۔"

"میری طرف سے مبارکباد قبول کرو۔" میں نے کہا اور عدنان نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

دوسری صبح ناشتے سے فارغ ہو کر' میں نے ہوٹل کا حساب بے باق کیا اور دارالحکومت کی جانب چل پڑا۔ سفر معمول کے مطابق ہی طے ہوا اور میں اپنی رہائش پر پہنچ گیا۔

سفر کی تکان دور کرنے کے لیے میں نے گرم پانی سے غسل کیا اور آرام کرنے لگا۔ فی الحال کوئی کام نہ تھا۔ عدنان کے فون یا خود اس کی آمد کے بعد ہی کچھ کیا جا سکتا تھا۔ سہ پہر تک عدنان کا کوئی فون موصول نہیں ہوا تو میں الجھ سا گیا۔ کیا عدنان پہنچا نہیں ہے؟ اگر پہنچ گیا ہے تو اس نے مجھے مطلع کیوں نہیں کیا؟ کہیں راستے میں گڑبڑ نہیں ہو گئی۔ میں نے خود فون کیا۔ ریسیور' اس کی سیکریٹری مس نشاط نے اٹھایا۔

"پرنس دلاور-----" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"یس' سر----- کیا حکم ہے' پرنس؟"

"عدنان کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی' وہ یہاں تو نہیں ہیں۔ ویسے اگر آپ فرمائیں تو میں انھیں آپ کے اطلاع دے دوں۔ میرے پاس' ان کا ایک فون نمبر موجود ہے۔"

"وہ دارالحکومت پہنچ چکا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں' انھوں نے مجھے فون پر اطلاع دی تھی۔"

میں نے نشاط سے فون نمبر لے کر' عدنان سے رابطہ کیا تو میری آواز سن کر تعجب کا اظہار کیا۔

"میرا یہ نمبر یقیناً آپ کو نشاط نے دیا ہو گا۔"

"ہاں----- میں صبح سے تمھارے فون کا انتظار کر رہا تھا۔"

"میں یہاں پہنچنے کے بعد سے اب تک بے حد مصروف رہا ہوں' پرنس! اس لیے آپ کو اطلاع نہیں دے سکا۔"

"کوئی بات نہیں۔ خیریت سے پہنچ تو گئے تم؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں' پرنس----- ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں' ہاں----- کہو۔"

"یہ فون نمبر' ڈائمنڈ ہاؤس نامی ایک عمارت کا ہے۔ میں نے اسے کرائے پر حاصل کیا ہے۔ اگر آپ اسے گستاخی تصور نہ فرمائیں تو یہاں ڈائمنڈ ہاؤس پہنچنے کی زحمت کریں۔ یہ بہت ناگزیز ہے' پرنس! ورنہ میں خود آپ کے پاس حاضر ہوتا۔"

"ٹھیک ہے' میں پہنچ رہا ہوں لیکن یہ ڈائمنڈ ہاؤس کون سے علاقے میں ہے؟"

"کراؤن ونگ علاقے میں----- بڑی مشہور عمارت ہے۔ آپ کراؤن ونگ پہنچ کر کسی سے بھی معلوم کریں تو وہ آپ کو پتہ بتا دے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں پہنچ رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

پندرہ منٹ' میں نے میک اپ پر صرف کیے پھر کار لے کر ڈائمنڈ ہاؤس کی طرف چل پڑا۔ ڈائمنڈ ہاؤس کے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ کراؤن ونگ پہنچتے ہی مجھے وہ عمارت نظر آ گئی۔

بھدے طرز کی پرانی عمارت تھی اور اس کے اوپری سرے پر پتھر کا ایک بڑا سا ہیرا بنا ہوا تھا۔ شاید اسی وجہ سے اس کا نام----- ڈائمنڈ ہاؤس رکھا گیا تھا۔

عمارت کے گیٹ سے گزرنے کے بعد' میں نے کار' پورچ میں روک لی۔ عدنان شاید میرا منتظر تھا۔ کار کی آواز سنتے ہی وہ باہر نکل آیا تھا۔ اس نے پر جوش انداز میں میرا استقبال کرتے ہوئے کہا۔

"اس زحمت کے لیے انتہائی معذرت خواہ ہوں' پرنس! لیکن آپ کا یہاں تشریف لانا بے حد ضروری تھا۔"

"ٹھیک ہے' بھئی! پر تکلف گفتگو مت کیا کرو۔ تم جانتے ہی ہو میں کتنا بڑا پرنس ہوں۔" میں نے کہا تو عدنان ہنسنے لگا۔

"اس حیثیت سے ہٹ کر' آپ' میرے لیے جس قدر محترم ہیں' میں بیان نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے' یہ تمھاری محبت ہے۔ اچھا' سناؤ----- رات' میں تمھاری کارروائی

دیکھ چکا ہوں' کوئی دقت تو نہیں ہوئی----- یا تمہارے آدمیوں کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

"نہیں' پرنس! میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے آدمیوں کو زیادہ سے زیادہ تحفظ فراہم کروں۔" عدنان نے کہا اور مجھے لیے ہوئے ایک خوبصورت ڈرائنگ روم میں پہنچ گیا۔

"تشریف رکھیے' پرنس! پہلے میں' آپ کو تمام حالات سے آگاہ کر دوں' اس کے بعد پرنس فورسیا سے ملاقات کراؤں گا۔"

"تم' اسے یہیں لائے ہو؟"

"جی ہاں-----"

"ٹھیک ہے----- اس کے پاس جو زیوارت وغیرہ تھے----- ان کا کیا ہوا؟"

"وہ محفوظ ہیں' پرنس! ابھی پیش کرتا ہوں۔" عدنان نے اٹھتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد عدنان' ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اس کے ہاتھ میں وہی بریف کیس تھا' جسے میں' پرنس فورسیا کے پاس دیکھا چکا تھا۔ اس نے بریف کیس' میرے سامنے میز پر رکھ کر کھول دیا اور میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

بریف کیس میں ایک انتہائی حسین ہار موجود تھا جس میں کافی بڑے بڑے ہیرے جڑے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ ایک پیکٹ تھا جس میں چھوٹے بڑے' مختلف قسم کے ہیرے بھرے ہوئے تھے۔ بریف کیس میں کروڑوں روپے کی مالیت کے ہیرے موجود تھے----- جو سیٹھ جبار کے لیے لائے گئے تھے۔

"ویری گڈ' عدنان! میں نے بریف کیس بند کرتے ہوئے کہا۔ "شاید یہ سیٹھ جبار کے تابوت میں آخری کیل ثابت ہو گی۔ میرا خیال ہے' یہ اس کے لیے سب سے بڑا نقصان ہو گا۔"

"ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا' پرنس! کہ یہ نقصان سیٹھ جبار کا ہو گا یا پرنس فورسیا کا۔ کیونکہ ہیرے ابھی سیٹھ جبار کی تحویل میں نہیں گئے تھے۔" عدنان نے کہا۔

"ممکن ہے' سیٹھ جبار پہلے ہی ان کا سودا کر چکا ہو۔ بہر حال' اب یہ ہماری ملکیت ہیں۔"

"بلاشبہ' پرنس! اور میں اس سلسلے میں' آپ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔"

"شکریہ' عدنان! میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا کیونکہ یہ سب کچھ تمہاری محنت کا نتیجہ ہے۔"

"عدنان' آپ کا خادم ہے۔"

"ان پانچوں افراد کا کیا ہوا جو اس کے ساتھ تھے؟"

"میں نے ان پر توجہ نہیں دی' پرنس! بس' میں نے شانزے کے ایک حصے میں آگ لگائی اور جب عملے کے سارے افراد اس طرف متوجہ ہوئے تو میں نے بھگدڑ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فورسیا کو بے ہوش کر کے' بریف کیس سمیت وہاں سے اغوا کر لیا----- پھر آپ کو ٹیلی فون کرنے کے بعد وہاں سے چل پڑا۔"

"گڈ' عدنان----- تمہاری کارکردگی قابل تعریف ہے۔" چلو اب ذرا پرنس فورسیا سے بھی ملاقات کر لی جائے۔" میں نے کہا اور عدنان اٹھ کھڑا ہوا۔

ہم' ڈرائنگ روم سے نکل کر' راہداری سے ہوتے ہوئے ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ کمرہ خاصا کشادہ تھا۔ باہر سے بھدی نظر آنے والی یہ عمارت اندر سے اچھی خاصی----- اور قیمتی سازو سامان سے آراستہ تھی۔ ہم جس کمرے میں داخل ہوئے' وہاں سرخ رنگ کا قالین بچھا ہوا تھا۔ آبنوسی فرنیچر' اس قالین پر خوب جچ رہا تھا۔

ایک بڑی اور بھاری کرسی پر پرنس فورسیا بیٹھی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ' کرسی کی پشت پر بندھے ہوئے تھے اور ہونٹوں پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اس نے تیکھی نظروں سے مجھے اور عدنان کو دیکھا اور کرسی پر کسمسانے لگی۔ عدنان نے بڑھ کر' اس کے ہونٹوں پر سے ٹیپ اتار لیا۔

پرنس فورسیا کے حلق سے غراہٹ نکلی اور وہ نہایت غصے کے عالم میں' کسی نا معلوم زبان میں کچھ کہنے لگی۔ میں خاموشی سے سنتا رہا----- پھر میں نے انگریزی میں کہا۔

"ہم' آپ کی زبان نہیں سمجھتے' پرنس!"

"میں پوچھتی ہوں' تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔ اس بار' اس نے انگریزی زبان استعمال کی تھی۔

"ہمیں' آپ سے کوئی پرخاش نہیں ہے۔ ہم تو بس' آپ کے اس کاروبار کے بازے میں جاننا چاہتے تھے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"میرے ہیرے کہاں ہیں؟" وہ غرائی۔

"بس-----" عدنان ہاتھ اٹھا کر بولا اور پرنس خاموش ہو گئی۔ پھر عدنان' مجھ سے مخاطب ہوا۔ "سوری' پرنس! یہ آپ کی خادمہ ریٹا ہے۔" اس نے کہا اور حیرت سے میرا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"کیا مطلب؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"پرنس! میں نے ہوٹل تاج محل میں' آپ سے ریٹا کا ذکر کیا تھا اگر ہمیں' پرنس

فورسیا سے متعلق کچھ معلومات پہلے ہی حاصل ہو جاتیں تو میں ریٹا سے کچھ اور کام لیتا۔"

"ہاں' تم نے کہا تو تھا۔"

"یہ ریٹا ہے۔ اتفاق سے قدوقامت میں پرنس فورسیا سے ملتی جلتی ہے۔ معمولی سے میک اپ اور اس کی آواز کی تھوڑی بہت ریہرسل کے بعد' میں نے اسے فورسیا بنا دیا ہے۔"

عدنان نے ریٹا کے ہاتھ کھول دیئے اور وہ مسکراتی ہوئی کرسی سے اٹھ گئی۔

"لہجے کی گستاخی کی معافی چاہتی ہوں' پرنس!" ریٹا نے کہا۔ اب اس کی آواز بالکل بدلی ہوئی تھی۔

"پروگرام کیا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"پرنس فورسیا' اسی عمارت میں ہماری قیدی ہے۔ ریٹا کو ہم ہوٹل اسپارکو کے ایک کمرے میں پہنچا دیں گے۔ وہاں سے وہ' سیٹھ جبار سے رابطہ قائم کرے گی۔ سیٹھ جبار یقیناً اسے اپنے ہاں لے جائے گا----- وہاں پہنچ کر ریٹا' ہمارے لیے کام کرے گی۔" عدنان نے کہا۔

"پروگرام تو اچھا ہے لیکن مس ریٹا' پرنس فورسیا کا کردار بخوبی ادا کر سکیں گی؟"

"ریٹا کا خیال ہے کہ وہ بہ آسانی ایسا کر سکتی ہے۔ چند پراسرار لوگ' ریٹا کو ہوٹل اسپارکو میں چھوڑ جائیں گے اور پھر جب ہوٹل کے عملے کا کوئی فرد' اس کے کمرے میں جائے گا تو پرنس فورسیا دیوانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے زخمی کر دے گی۔ یہ دیوانگی ہوٹل والوں کے لیے پریشان کن ہو گی۔ وہ اس کی اطلاع پولیس کو دیں گے۔ چنانچہ' فورسیا' پولیس کی تحویل میں پہنچ جائے گی اور وہاں کسی حد تک بہتر ہو جائے گی اور سیٹھ جبار سے شناسائی کا اظہار کرے گی۔ اس طرح وہ' سیٹھ جبار کے ہاں پہنچ جائے گی اور چونکہ وہ ذہنی صدمے سے دو چار ہو گی' اس لیے اس کی ذہنی حالت بھی اعتدال پر نہیں ہو گی اور سیٹھ جبار' اس وقت تک اسے اپنے پاس رکھے گا جب تک پرنس فورسیا نارمل ہو کر' اسے ہیروں کے بارے میں نہیں بتاتی۔ اس دوران میں وہ' سیٹھ جبار سے متعلق معلومات حاصل کرتی رہے گی۔"

میں دلچسپی سے عدنان کا پروگرام سن رہا تھا۔ پھر میں نے کہا۔ "مس ریٹا کو سخت امتحان سے گزرنا ہو گا۔"

"لیکن اس کے عوض ہمیں قیمتی معلومات حاصل ہو گی۔ سیٹھ جبار نے فریدہ بہن کو سامنے لا کر' آپ کے احساسات کو جو ضرب لگائی ہے' میں' اس کا بھرپور انتقام لوں گا۔

ریٹا کی کلائی پر ایک گھڑی ہو گی جس میں ایک ٹرانسمیٹر لگا ہوا ہے۔ اس کا ریسیور' آپ کے پاس ہو گا۔ تاکہ آپ حالات سے آگاہ رہیں اور نئی ہدایات جاری کر سکیں۔"

"اوہ----- اور وہ گھڑی-----؟"

"میں نے فراہم کر لی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مس ریٹا کی حفاظت کا معقول بندوبست کیا جائے۔"

"یہ میری ذمے داری ہے' پرنس! آپ بالکل بے فکر رہیں۔"

"اس کے علاوہ' میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ریٹا کو ان تمام حالات کا علم ہے جو میرے اور سیٹھ جبار کے درمیان تنازعے کا باعث بنے ہوئے ہیں؟"

"کسی حد تک' جناب!"

"کیا مطلب-----؟"

"میں نے ریٹا کو صرف اسی حد تک حالات سے آگاہ کیا ہے جن کا تعلق' اس کے کام سے ہو گا۔"

"او۔ کے عدنان! تم نے جو کچھ کیا ہے' میں اس سے کبھی----- غیر مطمئن نہیں رہا۔"

"شکریہ' جناب! اب آپ میڈم فورسیا سے ملاقات کر لیجئے۔ وہ بھی آپ کی منتظر ہوں گی۔" عدنان نے کہا----- اور میں بھی عدنان کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

عدنان' مجھے لے کر ایک اور کمرے میں داخل ہوا۔ یہ کمرہ خالی تھا۔ عدنان نے کارنس کے نیچے لگے ہوئے دو بٹن دبائے۔ کارنس کے ساتھ ہی دیوار میں ایک چھوٹا سے خلا پیدا ہو گیا۔ ہم دونوں اس خلا سے اندر داخل ہو گئے۔

دوسری طرف ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس میں ہلکی نیلگوں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ایک مسہری پر سیاہ فام فورسیا نیم دراز تھی۔

ہمیں دیکھ کر وہ کہنیوں کے بل اوپر کو کھسکی اور مسہری کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ ہمارے پیچھے خلا پھر برابر ہو گئی تھی۔ عدنان نے بٹن دبا کر کمرے میں تیز روشنی کر دی۔

فورسیا سپاٹ نظروں سے ہماری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کے تردد کے آثار نہیں تھے۔ وہ بہت مطمئن اور پروقار نظر آ رہی تھی۔

"ہیلو-----" اس نے پاٹ دار آواز میں کہا۔

"میڈم فورسیا کے مزاج کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہوں----- تم میں سے پرنس دلاور کون ہے؟" اس نے غیر متوقع طور
پوچھا تم ہم دونوں ہی چونک پڑے۔

"آپ' پرنس دلاور کے بارے میں کیسے جانتی ہیں' میڈم؟" عدنان نے سوال
کیا----- اور فورسیا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہماری زندگی میں ایسے کھیل انوکھے نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے' جو کچھ ہم کر رہے ہیں
اس میں ہمارا واسطہ ہر قسم کے لوگوں سے پڑتا ہے۔ کبھی ہم' ان پر حاوی ہو جاتے ہیں ا
کبھی وہ ہم پر۔ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ آپ لوگ کسی غلط فہمی کی بنا پر مجھے یہا
نہیں لائے ہیں' بلکہ آپ لوگوں نے ہوٹل شانزے میں بڑی کامیابی سے افراتفری پھیلا
مجھے اغوا کیا ہے اور میرے ساتھ لاکھوں پونڈز کی مالیت کے وہ ہیرے بھی آپ لوگوں
حاصل کر لیے ہیں جو دراصل کسی اور کے لیے لائے گئے تھے----- ویسے کیا میں پو
سکتی ہوں کہ آپ دونوں میں پرنس دلاور کون ہے؟"

"آپ پرنس دلاور کے بارے میں کیوں معلوم کرنا چاہتی ہیں-----؟" عدنان
پوچھا۔

"اس لیے کہ ہم' دوستانہ ماحول میں گفتگو کر سکیں۔" فورسیا نے کہا۔ وہ ایک سلج
ہوئی عورت معلوم ہوتی تھی۔

"ٹھیک ہے' میڈم! یہ ہیں' میرے باس' پرنس دلاور۔" عدنان نے میری طرف اشا
کرتے ہوئے کہا اور فورسیا مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی----- پھر قدرے توقف
سے بولی۔

"میں نے اتنی چھوٹی عمر میں اتنا خطرناک آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے بارے
مجھے اطلاعات فراہم کر دی گئی تھیں۔"

"اور یہ اطلاعات آپ کو کہاں سے فراہم کی گئی تھیں؟"

"دیکھو بھئی' میں تمہارے قبضے میں ہوں اور تم مجھ سے ہر قسم کا سلوک کر سکتے ہ
لیکن مجھ میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ میں خواہ مخواہ کسی کی برتری قبول نہیں کرتی
تمہارے متعلق سنی سنائی باتیں ہی میرے علم میں ہیں----- اگر تم چاہو کہ ایک قیدی
حیثیت سے مجھ سے سوال کرو تو میں' تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دوں گی۔"

"ٹھیک ہے' میڈم فورسیا!" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "آپ فرمائیے کہ کیا چا
ہیں۔ میں چند باتیں آپ سے عرض کر دوں۔ وہ' ہیرے آپ کی ملکیت ہیں اور انھیں
جبار تک نہ پہنچا کر صرف آپ کو نقصان ہوا ہے تو وہ میں' آپ کو واپس دے دوں

کیونکہ ہماری' آپ سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ اگر سیٹھ جبار' انھیں خرید چکا ہے' ان کی
قیمت ادا کر چکا ہے تو میں' آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔ سیٹھ جبار کو زک دینا' میرا مشن
ہے۔"

"ویری گڈ! یہ ہوئی نا بات دوستی کی----- لیکن میرا نام فورسیا ہے' ڈیئر پرنس! میں
ہار کر بھی اتنی ہی خوش ہوتی ہوں۔ جتنا جیت کر۔ یہ سب کچھ میرا مشغلہ ہے' میری روزی
کا ذریعہ نہیں۔ ویسے یہ ہیرے سو فی صدی سیٹھ جبار کی ملکیت ہیں۔ وہ' ان کی ادائیگی کر
چکا ہے۔ اب مجھے صرف ان ہیروں کی وصولیابی کی رسید وصول کرنی ہے جو بہرطور میں
حاصل کر لوں گی۔ میرے یہاں پہنچنے کے بعد' اس کی ذمے داری ہوتی ہے کہ وہ' میرے
تحفظ کا مکمل بندوبست کرے۔ میرا کام اتنا تھا کہ میں اپنی حیثیت کی آڑ میں' انھیں کسٹم
وغیرہ سے نکال لاؤں۔ ائرپورٹ سے باہر آنے کے بعد' گویا ہیرے سیٹھ جبار کی تحویل میں
پہنچ گئے۔ اب اس کے بعد جو نقصان ہو گا' وہ سیٹھ جبار کا ہو گا' میرا اس سے کوئی تعلق
نہیں۔"

فورسیا نے واقعی ہمیں حیران کر دیا تھا۔ اگر وہ چاہتی تو آسانی سے میری دی ہوئی
مراعات سے فائدہ اٹھا سکتی تھی----- لیکن اس نے بڑے پر وقار انداز میں ہیرے' سیٹھ
جبار کی ملکیت قرار دے دیئے تھے اور اپنی ملکیت ظاہر کر کے' انھیں حاصل کرنے کی
کوشش نہیں کی تھی۔ اس بات سے میرے دل میں اس کا احترام بڑھ گیا تھا۔

ہر چند کہ فورسیا اسمگلر تھی لیکن بہر حال ایک اصول پرست----- عورت تھی۔ میں
نے اس کے ان الفاظ کو سراہتے ہوئے کہا۔

"بلاشبہ' پرنسس فورسیا! آپ نے کسی ریاست کی شہزادی ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ آپ
کے ان الفاظ کا میں دل سے احترام کرتا ہوں۔ میرا جھگڑا سیٹھ جبار سے ہے۔ اگر آپ
محسوس کرتی ہیں کہ ہیرے میری تحویل میں آجانے کے بعد' آپ کو ذاتی طور پر کوئی نقصان
پہنچا ہے تو میں مخلصانہ طور پر آپ کو ہیرے واپس کرنے کو تیار ہوں۔ سیٹھ جبار کو ذہنی
کرب میں مبتلا کرنے کے بعد' میں' آپ کو نہایت عزت و احترام سے الوداع کہوں گا۔"

"شکریہ----- مجھے' سیٹھ جبار سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ وہ تنہا شخص نہیں ہے'
جس سے میرا کاروبار ہے۔ میں تو دنیا کے بیشتر ممالک میں بہت سے لوگوں کے لیے کام کرتی
ہوں۔"

میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"شاید تم حیران ہو کہ میں ایک ریاست کی شہزادی ہونے کے باوجود' یہ سب کچھ کیوں

کرتی ہوں۔"

"قدرتی بات ہے۔" میں نے کہا۔

"تم یہ سن کر مزید حیران ہو گے کہ میں یہ سب کچھ سرکاری طور پر کرتی ہوں----- دراصل ہماری ریاست بہت چھوٹی سی ہے اور ہم قدرتی ----- وسائل سے بھی محروم ہیں۔ اپنے عوام کو زندہ رکھنے کے لیے ہمیں سخت جدو جہد کرنا پڑتی ہے۔ میرا بھائی اس ریاست کا حکمران ہے اور میں بھی اپنی ریاست میں ایک بڑی عہدے دار ہوں----- میں ایسے کاموں کے لیے جب بھی کسی دورے پر نکلتی ہوں تو وہاں کی حکومت کو اپنے بارے میں آگاہ نہیں کرتی یعنی کسی بھی ملک میں میری آمد' سرکاری سطح پر نہیں ہوتی۔ میری یہاں آمد بھی خفیہ ہے اور میں ایک عام افریقی شہری کی حیثیت سے آئی ہوں----- اور میں نے یہ سب کچھ صرف اس لیے بتا دیا ہے کہ ایک باظرف دشمن میرے سامنے ہے۔" پرنس فورسیا نے کہا۔

"نہیں' پرنس! آپ مجھے دشمن نہ سمجھیں----- میں' آپ کا دوست ہوں اور آپ کو اس دوست سے مایوسی نہیں ہو گی۔" میں نے خلوص سے کہا۔

پرنس فورسیا' مسہری سے اتر آئی۔ چند قدم آگے بڑھ کر اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور میں نے نہایت گرم جوشی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"شکریہ پرنس! میں اس نئی دوستی کو خوش آمدید کہتی ہوں۔ جیسا کہ میں' تمہیں بتا چکی ہوں کہ ہیروں سے اب میرا کوئی تعلق نہیں رہا۔ وہ سیٹھ جبار کی ملکیت ہیں۔ اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ ہیرے اس کے ملک میں پہنچانے میں' میں اس سے تعاون کروں۔ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب وہ خود ان کی حفاظت نہ کر سکا تو یہ اس کا قصور ہے----- اور چونکہ آپ کی سیٹھ جبار سے دشمنی ہے اور آپ' میری وساطت سے اسے کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے پندرہ دن ہیں' ان پندرہ دنوں میں آپ جو چاہیں کریں۔ لیکن اس کے بعد مجھے آزاد کر دیں تاکہ میں اپنے وطن واپس چلی جاؤں۔ اگر اس دوران میں' سیٹھ جبار نے آپ سے ہیرے حاصل کر کے' مجھے آزاد کرا لیا تو تب بھی ایک اچھے انسان کی حیثیت سے میں آپ کو یاد رکھوں گی۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "بڑی دلچسپ گفتگو ہے' آپ کی۔ بہرحال----- آپ پندرہ دن کے آزمائشی عرصے میں' سیٹھ جبار کو دیکھ لیں۔ اس دوران میں آپ' مجھے میزبانی کا شرف بخشیں۔ اس کے بعد اگر آپ پسند کریں تو ہمارے درمیان بھی کاروباری معاملات طے ہو سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کے علاوہ بھی میں' آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔"

"جی فرمایئے۔"

"میرے ان پانچوں آدمیوں کے بارے میں آپ کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں؟"

"نہیں۔ آپ کو وہاں سے حاصل کرنے کے بعد ہم نے ان پر توجہ نہیں دی تھی۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اگر وہ آزاد ہیں تو کسی نہ کسی طرح وہ یہاں ہر حالت میں پہنچیں گے۔ آپ اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ وہ انھیں نقصان نہ پہنچائیں' صرف گرفتار کر لیں۔"

"گویا وہ اپنے طور پر یہاں پہنچیں گے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں یقیناً----- آپ نہیں جانتے۔ وہ پانچوں دنیا کے بہترین آدمی ہیں' مختلف صفات کے مالک----- ٹابو' مارشل آرٹس کا ماہر ہے----- جوزف بہترین الیکٹریکل انجینئر ہے' مارتوش ایک بڑا مہم جو ہے اور بہترین نشانے باز جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ اسی طرح فائزر بھی بے مثال قوتوں کا مالک ہے اور ان میں اہم ترین شخصیت لوبو کی ہے۔ لوبو بچپن سے میرے ساتھ پلا ہے۔ ویسے بھی وہ میرا چچا زاد ہے۔ مجھے بے پناہ چاہتا ہے اور میری بو' اس کے نتھنوں میں اس طرح رچی ہوئی ہے کہ اگر میں پچاس میل کے دائرے میں ہوں تو وہ مجھے یقیناً تلاش کر لے گا۔ بلکہ ممکن ہے' وہ میری راہ پر لگ بھی گیا ہو۔ پلیز' ان میں سے کسی کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے' پرنس فورسیا! دوستی اور خیر سگالی کے اظہار کے طور پر ایسا ہی کیا جائے گا لیکن اگر انھوں نے یہاں پہنچتے ہی----- قتل و غارت گری شروع کر دی تو-----؟"

"یہ سب آپ کی صلاحیتوں پر منحصر ہے' پرنس! کہ آپ کس طرح انھیں قابو میں کرتے ہیں۔"

"او۔ کے' پرنس فورسیا! اگر وہ لوگ یہاں تک پہنچ گئے تو انھیں یہاں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"بہت بہت شکریہ----- اور اب آپ بھی بھروسہ کیجئے کہ میں پندرہ دنوں سے پہلے یہاں سے نکلنے کی کوشش نہیں کروں گی۔"

اس کے بعد' ہم لوگ تقریباً" آدھے گھنٹے تک وہاں بیٹھے کافی پیتے رہے۔ پرنس فورسیا' مجھے اپنی ریاست کے بارے میں بتاتی رہی پھر ہم نے اس سے اجازت چاہی۔

"کیا خیال ہے' تمہارا؟" وہاں سے نکلنے کے بعد میں نے عدنان سے پوچھا۔

"متاثر کن شخصیت کی مالک ہے---- اور یقیناً سچ بول رہی ہے۔"

"ہاں' اس میں کوئی شک نہیں۔ ویسے کیا خیال ہے' سیٹھ جبار تلملا نہیں جائے گا۔"

"یقیناً پرنس---- میں' آپ سے متفق ہوں۔"

"لیکن ان سیاہ فاموں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کی نشاندہی پرنس فورسیا نے کی ہے۔"

"یہ افریقی بلاشبہ عجیب و غریب قوتوں کے مالک ہوتے ہیں---- بہرطور' ان کے لیے بھی کوئی معقول بندوبست کیا جائے گا۔"

"وہ خطرناک بھی ہو سکتے ہیں' عدنان! انھیں فوری طور پر کیسے رد کو گے؟"

"میں' اس کے لیے انتظامات کر لوں گا' پرنس! آپ اس کی فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے' عدنان! میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ہر کام پوری توجہ سے ہو اور دونوں طرف سے کسی کا جانی نقصان نہ ہو۔"

"بے فکر رہیں' سب کچھ آپ کی مرضی کے مطابق ہو گا۔ میرے ذہن میں صرف یہ تردد ہے کہ وہ سیاہ فام کہیں سیٹھ جبار کے ہاتھ نہ لگ جائیں اور اس کے آلہ کار بن کر ہمارے خلاف صف آرا نہ ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو صورت حال سنگین ہو جائے گی۔"

"تمہارا خیال درست ہے' عدنان! اس سلسلے میں صرف ایک کارروائی کی جا سکتی ہے' وہ یہ کہ تم اپنے آدمیوں کو ہدایت کر دو' اگر وہ سیاہ فام' ان تک پہنچیں تو ان پر تشدد نہ کیا جائے بلکہ انھیں بے ہوش کر کے تم تک پہنچا دیا جائے۔"

"ٹھیک ہے' پرنس! میں آپ کی ہدایت کے مطابق عمل کروں گا۔"

"بس تو پھر مجھے اجازت دو۔" میں نے کہا اور باہر نکل آیا۔

"بڑے دلچسپ واقعات تھے اور واقعات کی یہ کروٹ بڑی سنسنی خیز تھی۔ سیٹھ جبار بلاشبہ مضبوط اعصاب کا آدمی تھا۔ اتنے بڑے بڑے نقصانات اٹھانے کے باوجود زندہ تھا اور سب کچھ برداشت کر رہا تھا---- بس اینجل کے معاملے میں کچھ تاخیر ہو گئی تھی ورنہ سیٹھ جبار کا اپنی جگہ رہنا مشکل ہو جاتا۔ اگر اینجل ہاتھ آ جاتی تو فریدہ اور امی کا حصول بھی آسان ہو جاتا۔

کار ایک سگنل پر رکی تو میں خیالات کی دنیا سے نکل آیا۔ اطراف میں بہت سی گاڑیاں کھڑی تھیں---- ایک گاڑی پر نظر پڑتے ہی میں بری طرح چونک پڑا۔ ایک چمک دار گاڑی میں پچھلی نشست پر جو شخصیت براجمان تھی' وہ میرے لیے ناقابل یقین تھی۔ مجھے اپنی آنکھوں پر دھوکا ہونے لگا۔ اسی وقت سگنل کھلا اور وہ کار تیز رفتاری سے آگے بڑھ

گئی۔ میں نے بدحواسی کے عالم میں گاڑی کو آگے بڑھانا چاہا تو گاڑی ایک جھٹکے سے بند ہو گئی۔ اس دوران میں وہ چمک دار گاڑی کافی آگے نکل چکی تھی۔ میں نے دوبارہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی لیکن اب دیر ہو چکی تھی---- اگر میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا رہی تھیں تو وہ طارق تھا---- وہی طارق جو مر چکا تھا۔

میری نگاہوں نے دھوکا نہیں کھایا تھا' حالانکہ گاڑیوں کے درمیان شیشے کے دوسری طرف سے میں نے اسے دیکھا تھا لیکن اب میرا ذہن اتنا کمزور بھی نہیں تھا کہ کسی مفروضے کا شکار ہوتا۔ وہ طارق ہی تھا' سو فیصد طارق۔ مجھے اس پر اس قدر حیرت نہ ہوتی اگر میں اس کی موت کی خبر نہ سن لیتا لیکن پھر میں نے سوچا کہ ممکن ہے یہ اطلاع غلط ہو۔ ظاہر ہے جس نے مجھے یہ اطلاع دی تھی اس تک بھی کسی اور ذریعے سے ہی پہنچی ہو گی۔ خود اس نے اپنی آنکھوں سے طارق کو مرتے ہوئے نہ دیکھا ہو گا۔ بہرطور طارق علاج کی غرض سے لندن گیا تھا اور اب وہ واپس آ گیا۔ اس کا ایک ہاتھ میری بھینٹ چڑھ چکا تھا اور آخری جنگ میں اس کی شکل بھی بگڑ گئی تھی لیکن یورپ میں اس کا علاج ہوا ہو گا' اور ممکن ہے سیٹھ جبار نے ہی اس کی موت کی اطلاع عام کی ہو۔ اس نے سوچا ہو کہ اب پرنس دلاور کی حیثیت سے میرے وسائل بڑھ گئے ہیں کہیں طارق کو اپنا دشمن سمجھتے ہوئے میں اسے یورپ میں تلاش نہ کروں' اس لیے اس نے طارق کی حفاظت کی تھی کیونکہ وہ اس کا پہلا ساتھی تھا اور اس کے کالے کرتوتوں کا سب سے بڑا رازدار۔

سگنل سے آگے بڑھ کر میں نے دور تک اس کار کو تلاش کرنے کی ناکام کوشش کی۔ غلطی میری تھی۔ میں نے کار کا نمبر نہیں دیکھا اور لمحہ بھر کے لیے ذہنی جھٹکے سے معطل ہو گیا' ورنہ طارق کے بارے میں معلومات حاصل کر لینا زیادہ مشکل نہ ہوتا' ویسے یہ بات تو تسلیم شدہ تھی کہ طارق نے کہیں اور پناہ نہ لی ہو گی۔ وہ یقیناً سیٹھ جبار کی کوٹھی میں تھا بلکہ ممکن ہے آج ہی یہاں پہنچا ہو۔ میں نے مجنونانہ کارروائی ترک کر دی کیونکہ اس کی تلاش میں کار دوڑانا عقلمندی کی بات نہیں تھی اگر وہ یہاں ہے تو اس سے مڈبھیڑ کہیں بھی ہو سکتی ہے چنانچہ میں نے کار کا رخ اپنی کوٹھی کی سمت موڑ لیا۔

کئی دن سے پروفیسر وغیرہ سے نہ تو ملاقات ہوئی تھی اور نہ ہی فون پر گفتگو ہوئی تھی چنانچہ فینی سے یہاں کے حالات معلوم کرنے کے بعد میں نے پروفیسر کو فون کیا۔ سرخاب سے بات ہوئی تو اس نے خیریت کی اطلاع دیتے ہوئے میری مصروفیات کے بارے میں دریافت کیا۔ میں نے اسے مطمئن کر دیا اور فون بند کر کے آرام کرنے چلا گیا۔

دوسرے دن تقریباً" گیارہ بجے عدنان آیا۔ وہ ٹرانسمیٹر سیٹ کا ریسیور لایا تھا۔ کافی بڑا

باکس تھا جس میں بہت سے ٹرانسمیٹروں کے ریسیور تھے۔ ان پر نمبر پڑے ہوئے تھے۔ عدنان نے مجھے بتایا کہ یہ ٹرانسمیٹر واچ اس نے جاپان سے منگوائی ہیں۔ کافی دن پہلے اس نے ان کا آرڈر دیا تھا یہ اس کا مین ریسیور تھا۔ ویسے تمام ٹرانسمیٹر واچز پر ایک دوسرے کے پیغامات وصول کیے جا سکتے ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ یہ گھڑیاں اپنے خاص لوگوں کو فراہم کرے گا تاکہ ٹیلی فون کے جھگڑے سے نجات مل جائے اور یہ احساس ذہن سے مٹ جائے کہ آپس میں ہونے والی گفتگو کہیں سنی جا سکتی ہے۔ میں نے عدنان سے کہا کہ ان میں سے ایک گھڑی وہ مجھے بھی فراہم کرے۔

"میں خود ہی آپ کو پیش کرنے والا تھا! پرنس' براہ کرم!" یہ کہتے ہوئے اس نے گردن جھکا دی اور جیب سے ایک خوبصورت سی گھڑی نکال کر مجھے دے دی۔ یہ نہایت قیمتی اور نفیس گھڑی تھی۔ عدنان اسے آپریٹ کرنے کا طریقہ بتانے لگا۔

"یہ تو واقعی بے حد خوبصورت ہے اور عام حالات میں اسے کلائی پر بھی باندھا جا سکتا ہے۔"

"میں نے اس بات کا خاص طور سے خیال رکھا تھا' پرنس! تمام گھڑیاں مختلف ڈیزائن کی ہیں لیکن ان میں نصب ٹرانسمیٹروں کی فریکونسی ایک ہی ہے۔ میں انھیں اپنے خاص خاص آدمیوں میں تقسیم کروں گا۔ اگر آپ کو زیادہ کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لیجئے' میرا مطلب ہے تغلق خان وغیرہ کے لیے۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے۔ ویسے تم نے کتنی گھڑیاں منگوائی ہیں؟"

"فی الحال تو بیس گھڑیاں منگوائی ہیں اور یہ ان کا مین ریسیور ہے۔ زیادہ گھڑیوں کا آسانی سے نکل آنا ممکن نہ تھا۔ ویسے مجھے کچھ اور چیزیں بھی منگوانی ہیں۔ اگر پرنس ولاور نے جاپان کا کبھی رخ کیا تو اسی کے ذریعے یہ سامان منگواؤں گا۔ میری مراد اپنے شپ سے ہے۔"

"ٹھیک ہے' لیکن اس سامان کی ایک فہرست مجھے بھی دینا۔"

"او۔ کے' باس!" عدنان نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اس کے بعد وہ مجھے مین ریسیور آپریٹ کرنے کا طریقہ بتانے لگا اور پھر اس نے سات نمبر کی فریکونسی سیٹ کر دی۔ میں دلچسپی سے ریسیور سیٹ کو دیکھنے لگا جس کے اسپیکر سے اب آوازیں ابھر رہی تھیں۔ یہ گنگناہٹ کی ہلکی ہلکی آوازیں تھیں۔ میں نے تعجب سے استفہامیہ نظروں سے عدنان کو دیکھا وہ ہولے سے مسکرا دیا۔ شاید وہ میرا مطلب بھانپ گیا تھا۔

"پرنس فورسیا' سپارکو کے کمرہ نمبر پینتیس میں پہنچ چکی ہیں اور اس وقت وہ اپنی

مادری زبان میں گنگنا رہی ہیں۔" عدنان نے کچھ اس طرح سے کہا کہ مجھے ہنسی آ گئی۔

"ویری گڈ! تم نے اسے کب منتقل کیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"رات کو دو بجے پروگرام کے مطابق' ان افراد میں' میں بھی شامل تھا جو فورسیا کو ہوٹل سپارکو پہنچانے گئے تھے۔ میں ایک بوڑھے آدمی کے میک اپ میں تھا۔ میں نے مینیجر سے کہا کہ یہ بیمار ہیں اور انھیں بغرض علاج لایا گیا ہے۔ ہمیں فوری طور پر کمرہ درکار ہے۔ مینیجر نے فوراً" ہی کمرہ مہیا کر دیا تھا۔ میں نے ڈبل روم لیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ میں بھی اس کے ساتھ رہوں گا اس لیے وہ مطمئن تھا۔۔۔۔۔ لیکن اب پرنس تنہا ہے۔ اور ہوش میں آنے کے بعد وہ کسی کو۔۔۔۔۔" دفعتاً" عدنان رک گیا۔۔۔۔۔ ٹرانسمیٹر پر دستک سنائی دی تھی اور پھر قدموں کی چاپ' غالباً" دروازہ کھولا گیا تھا اس کے ساتھ ہی کسی نامعلوم زبان میں ریٹا کی دھاڑیں سنائی دیں۔ پھر کچھ دھماکے ہوئے اور اس کے بعد ایک گھبرائی گھبرائی سی آواز۔ اچھا خاصا ہنگامہ ہو گیا تھا۔

"کیا ریٹا اسی وقت کا انتظار کر رہی تھی؟" میں نے گھورتے ہوئے عدنان سے پوچھا۔

"جی ہاں! اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ ساڑھے گیارہ بجے اپنا ڈرامہ شروع کر دے۔" عدنان نے جواب دیا اور میں نے متحیرانہ انداز میں گردن ہلا دی۔ ٹرانسمیٹر پر اب افریقی زبان میں کسی وحشیانہ نغمے کی کونج سنائی دے رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی توڑ پھوڑ کی آوازیں بھی آ رہی تھیں پھر بہت سے آدمیوں کا شور سنائی دیا۔ گویا فورسیا کے روپ میں ریٹا اپنا کام شروع کر چکی تھی۔

"سنئے تو سہی' سنئے تو پلیز' مس پلیز! آہ!" برتن کی کھنکھناہٹ کے ساتھ ہی ایک کراہ سنائی دی اور اس کے بعد پھرتی سے دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ اب شور کی مدھم مدھم آوازیں ابھر رہی تھیں غالباً" یہ شور ریٹا کے کمرے سے باہر ہو رہا تھا۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ کبھی کبھی کوئی چھوٹا موٹا دھماکہ سنائی دے جاتا اور اس کے ساتھ ہی وحشیانہ قہقہے ابھرنے لگتے۔ عدنان نے مسکراتے ہوئے میری طرف دیکھا اور میں بھی مسکرا دیا۔

"یہ ریٹا واقعی کام کی لڑکی ثابت ہو رہی ہے۔" ہم ان آوازوں کو سنتے رہے۔ آدھے گھنٹے تک کوئی خاص بات نہ ہوئی لیکن اس کے بعد ایک بار پھر دروازہ کھولا گیا اور ریٹا نے ریل کے انجن کی سیٹی کی آواز نکالی۔

"اوہ یہ افریقی نژاد ہے۔" ایک آواز ابھری۔

"یس سر! بس رات کو تقریباً" دو یا ڈھائی بجے۔ دو تین افراد کے ساتھ آئی تھی۔ ایک بوڑھا آدمی بھی اس کے ساتھ تھا لیکن ویٹر کا کہنا ہے کہ صبح کو اس نے بوڑھے کو نہیں

دیکھا تھا۔"

"صبح کو ویٹر نے اس کے کمرے میں ناشتہ پہنچایا تھا اور اس نے پر سکون انداز میں ناشتہ کیا تھا۔ پھر پتہ نہیں کیا ہو گیا۔"

"ناشتے کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ برتن کہاں ہیں جن میں اسے ناشتہ دیا گیا تھا؟"

"جناب عالی' ایسی کوئی بات نہیں۔ اس وقت بہت سے کمروں میں ناشتہ سپلائی کیا گیا تھا۔ آپ کچن کی تلاشی لے سکتے ہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی۔"

"اس کا سامان؟"

"سس------ سامان!" بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی اور پھر اسی آواز نے کسی اور کو پکارا۔

"اے رمضان! ان کے ساتھ سامان نہیں تھا۔"

"تھا صاحب! ایک بڑا سا سوٹ کیس تھا۔"

"تلاش کرو' وہ کہاں ہے؟"

"جی صاحب!" جواب ملا' لیکن شاید سوٹ کیس کی تلاش میں ناکامی ہوئی تھی۔ عدنان آہستہ سے بولا۔

"سوٹ کیس میں واپس لے آیا تھا۔" بہر حال یہ اندازہ لگانے میں دقت نہ ہوئی کہ پولیس پہنچ چکی ہے اور یہ گفتگو غالباً" پولیس آفیسر اور مینجر کے درمیان ہو رہی تھی۔

"تم کیا چاہتے ہو مینجر! اور اس سلسلے میں تمہارا کیا بیان ہے؟" پولیس آفیسر کی آواز سنائی دی۔

"جناب عالی! ہوٹل میں تو بہت سے لوگ آتے رہتے ہیں۔ بظاہر یہ صحیح الدماغ تھیں اور صبح سے ان کی کیفیت بھی ٹھیک تھی۔ یہ کوئی دورہ پڑا ہے شاید! آہ' دیکھئے انھوں نے تمام فرنیچر کو تباہ کر کے رکھ دیا' بڑے قیمتی ڈیکوریشن پیس تھے۔" مینجر کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی پھر وہ دوبارہ گویا ہوا۔

"براہ کرام! آپ انھیں اپنی تحویل میں لے لیجئے' ہم اپنے ہوٹل میں افراتفری نہیں چاہتے۔ آپ کو علم ہے کہ سپارکو کا ایک معیار ہے۔ ہمارے دوسرے مہمانوں کو تکلیف ہو گی۔"

"ٹھیک ہے مینجر! لیکن آپ کو بھی اس سلسلے میں پریشانیوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ ویسے میرا ماتحت آپ کا کچن چیک ضرور کرے گا------ جاوید! تم دو آدمیوں کے ساتھ چلے جاؤ۔ کچن کے تمام سامان کو اپنی تحویل میں لے لو اور اس کے تھوڑے تھوڑے سے

نمونے حاصل کر کے انھیں کیمیاوی تجزیے کے لیے بھجوا دو' میں انہیں لے کر چلتا ہوں۔ میرے خیال میں انھیں پولیس ہاسپٹل لے جانا مناسب ہو گا۔" یہ اسی پولیس آفیسر کی آواز تھی۔ اس کے بعد قدموں کی چاپ کے علاوہ اور کوئی آواز سنائی نہ دی۔ پھر کسی کار کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ گویا سارا ڈرامہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا۔ عدنان نے گھڑی کا وہ کمال دکھایا تھا جو بے مثال تھا پھر غالباً" ریٹا پولیس ہاسپٹل پہنچ گئی لیکن اب وہ پر سکون تھی۔ عدنان نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔

"کیا خیال ہے پرنس! یہ انتظام مناسب ہے؟

"ہاں بالکل عدنان۔ تم نے تو کمال ہی کر دیا۔ واقعی میرے لیے یہ دلچسپ مشغلہ ہے۔ آج تو سارا دن اسی وائرلیس سیٹ کے سامنے گزرے گا۔"

"مجھے اجازت دیجئے پرنس اگر کوئی خاص بات ہو تو دفتر رنگ کر لیجئے گا۔"

"ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔" میں نے کہا اور عدنان چلا گیا واقعی ایک دلچسپ مشغلہ تھا میرے لیے۔ آج کے دوسرے تمام پروگرام ترک کر دینے پڑے تھے۔

فینی کمرے میں آئی تو میں' وائرلیس سیٹ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس پر ابھرنے والی آوازیں سننے لگی۔ قدموں کی چاپ اور کچھ------ ہلکی ہلکی سی آوازیں۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا تو میں نے کہا۔

"آج کا سارا دن اسی انداز میں گزرے گا فینی۔ میرے لیے کافی بھجوا دو اور باقی کوئی پروگرام نہیں ہونا چاہیے۔"

"بہتر جناب۔ جو حکم۔" فینی نے جواب دیا اور چلی گئی۔ کافی آ گئی ابھی تک کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی بس ویسی ہی ہلکی ہلکی آوازیں آہستہ آہستہ ابھر رہی تھیں۔

پھر غالباً" کچھ افراد اندر آئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے' یہ ڈاکٹر تھے جو سب ریٹا کے بارے میں تبصرہ کر رہے تھے۔ انھوں نے اس کی اس کیفیت کو کوئی ذہنی دورہ ہی قرار دیا تھا۔ پھر ان میں سے کسی نے انکشاف کیا کہ یہ اذیتوں کا شکار ہوئی ہے۔ غالباً" ان کے ساتھ پولیس آفیسر بھی تھا۔ پولیس آفیسر ڈاکٹروں سے اس سلسلے میں سوالات کرنے لگا۔ ڈاکٹروں میں سے کسی ایک نے کہا کہ وہ اسے ذہنی سکون کا انجکشن دے رہے ہیں اگر یہ سو جائے تو ممکن ہے اس کی ذہنی حالت بحال ہو جائے۔ انھوں نے پولیس آفیسر سے درخواست کی تھی کہ وہ اس وقت تک لیے اپنی تحقیقات ترک کر دے جب تک وہ اس انجکشن کا اثر نہ دیکھ لیں اور پولیس آفیسر نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ اس کے بعد پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ قدموں کی چاپ سنائی دی شاید ڈاکٹر اپنا کام کر کے واپس چلے گئے

تھے۔ تقریباً" تین چار منٹ بعد ٹرانسمیٹر سیٹ پر ایک سرگوشی سنائی دی۔

"ہیلو۔ ہیلو۔ کوئی سیٹ پر موجود ہے؟"

"ہاں۔ ریٹا میں موجود ہوں پرنس دلاور۔"

"اوہ۔ سر صورت حال ذرا گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"کیا بات ہے؟"

"سر۔ انھوں نے مجھے نیند کا انجکشن دیا ہے۔ اب میرے ذہن میں سناٹا سا طاری ہو رہا ہے۔ میرا خیال ہے میں سو جاؤں گی اس واچ ٹرانسمیٹر میں ایک تھوڑی سی گڑبڑ ہے سر' یہ آن رہتا ہے تو اس میں ایک ننھا سا سرخ بلب اسپارک کرتا رہتا ہے ہم نے پہلے اس پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ تو اتفاقیہ طور پر میری نگاہ اس بلب پر جا پڑی۔ گو اس کی روشنی زیادہ نہیں ہے لیکن اسکا جلنا بجھنا صاف دیکھا جا سکتا ہے' مجھے جب یہ احساس ہوا سر تو میں نے اپنا ہاتھ اس پوزیشن میں رکھا کہ ڈائل کسی کو نظر نہ آئے لیکن بے ہوش ہونے کے بعد میں اپنا یہ عمل جاری نہ رکھ سکو گی اس لیے براہ کرم آپ سیٹ بند کر دیں میں بھی اس کا سوئچ آف کر رہی ہوں۔" ریٹا کی سرگوشی میں غنودگی کا احساس صاف جھلک رہا تھا۔ میں نے جلدی سے کہا۔

"ٹھیک ہے ریٹا! تم اسے بند کر دو۔ جس وقت بھی ہوش میں آؤ اور حالات ساز گار دیکھو تو رابطہ قائم رکھنا۔"

"ٹھیک ہے خدا حافظ پرنس۔" ریٹا نے جواب دیا اور سلسلہ منقطع ہو گیا۔ میں نے سوئچ آف کر کے اسے دوبارہ آن کیا اور اس بار میں نے دو نمبر لگا دیا جو میری اپنی ٹرانسمیٹر واچ کا تھا۔ ٹرانسمیٹر واچ کا ڈائل بظاہر سپاٹ اور عام قسم کا تھا لیکن میں نے اس کے ایک حصے میں سرخ رنگ کا بلب روشن دیکھا۔ درحقیقت یہ ننھا سا بلب بہت زیادہ واضح نہیں تھا لیکن اگر تاریکی ہوتی تو اس کی روشنی نمایاں ہو جاتی۔ وہ مسلسل اسپارک کر رہا تھا۔ ریٹا کا کہنا درست تھا بے ہوشی کے عالم میں اس روشنی کو چھپانا ممکن نہیں تھا۔

بہر طور اب تو مجبوری تھی میں مسلسل اس کے سامنے تو نہیں بیٹھا رہ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے فینی کی ڈیوٹی لگا دی اور اسے ہدایت کی کہ وہ اس وائرلیس سیٹ کے سامنے بیٹھی رہے۔ فینی بے چاری تو میرے احکامات کی پابندی ہی کرتی تھی چنانچہ اس نے یہ ڈیوٹی سنبھال لی۔ پورا دن گزر گیا ٹرانسمیٹر پر اور کوئی پیغام موصول نہیں ہوا تھا پھر میں نے فینی کی ڈیوٹی ختم کر کے مس نادرہ کو یہ ذمے داری سونپ دی۔

رات کو تقریباً" پونے دس بجے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا تھا میں اس وقت سیٹ

کے قریب ہی موجود تھا۔ نادرہ سیٹ آپریٹ کر رہی تھی اس نے جلدی سے مجھے متوجہ کیا اور میں سیٹ کے قریب پہنچ گیا۔

"ہیلو۔ ہیلو پرنس۔ ریٹا بول رہی ہوں۔"

"ہیلو ریٹا کیسے مزاج ہیں؟"

"سارا دن سوتی رہی پرنس۔ اب جاگی ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے کچھ پولیس آفیسر میرے پاس آئے تھے میں نے صحیح الدماغی کا مظاہرہ کیا۔ بس کراہتی رہی۔ میری تصویریں حاصل کی گئی ہیں اور کوئی خاص بات نہیں۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ مجھے اذیتیں دی گئی ہیں جن کی وجہ سے میرا دماغی توازن الٹ گیا ہے لیکن کبھی کبھی میں نارمل بھی ہو جاتی ہوں۔ کوئی خاص ہدایت ہو تو فرمایئے۔"

"نہیں ریٹا۔ کوئی ہدایت نہیں ہے رات کو سکون سے سو جاؤ اگر کوئی تبدیلی ہو تو اطلاع دینا۔ ویسے چار چار گھنٹے کے بعد اگر ممکن ہو سکے اور کوئی خاص دقت نہ ہو تو اطلاع دیتی رہو۔ ہر چار گھنٹے کے بعد ہم تمہاری طرف سے اطلاع کا انتظار کریں گے۔"

"او کے سر' ویسے اگر چوتھے گھنٹے میں میری طرف سے آپ کو کوئی اطلاع نہ ملے تو انتظار کر لیجئے گا کیونکہ ممکن ہے میں ہوش میں نہ ہوؤں یا پھر ایسی صورت حال ہو کہ میں آپ کو اس سے آگاہ نہ کر سکو۔"

"ٹھیک ہے بالکل ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا اور ریٹا کی طرف سے آواز آنا بند ہو گئی۔ وقت دیکھ لیا گیا تھا میں نے فینی کو ہدایت کر دی کہ چار گھنٹے کے بعد دوبارہ اپنی ڈیوٹی سنبھال لے اور فینی سر ہلا کر باہر نکل گئی۔

دوسرے دن میں نے اخبار میں ریٹا کی تصویر دیکھی۔ پولیس کی طرف سے چھوٹا سا اشتہار دیا گیا تھا کہ یہ خاتون جو ذہنی توازن کھو چکی ہیں۔ پولیس کو ملی ہیں اگر ان کا کوئی شناسا موجود ہو تو پولیس سے رابطہ قائم کرے گویا پولیس افسران نے ریٹا کی تصویر اسی لیے حاصل کی تھی۔

بہرصورت عدنان کا سارا پروگرام حرف بہ حرف کامیاب ہو رہا تھا اب اس کے بعد مجھے ریٹا کی طرف سے ملنے والی اطلاع کا انتظار تھا۔ چار گھنٹے گزرے' آٹھ گھنٹے اور پھر پورا دن گزر گیا لیکن ریٹا کی طرف سے کوئی پیغام موصول نہ ہوا' ہم خود اس سے گفتگو کرنے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے۔ میں نے عدنان کو اس بارے میں اطلاع دی تو اس نے کہا کہ وہ ابھی معلومات حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے۔ رات ساڑھے گیارہ بجے عدنان نے اطلاع دی کہ ریٹا پولیس اسپتال سے لے جائی جا چکی ہے۔ کون لے گیا ہے اور کہاں لے گیا ہے

یہ نہیں معلوم ہو سکا۔

مجھے کسی قدر بے چینی سی ہونے لگی تھی۔ ساری رات گزر گئی فینی اور نادرہ نے حسب معمول اپنی ڈیوٹی انجام دی تھی تو پھر دوسرا دن بھی پورا گزر گیا اب ہمیں اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ ریٹا کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے۔ عدنان بے چارہ اپنی تمام تر کوششوں میں مصروف تھا۔

دوسری طرف وہ پرنس فورسیا کی خبرگیری بھی کر رہا تھا اور اس کے آدمی عمارت کے اطراف میں پھیلے ہوئے تھے لیکن اس طرف سے بھی کوئی خاص پیغام موصول نہ ہوا۔

چوتھے دن صبح تقریباً" آٹھ بجے جب کہ میں سویا ہوا تھا۔ فینی دوڑتی ہوئی میرے پاس پہنچی۔

"پرنس براہ کرم جاگیئے۔ ریٹا کی طرف سے پیغام موصول ہوا ہے۔ وہ آپ سے بات کرنا چاہتی ہے۔" میں جس حالت میں تھا اسی حالت میں اٹھ کر دوڑتا ہوا اس کمرے میں پہنچ گیا جہاں وائرلیس سیٹ موجود تھا۔ اس کا سوئچ آن تھا اور ریٹا دوسری طرف انتظاو کر رہی تھی۔

"ہیلو ریٹا۔ پرنس دلاور بول رہا ہوں۔"

"ہیلو پرنس۔ کیسے مزاج ہیں؟"

"ٹھیک ہوں ریٹا۔ چار دن سے تمھاری طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔"

"گڑ بڑ ہو گئی ہے پرنس۔ صورت حال بڑی پریشان کن ہے میں نہیں جانتی کہ آنے والے لمحات میرے لیے کیسے ثابت ہوں؟"

"کیا ہوا مجھے بتاؤ۔ ہوا کیا؟"

"پرنس شاید آپ کسی حد تک حالات سے آگاہ ہوں۔ جس عرصے میں، میں آپ سے رابطہ قائم نہ کر سکی اس میں جو واقعات پیش آئے ہیں ان کی تفصیل یوں ہے۔ غالباً" میری تصویر اخبارات میں شائع ہوئی تھی۔ صبح کا اخبار بازار میں آتے ہی تقریباً" دو گھنٹے کے بعد سیٹھ جبار کے آدمی اسپتال پہنچے اور مجھے فوری طور پر اسپتال سے چھٹی دلا دی گئی۔ وہ لوگ مجھے ایک کار میں لے کر سیٹھ جبار کی کوٹھی پہنچ گئے اور پھر میں سیٹھ جبار کے سامنے پیش ہوئی۔ سیٹھ جبار نے مجھ سے بے پناہ ہمدردی کا اظہار کیا اور اپنے آدمیوں کو ہدایت کی کہ فوری طور پر میرے بہترین علاج کا بندوبست کیا جائے۔ مجھے ایک بڑے سے کمرے میں منتقل کر دیا گیا۔ سارا دن میں اس کمرے میں رہی۔۔۔۔۔۔ چار ڈاکٹر میری نگہداشت کرتے رہے۔ انھوں نے مجھے طرح طرح کی دوائیں پلائیں اور انجکشن دئے لیکن ان میں بے

ہوشی کا کوئی انجکشن نہ تھا بس غنودگی سی طاری رہی تھی البتہ یہ غنودگی ایسی نہ تھی کہ میں حواس کھو بیٹھتی۔ پھر تقریباً" رات کو ساڑھے آٹھ بجے پانچ آدمی اندر داخل ہوئے مجھے علم ہے پرنس فورسیہ کے ساتھ پانچ افراد آئے ہوئے تھے۔ آنے والے یہ پانچوں افراد سیاہ فام ہی تھے۔ انھوں نے مجھے دیکھا چار افراد نے تصدیق کر دی کہ میں فورسیا ہوں وہ میرے لیے بے حد بے چین نظر آ رہے تھے لیکن پانچواں آدمی بے حد عجیب و غریب تھا وہ مجھے سونگھتا رہا بالکل کتے کی طرح ناک سکوڑ سکوڑ کر وہ مجھے سونگھتا رہا تھا اور پھر اس نے اعلان کیا کہ یہ پرنس فورسیا نہیں ہے۔ اس بات پر وہ چاروں افراد بھی چونک پڑے اور خود سیٹھ جبار بھی۔ اس نے اس شخص سے جس کا نام موبو لیا تھا' پوچھا کہ وہ کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ فورسیا نہیں ہے تب وہ کہنے لگا کہ میں لاکھوں میں پہچان سکتا ہوں۔ یہ لوگ صرف آنکھیں رکھتے ہیں لیکن میں ناک اور ذہن بھی رکھتا ہوں۔ سیٹھ جبار کڑی نگاہوں سے مجھے گھورنے لگا اور پھر کسی خیال کے تحت چونک کر اس نے اپنے ایک آدمی کو طلب کی اور اسے ہدایت کی کہ میرے چہرے پر میک اپ تلاش کیا جائے اور اس کے بعد پرنس' انھوں نے امونیا کے ذریعے میرے چہرے سے میک اپ اتار دیا اور میری اصلی شکل نمایاں ہو گئی۔ سیٹھ جبار پاگل ہو گیا اس نے مجھے لاتوں اور گھونسوں سے مارا۔ میرے چہرے پر تھپڑ لگائے بال وغیرہ نوچے بڑی درندگی کا مظاہرہ' کیا اس نے اور مجھ سے پوچھنے لگا کہ میں کون ہوں۔ صورت حال کچھ ایسی تھی پرنس کہ میں اس اعتراف کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی کہ میں پرنس دلاور کی نمائندہ ہوں اور انھی کے ایماء پر اس طرح بھیجی گئی ہوں۔ سیٹھ جبار نے پہلے تو اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ مجھے قتل کر کے میری لاش کسی گٹر میں ڈال دی جائے لیکن پھر اس نے اپنا یہ فیصلہ بدل دیا اور مجھے ایک بند گاڑی میں بٹھا کر کہیں بھیج دیا گیا پرنس۔ یہ جگہ جہاں میں قید ہوں کوئی بحری جہاز ہے۔ مجھے یہاں تک ہوش کے عالم میں ہی لایا گیا اور اسٹیمر کے ذریعے یہاں پہنچایا گیا۔ اب میں اس جہاز کے ایک کیبن میں قید ہوں۔ اس کیبن کے دوسری طرف سمندر صاف نظر آتا ہے میں اس جہاز کے بارے میں تو کچھ نہیں جان سکی لیکن میرے کیبن کے عقب میں وکٹوریہ نامی جہاز سمندر میں لنگرانداز ہے اس کے اطراف میں چھوٹے چھوٹے اسٹیمر چلتے رہتے ہیں۔ میرے کیبن کے برابر ایک اور کیبن ہے پرنس جس میں سیٹھ جبار کی لڑکی اینجل بند ہے۔ دونوں کیبنوں کے درمیان ایک کھڑکی ہے۔ جس سے دوسری جانب با آسانی دیکھا اور سنا جا سکتا ہے۔ اینجل بھی یہاں ایک قیدی کی حیثیت سے وقت گزار رہی ہے۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں سوالات کیے اور پھر اپنے بارے میں بتایا اسے خود بھی نہیں معلوم کہ اس جہاز کا کیا نام ہے بہرطور

ابھی تک یہیں غنیمت ہے کہ انھیں اس ٹرانسمیٹر کے بارے میں کچھ نہیں معلوم ان شبہہ اس طرف نہیں گیا ہے۔ سیٹھ جبار نے ابھی تک مجھ سے اس کے علاوہ کچھ اور معلو کرنے کی کوشش نہیں کی۔"

ریٹا کے انکشاف نے میرے ہوش اڑا دئے تھے۔ میرے دل و دماغ میں ہیجان برپا گیا تھا۔ خاص طور سے اینجیل کا نام سن کر تو میرے حواس ایک لمحے کے لیے جواب دے گئے تھے دل چاہ رہا تھا کہ اڑ کر وہاں تک پہنچ جاؤں اور اینجیل کو حاصل کر لوں بیچار ریٹا بھی زندگی اور موت کی کش مکش کا شکار ہو گئی تھی۔ ویسے اس کے بیان کی تصدیق پرنس فورسیہ کے بیان سے بھی ہوتی تھی۔ یقیناً موبو نے سونگھ کر اسے پہچان لیا ہوگا او اس کی وجہ سے سارا کھیل بگڑ گیا۔ بہرطور میں نے ریٹا کو پر سکون رہنے کی ہدایت کی او اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ فکر مت کرو ہم تمھاری رہائی کا فوری بندوبست کرلیں گے تب ریٹا نے کہا۔

"مجھے بالکل پرواہ نہیں ہے پرنس! آپ کے مقصد کے لیے اگر میں زندگی ہار بھی بیٹھوں تو مجھے افسوس نہیں ہو گا۔ مجھے بتائیے کہ ان حالات میں میرے لیے مزید کیا ہدایا ہیں؟"

"مزید کچھ نہیں ریٹا اگر ممکن ہو سکے تو ٹرانسمیٹر کی حفاظت کرو اور کسی بھی طرح ان کی توجہ اس طرف نہ ہونے دو اگر کوئی بہت ہی اہم بات ہو تو تم دوبارہ اسے آن کر سکتی تاکہ ہم تمھارے حالات سے آگاہ ہو سکیں۔"

"بہتر پرنس! اگر کوئی پریشان کن صورت حال ہوئی تو میں اسے آن کر دوں گی۔"

"او کے ریٹا خدا حافظ۔" میں نے کہا اور ریٹا کی طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد میں نے بھی ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔ لیکن اب میری وحشت عروج پر تھی۔ دوسرے لمحے میں نے فون پر عدنان کو مخاطب کیا اور عدنان سے رابطہ قائم ہونے کے بعد اسے سار تفصیل بتا دی۔ عدنان بھی یہ تفصیل سن کر سکتے میں رہ گیا تھا۔

"صورت حال بڑی پریشان کن ہو گئی ہے پرنس لیکن اب کیا پروگرام بنانا چاہیے میرا خیال ہے اب ہمیں قوت استعمال کرنا ہوگی؟"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس جہاز کا پتہ کیسے چلاؤ گے؟"

"یہ کام میں ابھی شروع کرائے دیتا ہوں فوری طور پر انتظامات کرتا ہوں اور یہ انداز لگانے کی کوشش کرتا ہوں کہ وکٹوریہ نامی جہاز کے اطراف میں کون کون سے جہاز موجود ہیں ممکن ہے وہاں اور بھی کئی جہاز ہوں اور ریٹا صرف وکٹوریہ ہی کو دیکھ سکی ہو۔"

"میں خود بھی نکل رہا ہوں عدنان میں خود بھی تلاش کروں گا۔"

"تب آپ ایک زحمت کریں پرنس۔" عدنان نے کہا۔

"ہاں۔ ہاں کہو۔"

"بہتر یہ ہے کہ آپ پرنس دلاور تک پہنچ جائیں ہم اپنی نئی مہم کا آغاز وہیں سے کریں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تم سے پرنس دلاور پر ہی ملاقات کروں گا۔" میں نے جواب دیا اور نان سے سلسلہ گفتگو منقطع کر دیا۔

پھر میں نے فینی کو باقاعدہ اس ٹرانسمیٹر سیٹ پر تعینات کر دیا۔ میں نے اسے ٹرانسمیٹر بٹ آپریٹ کرنے کے تمام طریقے بتائے اور اس سے کہا کہ میری کلائی پر بندھی ہوئی انسمیٹر واچ کا نمبر بارہ ہے۔ وہ اگر کوئی خاص اطلاع دینا چاہے تو اس نمبر پر مجھے اطلاع ے سکتی ہے۔ فینی کو تمام تر صورت حال سمجھانے کے بعد میں نے پھرتی سے اپنی شکل ں کچھ تبدیلی کی اور چل پڑا۔

پرنس دلاور تک پہنچنے میں مجھے دو گھنٹے لگے جب میں وہاں پہنچا تو عدنان کا اسٹیمر بھی نس دلاور سے لگا ہوا تھا۔ وہ میرا منتظر تھا۔ مجھے دیکھتے ہی سیڑھی لگا دی گئی اور میں اوپر نچ گیا۔ عدنان اس دوران کئی کشتیوں سے رابطہ قائم کر چکا تھا اور انھیں وکٹوریہ کی تلاش یں بھیج دیا گیا تھا۔ پرنس دلاور کے ایک کیبن میں بیٹھ کر ہم نے کافی پی۔ عدنان بھی اتنا ا پر جوش تھا جتنا میں۔ وہ مجھ سے اس سلسلے میں تبادلہ خیال کرتا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ کٹوریہ کے بارے میں کب اطلاع ملتی ہے؟

اس کام میں زیادہ دیر نہ لگی ہمارے ایک مخبر نے آکر ہمیں بتایا کہ وکٹوریہ جہاز یہاں ے تین میل کے فاصلے پر سمندر میں لنگرانداز ہے اور اس کے نزدیک ہی "دی کنگ" نامی یک جہاز موجود ہے۔ آس پاس کوئی اور جہاز نہیں ہے اور اس کا مطلب ہے کہ دی کنگ ای جہاز ہی ہمارا مطلوبہ جہاز ہے۔ عدنان اطلاع دینے والوں سے اس جہاز کے بارے میں فصیلات معلوم کرتا رہا۔ چھوٹا سا مال بردار جہاز تھا جس کے بارے میں یہ تفصیلات نہیں علوم ہو سکی تھیں کہ کون سی کمپنی کا ہے اور کب سے یہاں لنگرانداز ہے؟

بہرطور یہ بات پایۂ تکمیل تک پہنچ چکی تھی کہ ریٹا اور اینجیل اسی جہاز پر قید ہا۔۔۔۔ اب یہ معلومات حاصل کرنا ذرا مشکل کام تھا کہ جہاز پر کتنے افراد ہیں۔ سیٹھ جبار خود وہاں موجود ہے یا نہیں، ان تمام باتوں کا جواب حاصل کرنا مشکل تھا تا ہم عدنان نے مزید انتظامات کیے۔ وہ اپنے اسٹیمر سے ساحل پر چلا گیا اور پھر اس نے اپنے بہت سے

آدمیوں کو طلب کر کے کرائے کے اسٹیمر حاصل کیے ان میں لڑکیاں اور لڑکے بیٹھے ہوئے تھے۔ رنگین لباسوں میں ملبوس یہ افراد سیرو تفریح کی غرض سے آنے والوں کا روپ اختیار کر کے سمندر میں دور دور تک پھیل گئے اور وقفے وقفے سے یہ اسٹیمر "دی کنگ" کے آگے اور پیچھے سے گزرنے لگے۔ وہ دی کنگ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

شام تک اس کارروائی کا کوئی خاص نتیجہ نہیں نکلا۔ سات بجے عدنان سے پھر میٹنگ ہوئی اور ہم نے طے کیا کہ ساری احتیاط کو بالائے طاق رکھ کر کسی بھی لمحے دی کنگ پر پہنچ جائے اور وہاں حالات جیسے بھی ہوں ان سے نمٹ کر اینجل اور ریٹا کو حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ عدنان نے اس سلسلے میں انتظامات کرنے کے لیے مجھ سے اجازت چاہی اور وہ پھر چلا گیا۔

اس دوران پرنس دلاور کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ایک ایسے اینگل پر لے آیا گیا تھا جہاں سے فاصلہ ضرور تھا لیکن دی کنگ پر نگاہ رکھی جا سکتی تھی۔ جہاز میں استعمال ہونے والی بڑی بڑی دوربینوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر دی کنگ پر فوکس کر دیا گیا تھا اور وہاں ہونے والی ہر کارروائی کا گہرا جائزہ لیا جا رہا تھا۔ یہ سارے انتظامات بڑے ہی ہنگامہ خیز تھے اور میں کسی حد تک ان سے مطمئن تھا۔ خدشہ صرف یہ تھا کہ اس دوران وہ لوگ ریٹا کو وہاں سے کہیں لے جانے کی کوشش نہ کریں اور اسے ہلاک نہ کر دیں۔

رات کو میں نے ٹرانسمیٹر واچ پر فینی سے رابطہ قائم کیا اور فینی نے مجھے اطلاع دی کہ ابھی تک ریٹا کی طرف سے اور کوئی پیغام موصول نہیں ہوا ہے۔

بہرحال میں نے اسے ہدایت کر دی کہ یہ رات سونے کے لیے نہیں ہے۔ صورت حال پر نظر رکھنے کے لیے اسے جاگنا ہو گا۔ فینی مستعد لڑکی تھی اس نے مجھے اطمینان دلایا کہ میں اس طرف سے مطمئن رہوں۔

○

رات کو تقریباً" پونے دو بجے عدنان میرے پاس پہنچا۔ اس نے اطلاع دی کہ اس وقت تقریباً" پچاس آدمی دی کنگ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ سب غوطہ خور ہیں اور بادبانی کشتیوں میں ماہی گیروں کی حیثیت سے دی کنگ کے اطراف میں پھیل گئے ہیں۔ اسٹیمروں کو خاص طور سے استعمال نہیں کیا گیا کہ کہیں ان کی آواز سے دی کنگ پر موجود عملے کے افراد ہوشیار نہ ہو جائیں۔ یہ اندازہ اب تک نہیں ہو سکا تھا کہ دی کنگ پر کتنے افراد تھے عدنان یہ بھی پتہ نہیں چلا سکا تھا کہ یہ جہاز کون سے ملک اور کون سی کمپنی کا ہے اس کے لیے اسے وقت ہی نہیں ملا تھا۔ اس نے اپنے انتظامات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ دی کنگ کے عرشے تک جانے کے لیے اس نے چار مخصوص قسم کی سیڑھیوں کا انتخاب کیا ہے۔ اس نے مجھ سے اجازت چاہی اور کہا کہ اب وہ آپریشن پر جانا چاہتا ہے۔ میں نے خود بھی جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔

عدنان تھوڑا ہچکچایا تو میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"نہیں عدنان۔ میں اس مہم میں خود بھی شامل رہنا چاہتا ہوں------ براہ کرم اس سلسلے میں تردد مت کرو۔" میرا لہجہ اتنا ٹھوس تھا کہ اس کے بعد عدنان کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی اور تھوڑی دیر کے بعد میں بھی غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس اور اسٹین گن سے مسلح ہو کر پرنس دلاور سے نیچے اتر آیا جہاں ایک بادبانی کشتی ہمارے انتظار میں کھڑی ہوئی تھی چنانچہ ہم اس مہم کی تکمیل کے لیے چل پڑے۔

کشتی کا سفر اچھا خاصا طویل تھا۔ تقریباً" ڈھائی بجے ہم دی کنگ کے بالکل قریب پہنچ گئے اوپر ہلکی ہلکی روشنیاں ہو رہی تھیں اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی عدنان نے ٹرانسمیٹر پر اپنے ساتھیوں کو ہوشیار کیا یہ واچ ٹرانسمیٹر بڑے موقعے سے کام آ رہے تھے۔ بادبانی کشتیاں سمٹنے لگیں اور بے آواز دی کنگ کے نزدیک پہنچ گئیں۔ شاید ان جگہوں کا انتخاب کر لیا گیا تھا جہاں اس کی سیڑھیاں پھینکی جانے والی تھیں۔ چار سیڑھیاں اوپر پھینکی گئیں۔

سب سے پہلی سیڑھی سے میں اور عدنان اوپر چل پڑے تھے۔ چاروں طرف سے

ہمارے آدمی دی کنگ پر چڑھ رہے تھے بڑی ہی سنسنی خیز کیفیت تھی یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ رات کو وہاں سمندر پر نگاہ رکھنے کا معقول بندوبست کیا گیا ہے یا نہیں ویسے سیٹھ جبار غافل انسان نہیں تھا اور ایسی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ ہر چند کہ یہ بات اس کے ذہن میں نہیں ہو گی کہ کسی طرح ہمیں "دی کنگ" کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں لیکن پھر بھی چونکہ یہ جہاز اس کے مفادات کے لیے استعمال ہو رہا تھا اس لیے ممکن ہے اس نے سمندر پر نگاہ رکھنے کا بندوبست کیا ہو اور میرا یہ اندازہ درست ہی نکلا۔

ہم دونوں اوپر پہنچ گئے' اس طرف کوئی نہیں تھا' ہم نے انتہائی برق رفتاری سے آگے بڑھ کر ایک ایسی جگہ کی آڑ لے لی جہاں سے ہم دور دور تک نگاہ دوڑا سکتے تھے۔ ہمیں عرشے کے داہنی سمت کے حصے میں دو افراد ٹہلتے ہوئے نظر آئے اور پھر یہ ہمارے آدمیوں کی بدنصیبی تھی کہ وہ ان کے بالکل قریب ہی ابھرے تھے' ہم نے ان دونوں کو محتاط ہوتے دیکھا اور جونہی ہمارے پہلے دو آدمی عرشے پر پہنچے' انھوں نے فائر کھول دیے۔

دو دلخراش چیخیں اسٹین گن کی آوازوں کے درمیان ابھری تھیں اور وہ جو سب سے پہلے اوپر پہنچے تھے۔ غالباً" موت کا شکار ہو کر واپس سمندر میں جا پڑے۔

لیکن اب انتظار کا موقع نہیں تھا۔ میں نے اسٹین گن سے فائرنگ کی اور ان دونوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی وقت عقب سے تین چار آدمی دوڑتے نظر آئے۔ اس دوران ہمارا ایک آدمی اور اوپر پہنچ چکا تھا پھر اس کے پیچھے دوسرا' دوڑنے والوں نے فوراً" ہی فائرنگ شروع کر دی لیکن نئے آنے والے غالباً" اپنے دو ساتھیوں کے حشر سے آگاہ ہو چکے تھے چنانچہ جلدی سے عرشے پر لیٹ گئے۔

البتہ عدنان کی اسٹین گن سے نکلنے والی گولیوں نے دوڑنے والوں کو چاٹ لیا تھا۔ وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگے اور اس کے بعد "دی کنگ" کے عرشے پر جگہ جگہ روشنیاں ہونے لگیں پھر اس کے کچھ کیبنوں سے ہم پر فائرنگ شروع ہو گئی۔

رات کے سناٹے میں یہ فائرنگ بے حد ہولناک محسوس ہو رہی تھی اور اس کی آواز یقیناً دور دور تک سنی جا رہی تھی۔ میں نے وکٹوریہ پر بھی روشنیاں ہوتے دیکھیں۔ فائرنگ کی آواز سے اس دوسرے جہاز پر موجود لوگ بھی ہوشیار ہو گئے تھے پھر تیز سرچ لائٹیں سمندر پر گشت کرنے لگیں۔ لیکن اب اس طرف تو توجہ دینے کا موقع نہیں تھا۔ زندگی اور موت کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔

"دی کنگ" پر بھی سیٹھ جبار کے کافی افراد معلوم ہوتے تھے اور وہ سب کے سب اسٹین گنوں سے مسلح تھے۔ میری طرف جو سیڑھیاں لگی تھیں ان پر سے کچھ اور آدمی اوپر

پہنچ گئے اور اب عرشے پر ہمارے آدمیوں کی تعداد کافی ہو گئی تھی لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ ہمیں کوئی ایسی پوزیشن نہیں مل رہی تھی جہاں سے ہم کیبنوں سے ہونے والی فائرنگ کا مقابلہ کر سکتے اس لیے ہم منتشر ہو گئے اور بھاگتے دوڑتے------ نشانے لگا رہے تھے۔ یہ نشانے بھی ہم اندھا دھند ہی لگا رہے تھے۔

مجھے اس بات کا بڑا قلق تھا کہ میرے دو آدمی تو ہلاک ہو ہی چکے ہیں اور جو یہاں موجود ہیں وہ بھی غیر محفوظ ہیں۔ بہرطور سب کے سب اپنی زندگی کی حفاظت اور اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھے۔

مجھے نہیں پتہ تھا کہ عدنان کس طرف نکل گیا ہے۔ چاروں طرف سے ہولناک فائرنگ ہو رہی تھی اور کبھی کبھی اس فائرنگ میں چیخیں بھی ابھر جاتی تھیں۔

میں نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور کیبنوں کے نزدیک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا' عرشے سے نیچے جانے والی سیڑھی پر مجھے دو آدمی نظر آئے' انھوں نے مجھ پر اسٹن گن سے فائرنگ کھول دی تھی۔ بے شمار گولیاں میرے آس پاس سے نکل گئیں لیکن تقدیر یاور تھی کہ نشانہ صحیح نہیں لگا ورنہ میری دونوں ٹانگیں تو گئی تھیں۔

میں نے اندھا دھند ان پر فائرنگ کرتے ہوئے نیچے چھلانگ لگا دی اور بری طرح لڑھکتا ہوا نیچے آ گرا کافی چوٹ لگی تھی لیکن اس وقت چوٹ پر دھیان کون دیتا' سامنے ہی ایک شخص نظر آیا اور ہم دونوں نے ایک دوسرے پر اندھا دھند فائرنگ کی۔

اس بار میں پھر بچ گیا تھا جبکہ میرا شکار نہیں بچ سکا تھا۔ میں اب بھی اندھا دھند دوڑ رہا تھا۔ غالباً" زیادہ تر لوگ اوپر ہی موجود تھے۔ یہاں مجھے صرف تین آدمیوں سے واسطہ پڑا۔ جنھیں میں نے با آسانی شکار کر لیا تھا اور اس کے بعد میں نے زور سے آواز لگائی۔

"ریٹا کہاں ہو تم۔ ریٹا تم کہاں ہو؟" اور میری اس آواز کا جواب بھی فوراً" ہی مل گیا۔ ایک کیبن سے ریٹا کی آواز سنائی دی تھی۔ اس نے زور زور سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا۔

دفعتاً" عقب سے کچھ اور گولیاں میری طرف لپکیں اور میں نے جھکائی دے کر اپنی جان بچائی پھر میری اسٹین گن سے بہت سے شعلے نکلے اور ایک کیبن کا دروازہ بری طرح چھلنی ہو گیا۔

اس کے پیچھے سے دھاڑتی ہوئی آوازیں سنائی دی تھیں غالباً" کیبن کے پیچھے موجود آدمی نے دروازے میں جھری کر کے مجھ پر فائرنگ کی تھی اور میری جوابی فائرنگ کا شکار ہو گیا تھا۔

میں پاگلوں کی طرح دوڑتا ہوا اس کیبن کی طرف بڑھ گیا جہاں سے ریٹا کے درو
بجانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ میں نے باہر سے کیبن کے دروازے پر زور دار لا
ماریں۔ تین چار لاتیں مارنے کے بعد دروازہ کھل گیا تھا۔

ریٹا اندر موجود تھی اور بری طرح کپکپا رہی تھی۔ باہر ہونے والی فائرنگ اب
شدید تھی۔ میں نے ریٹا سے اس کی خیریت پوچھی۔

"میں----- میں ٹھیک ہوں' جناب! لیکن آپ آپ-----؟"

"میں پرنس دلاور ہوں۔" میں نے کہا۔ چونکہ میں غوطہ خوری کے لباس میں تھا ا
میرا چہرہ بھی ماسک سے ڈھکا ہوا تھا اس لیے ریٹا مجھے پہچان نہیں سکی تھی۔

"اینجل کہاں ہے؟" میں نے اس سے سوال کیا۔

"برابر والے کیبن میں۔" اس نے جواب دیا اور میں اسے وہیں رکنے کا اشارہ کر بر
کے کیبن پر پہنچ گیا۔ اس کیبن کے دروازے کو بھی توڑنے میں مجھے کوئی زیادہ مشکل پ
نہیں آئی تھی۔

اس وقت میری کیفیت عجیب سی ہو رہی تھی حالانکہ دروازے اتنے کمزور نہیں
لیکن میں نے انھیں بری طرح دھنک کر رکھا دیا۔

اندر اینجل موجود تھی۔ شب خوابی کے لباس میں ملبوس خوف سے سفید پڑی ہو
تھی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

"ڈرو نہیں اینجل میں پرنس دلاور ہوں۔" میں نے کہا اور وہ بری طرح چیختی ہوئی
سے لپٹ گئی اس کے بدن پر بھی تھرتھری طاری تھی۔

"بہت ہوشیاری سے ہمیں یہاں سے نکلنا ہے اینجل' صورتحال بہت خراب ہو گ
ہے۔" میں نے کہا اور اس کا بازو پکڑ کر ریٹا کے دروازے پر آ گیا۔

"ریٹا آؤ لیکن بہت ہوشیاری سے۔" وہ دونوں میرے ساتھ آگے بڑھنے لگیں۔ ہ
چاروں طرف سے چوکنا تھا اور ان دونوں کو لیے ہوئے سیڑھیوں کی جانب بڑھ رہا تھا۔ او
ہونے والی فائرنگ میں اب سستی آ گئی تھی لیکن وکٹوریہ نامی جہاز پر سائرن بج رہا تھا' غالبا
بحری پولیس کو متوجہ کرنے کے لیے یہ سائرن بجایا گیا تھا۔

ہمارے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو' سیڑھیوں تک
پہنچیں اور نیچے اتر جائیں۔ چنانچہ میں ان دونوں کو سنبھالے ہوئے حتی الامکان گولیوں سے
بچتا ہوا اس طرف بڑھنے لگا' جدھر سیڑھی لٹکی ہوئی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ سیڑھی کہاں
ہے؟

دفعتا" میرا ایک آدمی دوڑتا ہوا میرے پاس پہنچ گیا اور ہانپتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آپ----- آپ نیچے اترنے کی کوشش کریں۔ ان دونوں خواتین کو نیچے لے
جائیے۔ میں حالات سنبھالے ہوئے ہوں۔" اس نے کہا اور ایک طرف فائرنگ کرنے لگا۔
اس طرف سے کچھ گولیاں ہماری سمت آئی تھیں۔

"اینجل سنبھل کر' ریٹا بہت ہوشیاری سے! کوئی لغزش نہ ہونے پائے۔" میں نے چیخ
کر کہا----- پھر ریٹا اور اینجل کو سہارا دے کر سیڑھی تک پہنچا دیا۔ وہ بری طرح کانپتی
ہوئی نیچے اتر رہی تھیں سیڑھی کشتی سے لگی ہوئی تھی۔ میں جھکا جھکا انھیں دیکھتا رہا اس
کے ساتھ ساتھ میری نگاہیں چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔ کئی بار مجھے شبے کی بنیاد پر
فائرنگ کرنی پڑی لیکن یوں لگتا تھا جیسے اب وہاں زیادہ لوگ باقی نہ رہ گئے ہوں۔ کبھی کبھی
چیخوں کی آوازیں ابھرنے لگتی تھیں پھر جب میں نے دیکھا کہ ریٹا اور اینجل کشتی میں پہنچ
چکی ہیں تو میں نے ایک زور دار آواز لگائی۔

"عدنان کام ہو گیا ہے۔ واپس-----" دوسرے لمحے چاروں طرف سے سیٹیاں بجنے
لگیں۔ میں نے اپنے آدمیوں کو بھاگ دوڑ کرتے ہوئے دیکھا۔ وہ شاید ان زخمیوں کو بھی
اٹھا رہے تھے۔ جو جہاز کے عرشے پر موجود تھے۔

شناخت مشکل نہیں تھی کیونکہ ہمارے تمام آدمی غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس
تھے۔ بہر صورت ان لوگوں کو تقدیر کے رحم و کرم پر چھوڑ کر میں خود بھی نیچے اتر گیا اور
بادبانی کشتی مجھے لے کر فورا" چل پڑی۔ اس کشتی میں چونکہ اینجل اور ریٹا تھیں اس لیے
اس کا پرنس دلاور تک پہنچنا بہت ہی ضروری تھا۔

ہم پرنس دلاور پر پہنچ گئے۔ وہاں سے ہمیں اوپر لے جانے کا معقول بندوبست تھا۔ ریٹا
اور اینجل کو پرنس دلاور پر پہنچا دیا گیا پھر میں بھی عرشے پر پہنچ گیا۔ میں نے دیکھا کہ بادبانی
کشتیاں تیزی سے پرنس دلاور کی طرف سفر کر رہی ہیں۔ وکٹوریہ سے سرچ لائٹیں ان
کشتیوں کا تعاقب کر رہی تھیں۔

میں مضطرب ہونے لگا۔ میرا خیال تھا کہ عدنان کو اس سلسلے میں بھی کوئی کارروائی کرنی
چاہیے۔ بہر طور عدنان احمق نہیں تھا۔ چند ہی لمحات کے بعد میں نے وکٹوریہ کی لائٹوں کو
ٹوٹتے ہوئے دیکھا ان کی جانب فائرنگ کی گئی تھی اور نشانے بڑی کامیابی سے لگائے گئے
تھے۔

وکٹوریہ سے بھی ان کشتیوں پر کچھ فائر ہوئے تھے۔ پتہ نہیں ان لوگوں کو کچھ کامیابی
ہوئی تھی یا نہیں۔ بہر صورت کشتیاں تیز رفتاری سے ایک سمت بڑھ رہی تھیں۔

میں نے ایک عجیب و غریب بات محسوس کی اور وہ یہ کہ کشتیاں پرنس دلاور کی طرف نہیں آ رہی تھیں صرف دو کشتیاں ایسی تھیں جو ایک لمبا چکر لے کر پرنس دلاور کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ پھر ایک اور منظر نگاہوں کے سامنے آیا۔ دفعتاً" ان کشتیوں میں ہولناک دھماکے ہونے لگے۔ یہ دھماکے شاید بم کے تھے۔

کشتیوں کے ٹکڑے اڑ رہے تھے۔ میرا دل خون ہو گیا۔ یہ کیا ہو رہا تھا' یہ کیا ہو گیا تھا۔ یہ صورت حال میری سمجھ میں نہیں آئی تھی وہ دونوں کشتیاں جو ایک لمبا چکر لے کر پرنس دلاور تک پہنچی تھیں اب نزدیک آ گئی تھیں اور پھر ان پر سے زخمیوں اور لاشوں کو پرنس دلاور پر پہنچایا جانے لگا۔

بڑے ہی زبردست انتظامات تھے' ذرا سی دیر میں یہ دونوں کشتیاں بھی خالی ہو گئیں اور پھر دو آدمی انھیں لے کر پرنس دلاور سے دور چلے گئے' اس کے بعد میں نے ان دونوں کشتیوں میں بھی دھماکے ہوتے دیکھے تھے۔ ان کشتیوں کے بھی ٹکڑے اڑ گئے تھے۔

پھر غوطہ خوری کے لباس میں ملبوس جوان پرنس دلاور کی سیڑھیاں طے کرنے لگے۔ تب صورت حال میری سمجھ میں آئی۔ ان کشتیوں کو جان بوجھ کر تباہ کر دیا گیا تھا۔

تقریباً" ایک گھنٹے کے بعد عدنان میرے پاس پہنچا۔ اس نے اپنے جوانوں کی تعداد کی گنتی کی۔ سات آدمی ہلاک ہوئے تھے اور چھ زخمی تھے۔۔۔۔۔ تمام لاشوں کو ایک جگہ جمع کیا جانے لگا پھر پرنس دلاور سے ایک بڑا اسٹیمر نیچے اتارا گیا۔ دوسری جانب بحری فوج کی گشتی لانچوں کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ بحری فوج یقیناً" دی کنگ تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ یقیناً" انھیں اطلاع دی گئی ہو گی۔

ہمارے زندہ بچ جانے والے جوانوں نے فوراً" لباس تبدیل کیے اور جہاز کے عملے کے لوگوں کی حیثیت اختیار کر لی پھر پرنس دلاور پر بھی روشنیاں کر دی گئیں اور سرچ لائٹیں سمندر پر گھومنے لگیں۔

وہ بڑا اسٹیمر جو پرنس دلاور سے نیچے اتارا گیا تھا ہمارے لیے تھا۔ میں نے بڑی احتیا کے ساتھ ریٹا اور اینجل کو اسٹیمر پر منتقل کیا اور پھر خود بھی اسٹیمر پر آ گیا۔ چار افراد اسٹیم پر موجود تھے۔ انھوں نے اسے اسٹارٹ کر کے روشنیاں جلائے بغیر برق رفتاری سے ایک سمت موڑ دیا تھا۔ عدنان جہاز پر ہی رہ گیا تھا۔ اس بے چارے کو ہر طرح کے معاملات سے نمٹنا تھا۔

میں اب بھی مستعد تھا اور میں نے غوطہ خوری کا لباس بھی تبدیل نہیں کیا تھا او اسٹین گن ہاتھ میں لیے اسٹیمر کے ایک ایسے حصے میں کھڑا تھا جہاں سے میں چاروں طرف

نگاہ رکھ سکتا تھا۔ چونکہ اسٹیمر پر کوئی روشنی نہیں کی گئی تھی اور اس کے انجن کی آواز بھی بے حد ہلکی تھی اس لیے وہ بغیر کسی دقت کے ایک مخصوص سمت سفر کر رہا تھا۔

عدنان کی اب تک کارروائی بہت ہی شاندار تھی' سوائے اس کے کہ ہمارے کچھ آدمی ہلاک اور زخمی ہو گئے تھے۔ پتہ نہیں وہ بے چارہ ان لوگوں کو بھی کیسے ٹھکانے لگائے گا۔ مجھے ان کی موت کا بہت افسوس تھا لیکن اس کے جواب میں ہم نے سیٹھ جبار کے بے شمار افراد ہلاک کر ڈالے تھے اور یقیناً" سیٹھ جبار اب مصیبتوں سے نہ بچ سکے گا۔

ہم ایک ویران ساحل پر پہنچ گئے۔ اسٹیمر پر عملے کے افراد جن کی تعداد صرف چار تھی۔ صورت حال سے پوری طرح واقف تھے اور عدنان کے پروگرام میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی تھی یعنی ہم اسی جگہ پہنچے تھے' جہاں سے ہمیں لے جانے کے لیے سواری کا بندوبست کیا گیا تھا۔

ایک بند وین کھڑی ہوئی تھی' کنارے پر دو آدمی موجود تھے جنھوں نے ہمیں ٹارچ سے سگنل دیے اور اسٹیمر کنارے پر پہنچ گیا پھر ہمیں ساحل پر اتارا گیا اور ہم بند وین میں بیٹھ کر واپس چل پڑے۔

وین کے عقبی حصے سے میں نے اسٹیمر میں ہولناک دھماکے ہوتے دیکھے تھے۔ غالباً" اسے بھی تباہ کر دیا گیا تھا۔ عدنان نے جو کچھ کیا تھا اس کے لیے تعریف کے الفاظ میرے پاس نہیں تھے لیکن مضطرب ضرور تھا۔

حکومت ان خوفناک ہنگاموں سے بے خبر نہیں رہ سکتی یقیناً اس کی زبردست تحقیقات ہوں گی۔ پتہ نہیں پرنس دلاور سے جو اسٹیمر اتارا گیا تھا اس پر کچھ نشانات تھے یا نہیں یا پھر وہ بادبانی کشتیاں جہاں سے حاصل کی گئی تھیں' وہاں سے پرنس دلاور کا کوئی نشان ملتا یا نہیں۔ یہ تمام باتیں عدنان ہی سے معلوم ہو سکتی تھیں لیکن عدنان کا پرنس دلاور پر انتظامی امور کے لیے موجود رہنا بے حد ضروری تھا۔ میں نے وین ڈرائیور کو ہدایات دیں اور تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی کوٹھی میں پہنچ گیا۔

اینجل اور ریٹا بہتر حالت میں نہیں تھیں۔ ان ہنگاموں سے ان کا ذہن وقتی طور پر ماؤف ہو گیا تھا۔ میں انھیں سہارا دے کر اندر لے آیا اور انھیں ایک بہتر جگہ منتقل کر دیا۔ میں نے انھیں سکون کی تلقین کی تھی لیکن میں خود مضطرب تھا۔ پرنس دلاور اگر ان ہنگاموں میں ملوث پایا گیا تو پھر صورت حال بے حد مشکل ہو جائے گی۔ کم از کم اینجل اور ریٹا کو یہاں سے ہٹا دینا بے حد ضروری تھا لیکن میں اس سلسلے میں عدنان سے بھی مشورہ کر لینا چاہتا تھا۔

عدنان کے بارے میں حتمی طور پر یہ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ کہ وہ کب مل سکے گا؟ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ اینجل اور ریٹا کو فوری طور پر یہاں سے منتقل کر دیا جائے تاکہ اگر کوئی ہنگامی کارروائی ہو ہی جائے تو ان کا پتہ نہ چلے اور اس کے لیے وانسن ایوینو کا وہ بنگلہ ہی محفوظ ترین جگہ تھی جو ابھی تک کسی کی نگاہ میں نہیں آیا تھا۔

چنانچہ میں نے اس سوچ پر فوری طور پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ طاہر اور اعظم کو میں نے ان دونوں کے ساتھ روانہ کر دیا اور انھیں ہدایت کی کہ وہ میرے دوسرے احکامات ملنے تک وہیں رہیں۔

اس کے بعد میں اس ٹرانسمیٹر سیٹ پر پہنچ گیا جہاں فینی اپنی ڈیوٹی انجام دے رہی تھی۔ مجھے امید تھی کہ عدنان اس پر مجھ سے رابطہ قائم کرے گا اور میرا یہ خیال غلط نہیں نکلا۔ اس وقت میں گرم گرم کافی کے چھوٹے چھوٹے سپ لے رہا تھا جب اشارہ موصول ہوا اور میں نے جلدی سے سوئچ آن کر دیا۔

"ہیلو' فورٹی نائینٹین۔ فورٹی نائینٹین۔ اوور!"

"یس پرنس دلاور۔" میں نے کہا۔

"ہیلو سر آپ پہنچ گئے' کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی؟"

"نہیں عدنان۔ تم وہاں کے حالات کی اطلاع دو' کیا صورت حال ہے؟"

"ٹھیک ہے جناب' بحری فوج کی گشتی لانچوں نے اس پورے علاقے کو گھیرے میں لے لیا ہے۔ پرنس دلاور کی طرف سے سرچ لائٹیں روشن کرنے کی کارروائی بڑی سود مند ثابت ہوئی ہے۔ بحریہ کے افسران پرنس دلاور پر بھی پہنچے تھے۔ ہم نے از سر نو سیڑھیاں ڈال کر انھیں اوپر بلایا اور ان سے بذات خود اس ہنگامے کے بارے میں دریافت کیا۔ افسران کو ہم پر کوئی شبہہ نہیں ہو سکا' وکٹوریہ اور "دی کنگ" کو پوری طرح نرغے میں لے لیا گیا ہے۔ اور اس وقت دونوں جہازوں پر بحری پولیس موجود ہے۔ پرنس دلاور پر بھی چار جوان ایک افسر کے ساتھ تعینات ہیں اور محتاط ہیں۔ باقی تھوڑی سی الجھنیں ہیں۔ میں کوشش کر رہا ہوں کہ ان سے نمٹ لوں۔"

"کوئی خاص مصروفیت تو نہیں ہے عدنان! اس وقت میں تم سے کچھ خاص گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"جی جی فرمایئے۔"

"پرنس دلاور سے جو اسٹیمر روانہ کیا گیا تھا اس پر پرنس دلاور کے نشانات تھے۔ اسے تباہ کر دیا گیا ہے۔"

"یہ میری ہی ہدایت تھی سر' کہ اسے تباہ کر دیا جائے' آپ بالکل مطمئن رہیں اس پر کوئی نشان نہیں ہے اور وہ لوگ بھی کبھی یہ پتہ نہیں لگا سکیں گے کہ اس اسٹیمر کا تعلق ہم سے تھا۔"

"ویری گڈ! اور وہ بادبانی کشتیاں؟"

"وہ ماہی گیروں کی کشتیاں تھیں جو چرائی گئی تھیں۔ ان کے مالکان کو وہیں بے ہوش کر کے ڈال دیا گیا ہے لیکن کشتیاں چرانے والے نقاب پوش تھے اور کوئی ماہی گیر انھیں شناخت نہیں کر سکتا' ان کا نقصان میرے لیے باعث تکلیف ہے۔ دعا کریں پرنس کہ ہم کسی شبہے کا شکار ہونے سے بچ جائیں اور میں اپنی وہ کاروائی پوری کر لوں جس کے لیے میں پریشان ہوں۔"

"میں سمجھ رہا ہوں عدنان' میرے لائق جو خدمت ہو وہ بتاؤ۔"

"جی نہیں' بس اس وقت ذرا سا تردد یہ ہے کہ پرنس دلاور پر جو افراد موجود ہیں ان کی چھان بین نہ ہو جائے۔ ہم پرنس دلاور پر اتنے عملے کی موجودگی کا کوئی مناسب جواز پیش نہیں کر سکتے۔ دیکھیے حالات کیا رخ بدلتے ہیں!"

"اگر تم مناسب سمجھو تو میں کچھ اور کارروائی کروں' میرا مطلب ہے ہوم سیکریٹری وزیر داخلہ سے اس سلسلے میں بات کی جائے۔"

"میرا خیال ہے ابھی نہیں پرنس' اگر کوئی مشکل پیش آئے تو پھر حالات آپ کو سنبھالنا ہوں گے۔ ابھی کوئی ایسی بات نہیں ہے' میں مطمئن ہوں۔"

"او کے عدنان' میں بے چینی سے تمھارے دوسرے پیغام کا انتظار کروں گا۔"

"او کے پرنس' اگر کوئی خاص بات ہوئی تو میں فوراً آپ کو اطلاع دوں گا ورنہ پھر صبح کو حالات سے مطلع کیا جائے گا۔" دوسری طرف سے عدنان نے کہا اور میں نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

سونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ساری رات آنکھوں میں کٹی' صبح سات بجے پھر عدنان کا پیغام موصول ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ حالات بالکل ٹھیک ہیں' جو کام اس کے لیے پریشانی کا باعث بنا ہوا تھا وہ کر لیا گیا ہے۔ بحریہ کا افسر اور چاروں جوان صبح ہوتے ہی پرنس دلاور سے رخصت ہو گئے ہیں اور ان کے رخصت ہوتے ہی میں نے اپنے آدمیوں کو وہاں سے نکالنا شروع کر دیا ہے۔ وہ تفریحی اسٹیمر جو اطراف میں پھیلے ہوئے تھے' کچھ اور دور ہٹ گئے ہیں اور ہمارے آدمی غوطہ خوری کے لباس میں سمندر کے نیچے نیچے ان تک پہنچ کر ان کے ذریعے واپسی کا سفر شروع کر چکے ہیں۔ میں خود بھی اب پرنس دلاور سے

رخصت ہونے والا ہوں' وہ سامان ضائع کر دیا گیا ہے جس کے پکڑے جانے کا شبہہ ہو تا تھا۔"

"اور لاشیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ان کے سلسلے میں پرنس! تھوڑا سا غیر انسانی کام کیا گیا ہے' یعنی ان سے وزن باند باندھ کر انھیں سمندر کی گہرائیوں میں پہنچا دیا گیا ہے۔ ویسے ان کے بدن پر ایسے لبا وغیرہ نہیں چھوڑے گئے جن سے ان کی نشاندہی ہو سکے۔ یہ کام بحالت مجبوری کیا گیا ہے ورنہ ہمارے لیے یہ غم بہت بڑا ہے۔ ہم اپنے ساتھیوں کا غم اپنے سینے میں محسوس کر ہیں۔ زخمیوں کو بھی منتقل کرنے کے انتظامات کر لیے گئے ہیں اگر بحری فوج کا گھیرا اتنا تنگ نہ ہوتا تو ہمیں اس میں زیادہ مشکلات پیش نہ آتیں۔ بہرطور سارے معاملات کسی نہ کسی طور حل ہو ہی گئے ہیں۔ پرنس دلاور اب ہر قسم کے شبہے سے محفوظ ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

"شکریہ عدنان' اس کے بعد تم سے کب ملاقات ہو گی؟"

"میں ٹھیک بارہ بجے آپ کو آخری پیغام دوں گا۔ آخری پیغام سے میری مراد یہ ہے کہ میں شہر آنے کے بعد آپ سے گفتگو کروں گا۔"

"او۔ کے عدنان' خدا تمہیں کامیاب کرے۔" میں نے کہا اور ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

فینی بے چاری رات بھر میرے ساتھ جاگتی رہی تھی۔ اس وقت بھی وہ میرے سا بڑی مستعد بیٹھی تھی۔ میں نے اس کی سرخ سرخ آنکھوں کو دیکھا اور مجھے اس پر ترس گیا۔

"فینی بہت بہت شکریہ تمہارا' اب جاؤ سو جاؤ۔ تردد کی وہ گھڑیاں جو میرے لیے بہ مشکل تھیں' تم نے میرے ساتھ گزاری ہیں' ان کے لیے میں تمہارا بے حد شکر گزا ہوں۔"

"آپ نہیں سوئیں گے پرنس؟"

"نہیں فینی' اول تو میں ٹھیک ہوں' کوئی دقت نہیں ہو رہی ہے مجھے' نیند آئی تو جاؤں گا۔"

"پرنس آپ کافی پریشان معلوم ہوتے ہیں۔"

"نہیں فینی ایسی کوئی بات نہیں ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میں جس مشن کے لے کام کر رہا ہوں۔ اس میں پریشانیاں تو میرے دوستوں نے بانٹ لی ہیں۔ میں تو بہت سکون سے ہوں جاؤ پلیز تم سو جاؤ اگر تم دو تین گھنٹے نیند لے لو تو مجھے مسرت ہو گی۔ پلیز فینی

جاؤ۔ مجھے تمہاری یہ سرخ آنکھیں اچھی نہیں لگ رہیں۔" میں نے کہا اور وہ مجبوراً اٹھ کر باہر نکل گئی پھر میں نے وائسن ایونیو میں فون کر کے طاہر سے اینجل اور ریٹا کی خیریت معلوم کی۔ طاہر نے اطلاع دی کہ وہ دونوں ٹھیک ہیں لیکن ساری رات سو نہیں سکیں۔ ابھی اس نے انھیں ناشتہ کرایا ہے اور سونے کی تلقین کر کے باہر نکل آیا ہے۔ اطراف کا احول پر سکون ہے اور وہ اچھی طرح ان کی خبر گیری کر رہے ہیں۔

فون بند کر کے میں سوچ میں ڈوب گیا۔ سب ہی منتشر ہو گئے تھے۔ صورت حال ضرورت سے زیادہ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ بہرطور اب تو جو بھی ہونا ہے ہو کر ہی رہے گا۔ ابھی اس سلسلے میں پروفیسر شیرازی وغیرہ کو بھی کچھ بتانا بے کار تھا۔

مجھے بے چینی سے بارہ بجنے کا انتظار تھا' تاکہ عدنان سے مزید صورت حال معلوم ہو سکے لیکن ساڑھے گیارہ بجے عدنان خود ہی میرے پاس پہنچ گیا۔

نہا دھو کر اور شیو بنا کر آیا تھا۔ ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا۔ میں نے گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا۔

"تم خود ہی آ گئے عدنان؟"

"جی ہاں پرنس! میں نے سوچا کہ بالشافہ بیٹھ کر گفتگو کر لوں۔ آپ بھی رات کے واقعات سے پریشان ہوں گے۔" عدنان نے کہا۔

"ہاں۔ ہماری توقع کے خلاف جہاز پر زبردست مزاحمت کی گئی۔ کچھ پتہ چل سکا کیا پوزیشن رہی؟"

"صحیح صورت حال تو معلوم نہیں ہو سکی۔ سنا گیا ہے کہ جہاز سے بائیس لاشیں اتاری گئی ہیں اور دو تین افراد شدید زخمی حالت میں اسٹریچروں پر ڈال کر اسپتال تک لے جائے گئے ہیں اور کوئی خاص بات معلوم نہیں ہو سکی' ہمارے سات آدمی موقع پر ہلاک ہو گئے تھے دو بعد میں چل بسے' چار آدمی شدید زخمی ہیں لیکن ان کی زندگیوں کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ گولیاں بازوؤں' رانوں اور پیٹ کے نچلے حصوں میں لگی ہیں۔ آپریشن کر کے ان گولیوں کو نکال دیا گیا ہے لیکن بہرصورت وہ تشویشناک حالت میں ہیں۔"

"اوہ اتنے آدمیوں کا نقصان بہت ہی غم ناک ہے۔"

"پرنس براہ کرم اس طرف توجہ نہ دیں ظاہر ہے ہم لوگ---- پنگ پانگ کھیلنے نہیں گئے تھے۔ دشمن بھی آخر کوئی حیثیت رکھتا ہے۔ بہرطور جو لوگ ہلاک یا زخمی ہوئے ہیں ان کے ورثا کو کسی بھی طور تکلیف کا شکار نہیں ہونے دیا جائے گا۔"

"زخمیوں کو کہاں رکھا گیا ہے؟"

"میں نے ان کا انتظام اپنی رہائش گاہ پر رکھا ہے۔ ہمارے اپنے ڈاکٹران کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔" عدنان نے جواب دیا۔

"اپنے ڈاکٹر سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"میں نے ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لیے اپنے گروہ میں تین بہترین ڈاکٹروں کو شامل کر لیا ہے اور یہ سب پرنس دلاور کے وفادار ہیں۔"

گڈ' ویری گڈ۔" میں نے کہا۔ "اور وہ لاشیں؟"

"ان کے لیے میں افسردہ ہوں پرنس کہ انھیں عزت و احترام کے ساتھ دفن نہ کر سکا۔ پرنس دلاور کو آہستہ آہستہ غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹایا جا رہا ہے۔ میں نے تیر غوطہ خوروں کو سمندر میں اتار کر لاشوں کی کیفیت معلوم کرائی تھی۔ حسب توقع مچھلیوں نے لاشوں کو نوچ کر کھا لیا ہے اور اب ان کی شناخت ممکن نہیں ہے۔ کبھی پتہ نہیں چل سکے گا کہ وہ کون تھے؟"

"افسوس! ان بے چاروں کے ساتھ بہت برا سلوک ہوا۔ باقی معاملات کی کیا پوزیشن ہے؟"

"میرے خیال میں یہ ہنگامہ طول پکڑ لے گا۔ وی کنگ کس کی ملکیت ہے۔ اس بار۔ میں چھان بین ہو گی۔ ویسے آج کے اخبارات میں اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں ہے ممکن ہے دوپہر کے اخبارات کوئی خبر دیں اگر سیٹھ جبار نے اس معاملے میں ہمیں ملوث تو کیا پروگرام رہے گا پرنس؟"

"دیکھا جائے گا۔ حالات کا مقابلہ کریں گے بس کوئی نشان نہیں رہنا چاہیے۔"

"میں نے کوشش تو کی ہے کوئی نشان باقی نہ رہے۔ آگے اللہ مالک ہے۔ اینجل اور ریٹا خیریت سے ہیں۔"

"ہاں۔ میں نے انھیں کوٹھی میں نہیں رکھا۔"

"پھر کہاں ہیں وہ؟"

"واسن ایونیو کے ایک بنگلے میں۔ یہاں تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔"

"اوہ گڈ۔ احتیاطی اقدام کے طور پر یہ مناسب ہے۔ ویسے پرنس کیا اینجل اس سلسلے میں ہم سے تعاون کرے گی؟ اسے سخت نگرانی میں رکھنا---- ہو گا۔ ہمارے خلاف خطرناک گواہ ثابت ہو سکتی ہے۔"

"اس کا امکان کم ہے لیکن اگر ایسی کوئی صورت حال ہوئی تو اسے ختم کر دیا جائے گا۔ تم کسی وقت وانسن ایونیو کے اس بنگلے کا جائزہ لے لینا اگر وہاں ان دونوں کا رکھ

نہ ہو تو انھیں وہاں سے کہیں اور منتقل کر دیں گے۔"

"بہتر۔ ویسے ایک درخواست اور ہے پرنس۔"

"کیا؟"

"آپ کی نقل و حرکت محدود ہے تو بہتر ہے۔ ممکن ہے وہ لوگ آپ پر خصوصی نگاہ رکھیں۔"

"ٹھیک ہے' میں خیال رکھوں گا!"

"ریٹا کے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ اس سے اینجل کے بارے میں معلوم کرتے رہیں۔ طاہر اور اعظم کے پاس بھی کچھ لوگوں کو اور بھجوا دیں گے۔"

"او کے۔"

"ایک اور اہم مسئلہ فورسیا کا ہے پرنس' اس کے لیے کیا کریں گے؟"

"ہاں یہ معاملہ بھی قابل غور ہے۔ پتہ نہیں اس کے ذہن میں کیا ہے اگر اس نے بری دل سے ہم سے یہ تعاون کیا ہے اور ہمارے چنگل سے نکل کر وہ سیٹھ جبار سے مل گئی تو ہمارے لیے پریشانی کا باعث بن سکتی ہے۔"

"بظاہر وہ جس ٹائپ کی عورت ہے اس سے اس کا امکان تو نہیں ہے لیکن سیٹھ جبار کو ذہن میں رکھنا ہو گا اگر فورسیا اس کے ہاتھ لگ گئی اور اس نے اسے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا تو؟"

"ہاں۔ اس پہلو کو مدنظر رکھنا ہو گا۔"

"کیا خیال ہے اس کی چھٹی کر دی جائے؟" عدنان نے پوچھا۔

"ابھی نہیں عدنان۔ اس وقت تک میں اسے قتل نہیں کر سکوں گا جب تک مجھے اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے۔"

عدنان مسکرانے لگا تھا۔ "میں آپ سے متفق ہوں پرنس۔ ویسے وہاں کی خبر نہیں مل سکی۔"

"فون کرو گے؟"

"کہاں ڈائمنڈ ہاؤس؟"

"ہاں۔"

"یہاں سے نہیں کروں گا پرنس۔ باہر جاؤں گا تو کر لوں گا! اگر کوئی خاص بات ہوئی تو آپ کو اطلاع دوں گا۔"

"او۔ کے عدنان۔ رات سے آرام تو نہیں کیا ہو گا؟" میں نے سوال کیا

"نہیں پرنس۔ فرصت نہیں مل سکی اور ابھی اس کے امکانات بھی نہیں ہیں۔ و
پرنس میں مضبوط انسان ہوں۔ رات ہی کو سوؤں گا بشرطیکہ کوئی خاص بات نہ ہوئی۔"

"بس عدنان۔ اب تو تمھارے بارے میں کچھ کہنے کے لیے بھی نہیں رہ گیا۔"

"آپ میرے بارے میں صرف ایک بات مجھے بتاتے رہیں پرنس کہ میں اپنا فرض
طور پر انجام دے رہا ہوں یا نہیں۔ آپ کے مشن میں جو کچھ بھی کر سکتا ہوں اپنے
سعادت سمجھتا ہوں۔ اب اجازت دیجئے گا۔" عدنان نے کہ اور میں نے خاموشی سے گر
ہلا دی۔

اس کے بعد کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی تھی جو ذہن کو پریشان کرتی۔ چنانچہ میں
کچھ دیر سونے کی ٹھانی۔ سونے کے لیے لیٹ گیا اور رات کو دس بجے آنکھ کھلی تھی۔ د
تک سونے سے طبیعت بوجھل ہو گئی تھی۔ تھوڑی دیر چہل قدمی کی فینی کے بارے
معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ سو رہی ہے۔ عدنان کو بھی مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا اور
فیصلہ کیا کہ رات کو سونے کے بعد دوسرے دن ہی کوئی کام کیا جائے اگر اس وقت کوئی ا
کارروائی کی اور کوئی الٹی سیدھی بات سن لی تو رات کی نیند بھی جائے گی۔

کھانے میں صرف جوس لیا اور مس نادرہ کو ہدایات دینے کے بعد پھر سونے لیٹ گیا
دوسری صبح بالکل تازہ دم تھا اور یہ تازہ دم صبح بہت سی اطلاعات کا انبار لے کر آئی تھی
ناشتے پر پہلی ملاقات فینی سے ہوئی۔ اس نے میرے سامنے اخبارات رکھ دیے تھے۔

سب سے بڑی سرخی "دی کنگ" کے بارے میں تھی۔ میں جلدی جلدی خبر پڑھنے لگا۔

بندرگاہ سے کچھ دور لنگرانداز جہاز میں قتل و غارت گری۔ جہاز ہانگ کانگ کی ایک
کمپنی کی ملکیت تھا۔

رپورٹر۔ پچھلی رات بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوئے ایک جہاز "دی کنگ" پ
اچانک ہلاکت خیزی شروع ہو گئی----- ستائیس افراد موت کا شکار ہو گئے۔ ان میں چود
افراد کا تعلق جہاز کے عملے سے ہے اور وہ ہانگ کانگ کے باشندے ہیں باقی لوگ مقامی
تھے۔ پانچ لاشیں سمندر سے برآمد ہوئی ہیں ان کے پیروں میں وزنی پتھر اور دیگر وزن باندھ
کر سمندر برد کر دیا گیا تھا۔ مچھلیوں نے ان کے بدن سے گوشت صاف کر دیا جس کی وجہ
سے ان کی شناخت نا ممکن رہی۔ دی کنگ نامی جہاز پچھلے ماہ بیروت سے آیا تھا۔ یہ مال
بردار جہاز ہانگ کانگ کی ایک کمپنی سروسواتو کی ملکیت ہے----- اور ایک ٹیکسٹائل کے
لیے بھاری مشینری لے کر آیا تھا۔ یہ ٹیکسٹائل مل ایک بڑے اور معزز سرمایہ دار سیٹھ جبار
کی ہے۔ مشینری اتار نے کے بعد یہ سمندر میں لنگرانداز ہو گیا تھا اور اس کے انجن کی

مرمت کا کام ہو رہا تھا۔ پچھلی رات اس پر اچانک اسٹین گن سے فائرنگ ہونے لگی۔
ریک ہی کھڑے ہوئے ایک برطانوی جہاز وکٹوریہ سے اس پر روشنیاں پھینکی گئیں لیکن کچھ
معلوم نہیں ہو سکا۔ وکٹوریہ سے خطرے کے سائرن بجانے پر بحریہ کے گشتی اسٹیمر اس
رف چل پڑے اور انھوں نے دور دور تک سمندر میں گھیرا ڈال لیا لیکن کچھ لوگ بادبانی
شتیوں سے فرار ہو گئے۔ فرار ہوتے ہوئے انھوں نے یہ کشتیاں ٹائم بم سے تباہ کر دیں۔
چھ افراد ایک اسٹیمر سے بھی فرار ہوئے اور ایک ویران ساحل پر جا نکلے۔ ساحل پر اتر کر
ھوں نے وہ بڑا اسٹیمر بھی ڈائنا مائیٹ لگا کر تباہ کر دیا----- اور شہر میں داخل ہو گئے۔

پولیس کے اعلیٰ افسران اس ہلاکت خیزی کی تفتیش کر رہے ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ
ہاز کا عملہ تخریب کاروں پر مشتمل تھا اور وہ کسی نامعلوم مشن پر یہاں آئے تھے۔ امکان
ہے کہ وہ کسی تخریب کار ملک کے ایجنٹ ہوں اور کسی خاص مقصد سے یہاں آئے ہوں
ان جن لوگوں نے ان سے جنگ کی ان کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ جہاز کا یہ
عملہ کل چودہ افراد پر مشتمل تھا اور وہ سب ہلاک ہو گئے ہیں۔ مرنے والے مقامی لوگوں کی
ناخت کے لیے کارروائی کی جا رہی ہے اور----- حملہ آوروں کی تلاش جاری ہے۔ اس
سلسلے میں تازہ ترین اطلاع یہ ہے کہ بادبانی کشتیاں جیٹی کریک پر مچھلیاں پکڑنے والے ماہی
یروں کی ملکیت ہیں۔ ماہی گیروں کا بیان ہے کہ کچھ پراسرار لوگ جن کے چہرے نقابوں
ں چھپے ہوئے تھے۔ گاڑیوں میں بیٹھ کر آئے اور انھوں نے ماہی گیروں پر حملہ کر کے
نھیں بے ہوش کر دیا۔ پھر ان کی کشتیاں لے گئے۔ ماہی گیروں کو لاکھوں روپے کے
صانات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔

میں نے اس خبر کو کئی بار پڑھا۔ بظاہر اس سے کسی ایسی بات کا اظہار نہیں ہوتا تھا جو
برے خلاف جاتی۔ سیٹھ جبار کا نام بھی اس حد تک آیا تھا کہ جہاز سے آنے والی بھاری
شینری اس کی ملکیت تھی۔ ممکن ہے کوئی اور معاملہ ہو اور سیٹھ جبار کی گردن ناپ لی گئی
و۔ بہرصورت اس بارے میں ابھی کوئی معلومات حاصل ہونا ناممکن تھا۔ خبر میرے لیے
شولشناک نہیں تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد عدنان آ گیا۔ ڈرائیور کے میک اپ میں تھا۔ سفید
ردی پہنے اور ناک کے نیچے مونچھیں لگائے۔ ایک لمحے کے لیے تو میں اسے پہچان نہیں سکا
تھا لیکن پھر میں نے اسے پہچان لیا۔

"صرف احتیاط-----" اس نے کہا۔ "خبر پڑھ لی ہو گی آپ نے؟"

"ہاں۔"

"مجھے شبہہ تھا کہ ممکن ہے سیٹھ جبار نے اس سلسلے میں تفتیشی افسران کو کچھ

اشارے دے رہے ہوں اور کوٹھی کچھ لوگوں کی نگرانی میں ہو۔ اس لیے میں ان کی نگاہوں محفوظ رہنا چاہتا ہوں۔"

"عمدہ خیال ہے' خبر کیسی ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"جو کچھ اخبارات میں ہے اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ سیٹھ جبار خود بھی پ کو کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں ہے۔ ویسے میں نے اس بارے میں بہت کچھ سوچا میرا اندازہ ہے پرنس کہ سیٹھ جبار کسی قیمت پر پولیس کو آپ کے بارے میں کچھ بتائے گا۔ مشینری کے بارے میں وہ یہ کہہ کر گلو خلاصی کر سکتا ہے کہ اس کا مال اس پاس آ گیا پھر اسے جہاز سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جہازراں کمپنی بارے میں کیا جواب دیتی ہے ممکن ہے سیٹھ جبار کا تعلق صرف اس کے عملے سے ویسے تو یہ انکشاف بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اس جہازراں کمپنی کا شیئر ہولڈر یا اس ڈائرکٹران میں سے ہو۔"

"ہاں یہ تعجب کی بات نہ ہو گی کیونکہ بہر حال وہ ایک اسمگلر ہے۔" میں نے ج دیا۔

"لیکن وہ بہت چالاک ہے' پرنس۔ بہر حال انجل اب آپ کے قبضے میں آ چکی سیٹھ جبار کے ہاتھ یوں بھی کٹ گئے ہیں۔"

"دیکھو کیا ہوتا ہے؟"

"میں نے کچھ خاص لوگوں کو متعین کیا ہے وہ ہمیں تازہ ترین خبروں سے آگاہ ر گے۔ دوسری اہم خبر سنئے۔ پرنس فورسیا کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"موبو اس کی بو سونگھتا ہوا اس جگہ پہنچ گیا۔ چار آدمی اس کے ساتھ تھے لیکن نے یہاں ایک ذہین آدمی کو تعینات کر دیا تھا اس نے موقع کے لحاظ سے صورت سنبھال لی۔"

"گڈ' پھر کیا رہا؟"

"وہ سب ڈائمنڈ ہاؤس میں داخل ہوئے اگر ہم چاہتے تو انھیں نقصان پہنچا سکتے نادر نے ان کا استقبال کیا اور پوچھا کہ وہ پرنس فورسیا کی تلاش میں آئے ہیں پھر اس انہیں پرنس فورسیا سے ملا دیا۔ پرنس فورسیا نے خیر سگالی کے جذبات کے طور پر ان ہتھیار ہمارے آدمیوں کے حوالے کر دیئے ہیں۔ اس نے کہا ہے کہ وہ پرنس دلاور ملاقات کرنا چاہتی ہے اور جس وقت بھی پرنس کو فرصت ملے اس مل لیں۔"

"لیکن عدنان وہ لوگ سیٹھ جبار کے چنگل سے کیسے آزاد ہو گئے؟" میں نے کہا اور عدنان اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"فون۔ میں فون استعمال کرنا چاہتا ہوں پرنس۔" اس نے کہا اور میں نے فون کی طرف اشارہ کر دیا۔ عدنان نے ڈائمنڈ ہاؤس کے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ اس کے چہرے سے پریشانی عیاں تھی۔ کافی دیر تک وہ ریسیور کان سے لگائے رہا---- پھر پھنسی پھنسی آواز میں بولا۔ "چوٹ ہو گئی۔"

"فون نہیں ریسیو کیا جا رہا ہے؟"

"ہاں۔ کچھ گڑ بڑ ہے۔" عدنان نے جواب دیا اور میں پرخیال انداز میں کان کھجانے لگا۔ پھر میں نے پوچھا۔

"نادر کے علاوہ وہاں ہمارے کتنے آدمی اور تھے عدنان؟"

"پانچ نادر سمیت کل چھ افراد تھے۔"

"ڈائمنڈ ہاؤس ہماری ملکیت ہے؟"

"جی نہیں۔ یہ ولی بھائی کے نام سے کرائے پر حاصل کی گئی ہے۔ وہ ایک پارسی کی ملکیت ہے اور اسے سالانہ کرایہ ولی بھائی کی طرف سے پہنچ جاتا ہے۔ عمارت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے سر۔ پہلی بات تو یہ کہ ہمارے آدمیوں کا کیا ہوا۔ کیا وہ سیٹھ جبار کی قید میں چلے گئے۔ دوسری بات یہ کہ پرنس فورسیا ان کے قبضے میں آئی یا نہیں اگر وہ سیٹھ جبار کے قبضے میں آ گئی تو ممکن ہے وہ خود ساری حقیقت کا اعتراف نہ کرے لیکن سیٹھ جبار اگلوالے گا۔ صورت حال یوں ہو سکتی ہے کہ سیٹھ جبار نے ان سیاہ فاموں کو اس نظریئے کے تحت چھوڑ دیا ہو کہ ممکن ہے موبو' اصلی فورسیا کو تلاش کر ہی لے اس نے ان لوگوں کے تعاقب کے لیے آدمی تعینات کر دیئے ہوں گے اور وہ موبو کے سہارے ڈائمنڈ ہاؤس پہنچ گئے۔"

"ہاں' اسی کے امکانات ہیں۔" میں نے ہونٹ سکیڑ کر کہا پھر میں نے پوچھا۔ "فورسیا کے بارے میں یہ اطلاع کب موصول ہوئی؟"

"پچھلی رات مجھے آج صبح پتہ چلا ہے۔"

"اطلاع دینے والا کون تھا؟"

"میرے ادارے کا ایک فرد۔"

"نہیں۔ ڈائمنڈ ہاؤس سے یہ اطلاع کس نے دی؟"

"نادر نے ہی فون کیا تھا۔" عدنان پشیمان لہجے میں بولا۔

"اس سے ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے عدنان۔ کیا ان لوگوں نے نادر وغیرہ کو موقع دیا کہ وہ فورسیا سے بات کر لے۔ وہ لوگ ہتھیار ان کے حوالے کر دیں اور پھر نادر تمہیں فون کر لے؟"

"ہاں۔ اس کے امکانات ہیں پرنس! ممکن ہے وہ لوگ عمارت کے بارے میں صورت حال کا اندازہ لگا رہے ہوں۔"

"پھر اب کیا پروگرام ہے؟"

"میں چلتا ہوں پرنس۔ معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"میں تمھارے ساتھ چلوں گا۔" میں نے کہا اور عدنان پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"میں عاجزانہ درخواست کرتا ہوں پرنس! آپ اس میں حصہ نہ لیں۔ آپ کی یہاں موجودگی ضروری ہے۔"

"تم کیا کرو گے؟"

"کوئی ترکیب نکال لوں گا اگر کچھ کر سکا تو آپ کو ٹرانسمیٹر پر اطلاع دوں گا۔"

"او کے۔ میں انتظار کروں گا۔" میں نے کہا اور عدنان چلا گیا۔ میں پریشانی سے گردن ہلانے لگا تھا۔ کتنے ہنگامے کھڑے ہو گئے تھے------ بہر حال ان سے مردانہ وار نبرد آزما ہونا تھا۔ طارق بھی واپس آ گیا تھا اور پھر وہ شیطانی ذہن کا مالک تھا اس کی واپسی اس وقت سیٹھ جبار کے لیے بڑی تقویت کا واعث تھی۔

عدنان نے شام پانچ بجے رابطہ قائم کیا۔ "صورت حال کسی قدر بہتر ہو گئی ہے پرنس' میں تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔ ڈائمنڈ ہاؤس سے تقریباً" دو فرلانگ دور الیکٹرک کمپنی کی ایک گاڑی الیکٹرک پول درست کر رہی تھی۔ ہم نے گاڑی پر کام کرنے والے آدمیوں کو بے ہوش کر کے گاڑی پر قبضہ کر لیا اور پھر اسے لے کر ڈائمنڈ ہاؤس پہنچ گئے۔ پہلے ہم نے باہر سے جائزہ لیا پھر الیکٹرک وائر مینوں کے لباس میں اندر داخل ہو گئے۔ عمارت خالی تھی۔ تہ خانے میں بھی کوئی نہیں تھا لیکن عمارت سے کچھ فاصلے پر ایک فقیر موجود تھا۔ اس سنسان علاقے میں بھیک مانگنے والے کو دیکھ کر ہمیں شک ہو گیا۔ ہم نے اسے پکڑ لیا اور گاڑی وہیں چھوڑ کر واپس آ گئے۔ فقیر پر تشدد کیا گیا تو اس نے سب کچھ اگل دیا۔ وہ سیٹھ جبار کا آدمی ہے اور عمارت کی نگرانی کر رہا تھا۔ اس کے پاس سے ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا ہے۔ اس سے علم ہوا کہ ہمارے تمام ساتھی گرفتار ہو گئے اور انھیں ایک نواحی بستی کے----- مکان میں لے جایا گیا ہے بہر حال پرنس میں نے مختلف پروفیشن کے لوگوں کے

بھیس میں اپنے آدمی اس مکان تک بھیجے۔ ان میں سے کچھ کو بھنگی تک بنا دیا گیا تھا ؤشخبری یہ ہے کہ نادر اور ہمارے بقیہ ساتھی ہمیں اس عمارت میں مل گئے۔ نادر زخمی ہے لیکن کوئی خاص زخم نہیں ہے۔ البتہ فورسیا اور اس کے ساتھی اس عمارت میں نہیں لائے ئے۔ عمارت میں موجود دونوں آدمی جو نادر وغیرہ کی نگرانی کر رہے تھے عام سے آدمی تھے در انھیں کچھ نہیں معلوم تھا۔ نہ فقیر بنے ہوئے آدمی کو یہ معلوم تھا کہ فورسیا کو کہاں لے جایا گیا ہے اس لیے انھیں چھوڑ دیا گیا۔ کم از کم ایک الجھن سے نجات مل گئی ہے پرنس! ارے آدمی سیٹھ جبار تک نہ پہنچ سکے لیکن پرنس فورسیا سیٹھ جبار کے قبضے میں پہنچ گئی ہے۔"

"ویری گڈ عدنان تمھارا کیا خیال ہے کیا پرنس ہمارے لیے نقصان کا باعث بن سکتی ہے؟"

"کچھ نہیں عرض کیا جا سکتا پرنس! ویسے میرا خیال ہے کہ ابھی اس سلسلے میں کوئی بڑی رروائی ممکن نہیں ہے۔ دی کنگ کا مسئلہ سیٹھ جبار کے لیے کافی پریشان کن ہے اور پھر جل دیکھنا یہ ہے کہ اب سیٹھ جبار میں کتنا دم خم باقی رہ گیا ہے۔"

"او۔ کے۔ جو کچھ تم کر چکے ہو بہت کافی ہے۔ اول تو پرنس فورسیا یہ ہیرے قانونی رپر نہیں لائی تھی وہ اس کا کیا جواز پیش کرے گی اور اگر کوئی صورت نکل بھی آئے تب ٹ لیا جائے گا ان لوگوں سے۔" میں نے کہا اور پھر مختصر گفتگو کے بعد ٹرانسمیٹر بند کر ۔ میرے ذہن میں ایک دم تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔ مجھے کون سی جائداد بچانی تھی جرم کیا جرائم کی دنیا میں آیا تھا تو ہر قسم کے حالات سے نمٹنے کی صلاحیت ہونی چاہیے چنانچہ ہ حالات جو بھی رخ اختیار کریں۔

اب میں یہ معلوم کرنے کا خواہش مند تھا کہ دی کنگ کے سلسلے میں سیٹھ جبار کی کیا یشن ہے اور اس کے لیے میں نے ایک دوسرا راستہ نکالا یعنی صائمہ روشن علی۔ میں اسے ہدایت کی کہ دی کنگ کے ہنگامے کے بارے میں معلومات حاصل کرے۔ میں ا پر مجروح ہونے والوں کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔ صائمہ روشن علی نے حاجی الٰہی کا حوالہ دیا نکہ حاجی الٰہی نے بھی اس جہاز سے کچھ مال منگوایا تھا۔

حاجی الٰہی تو میرے حاشیہ برداروں میں تھا۔ میرے ایک فون پر دوڑا چلا آیا۔ میں نے اکوٹھی کے ڈرائنگ روم میں اس کا استقبال کیا تھا۔ حاجی صاحب بچھے جا رہے تھے۔

"میری خوش قسمتی پرنس کہ آپ نے مجھے یہ عزت دی۔ میں آپ کی رقم------!"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں حاجی صاحب۔ کیا آپ کے خیال میں' میں نے آپ کو رقم

کے لیے بلایا ہے؟"

"میں آپ کا مقروض ہوں پرنس!"

"یہ بات آپ ذہن سے نکال دیں اور اگر مزید تسلی چاہتے ہیں تو میں اس کے آپ کو پانچ سال کی چھوٹ دیتا ہوں۔"

"آپ فرشتے ہیں پرنس! آپ نے میری عزت سنبھال لی ہے خدا آپ کو مزید ع دے۔" حاجی صاحب مخلص لہجے میں بولے۔

"شکریہ حاجی صاحب! میں نے آپ کو ایک اور سلسلے میں زحمت دی ہے۔"

"فرمایئے پرنس!"

"آپ نے دی کنگ نامی جہاز کا ہنگامہ سنا؟"

"وہ۔ جی ہاں۔ میں نے بھی اس سے مال منگوایا تھا۔"

"اور سیٹھ جبار نے بھی؟"

"جی! سیٹھ جبار تو میری طرح پھنس گیا ہے۔"

"اوہ۔ کیسے؟"

"لمبے چوڑے معاملات میں۔ ان گوداموں کو سیل کر دیا گیا ہے جہاں ٹیکسٹائل م اترى ہے۔ تحقیقات ہو رہی ہے۔ دی کنگ نامی جہاز بھی مشکوک حیثیت کا حامل عجیب و غریب انکشاف ہو رہے ہیں اس کے بارے میں۔"

"مثلاً کیا؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

"یہ معلومات شپنگ کارپوریشن کے ایک آدمی نے مجھے دی ہیں پرنس، جو سالے کا دوست ہے اور میرے پاس آتا رہتا ہے خیال یہ ہے کہ دی کنگ سیٹھ ج ملکیت ہے۔"

"مگر وہ تو ہانگ کانگ کی ایک کمپنی کا جہاز ہے۔" میں نے تعجب سے کہا۔

"ہاں لیکن سیٹھ جبار نے یہ جہاز اس کمپنی کو دیا ہے۔ وہ اس کا خفیہ شیئر ہو اسی بنیاد پر تو مال پر چھاپہ پڑا ہے۔ جہاز کمپنی کے نام پر ہے لیکن صرف سیٹھ جبار کام کرتا ہے اور اس پر عملہ ہانگ کانگ کا تھا۔ کمپنی کو جہاز سے منافع دیا جاتا تھا۔"

"یہ بات حکومت کے علم میں آ چکی ہے؟"

"جی ہاں۔"

"اوہ حاجی صاحب! بڑی افسوسناک خبر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ سیٹھ جبار

؟" میں بو

"یہ کائنات ایک سمندر ہے پرنس! اور سمندر کسی کا تابع نہیں ہوتا۔ قدرت کے ہاتھ لمبے ہیں۔ سیٹھ جبار ہمیشہ دوسروں کو ڈبونے کی کوشش کرتا رہا ہے اب اگر سمندر کی کوئی لہر اس پر چڑھ دوڑی ہے تو اس میں افسوس کیسا۔ برائی کے نتائج تو فطری عمل ہوتے ہیں آپ کو شاید کبھی اس کی شیطنت سے سابقہ نہیں پڑا۔ ہم جانتے ہیں پرنس اس نے ہر چھوٹے بڑے سرمایہ دار کو نقصان پہنچایا ہے وہ کاروبار کی دنیا کا بے تاج شہنشاہ ہے جسے چاہے بنا دے جسے چاہے بگاڑ دے۔ بہت سے چھوٹے موٹے سرمایہ دار اس کی چیرہ دستیوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ سیٹھ جبار کو جو چیز پسند ہوتی ہے وہ اسے اپنی ملکیت بنا لیتا ہے۔ میری نگاہوں میں ایسے بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے اپنے محدود سرمائے سے کسی کاروبار کا آغاز کیا اور سیٹھ جبار کو اس میں کوئی دلچسپی نظر آئی تو اس نے حکم نامہ بھیج دیا کہ اس کاروبار کو اس کے حوالے کر دیا جائے اور اس کی کوڑیاں لے لی جائیں۔ اب آپ خود سوچئے کہ جو شخص اپنی تمام پونجی اور تمام تر ذہانت کسی کام میں صرف کر کے اس کی ابتدا کرے۔ وہ اپنی روزی اسے کیسے دے سکتا ہے لیکن سیٹھ جبار نے جو کہہ دیا بس وہ کہہ دیا۔ اس نے حکم عدولی کرنے والے کو اس طرح ڈبویا ہے کہ پھر وہ بے چارہ سڑکوں پر ہی بھیک مانگتا ہوا نظر آیا۔ پتہ نہیں کتنے مظلوموں کی آہیں اس کا تعاقب کر رہی ہیں۔ آپ اس کا افسوس نہ کریں پرنس! ویسے مجھے تو یقین نہیں ہے کہ سیٹھ جبار ڈوب جائے اس کے ہاتھ اتنے دراز ہیں کہ وہ بڑے سے بڑے مسئلے کو اپنے حق میں کر لیتا ہے۔ ہم ابھی کوئی فیصلہ کن بات نہیں کہہ سکتے تھے۔ مجھے یقین ہے کہ آج کل وہ دن رات اپنی گلو خلاصی کی فکر میں سرگرداں ہو گا اور آپ دیکھ لیجئے کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد وہ ان مسائل سے نکل آئے گا۔" حاجی الٰہی مایوسی سے ہونٹ سکوڑ کر بولے۔

"آپ کے خیال میں حاجی صاحب مشینری کے گودام پر چھاپہ کیوں پڑا ہے؟"

"بس منہ نہ کھلوایئے پرنس ہو سکتا ہے کہ وہ تمام مشینری ڈھول کا پول ہو—— ان کے اندر کوئی اور ہی چیز موجود ہو۔ بات تو صرف یہ ہے کہ صحیح صورت حال سامنے آجائے۔"

"ہون۔ بہر طور حاجی صاحب جو برا کر رہا ہے اسے سزا ملے گی میں نے تو ایک انسان کی حیثیت سے اظہار تاسف کیا تھا مجھے علم ہوا تھا کہ اس جہاز سے آپ نے بھی کچھ مال منگوایا ہے تو میں نے سوچا کہ کہیں آپ کسی پریشانی کا شکار نہ ہوں اگر ایسی کوئی بات ہو تو مجھے بتایئے میں آپ کی ہر ممکن مدد کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"پرنس! بخدا میرے ہاتھ صاف ہیں۔ میں آج کل پریشان ضرور ہوں لیکن ناجائز

ذرائع سے اپنی ساکھ بنانے کا خواہش مند نہیں۔ بھائی بے ایمانی' برائی' چوری چکاری میں کروں گا اور کھائیں گے سب لوگ پھر میں ان جھگڑوں میں اپنی جان کیوں پھنساؤں' کوشش کر رہا ہوں کہ بال بچوں کے لیے کچھ چھوڑ جاؤں۔ چھوڑ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ ان کی تقدیر۔"

"آپ نے ٹھیک کہا حاجی صاحب! میں نے اسی لیے آپ کو زحمت دی تھی۔"

"شکریہ پرنس' میں آپ کے احسانات کو کبھی نہیں بھول سکتا اور ان کے عوض صرف آپ کو دعائیں ہی دے سکتا ہوں۔"

"آپ کی دعائیں میرے لیے بہت بڑا سرمایہ ہیں حاجی صاحب۔" میں نے کہا اور پھر حاجی الٰہی کو رخصت کر دیا۔ سیٹھ جبار کی مسلسل خاموشی کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی اور یہ خاموشی کئی دن تک جاری رہی۔

چار پانچ دن گزر گئے تھے۔ سیٹھ جبار نے اینجل کے سلسلے میں کوئی خاص کارروائی نہیں کی تھی ویسے میرا اور عدنان کا یہ خیال مشترک تھا کہ دی کنگ نامی جہاز پر ہونے والی کارروائی کو سیٹھ جبار نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو گا اور جانتا ہو گا کہ اس میں پرنس دلاور ہی کا ہاتھ ہے لیکن حیرت کی بات تھی کہ سارے وسائل ہونے کے باوجود اس نے ابھی تک پرنس دلاور کو ان واقعات میں ملوث نہیں کیا تھا جب کہ اس کی پوزیشن محفوظ نہیں تھی اس کی دو ہی وجوہات ہو سکتی تھیں۔ اول تو اینجل' دوئم یہ کہ اسے پرنس دلاور کی پہنچ کا بھی بخوبی احساس تھا۔ دوہری دشمنی مول لے کر وہ بالکل ہی دلدل میں دھنسنا نہیں چاہتا تھا۔

پانچویں دن عدنان نے ایک اور اطلاع دی جو میرے لیے خاصی سنسنی خیز تھی اس نے کہا کہ پرنس فورسیا اپنے پانچوں ساتھیوں کے ساتھ ہوٹل سپارکو میں موجود ہے۔ میں اس اطلاع پر چونک پڑا۔

"یہ کیسے ممکن ہے عدنان؟"

"میں خود جائزہ لے چکا ہوں پرنس۔ ہر چند کہ میں نے اس سے ملنے کی کوشش نہیں کی لیکن میں اور میرے آدمی اس کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"اس میں کوئی فریب؟"

"نہیں کہہ سکتا۔ پرنس فورسیا لگ تو ٹھیک ٹھاک ہی رہی ہے اور اس کے تمام ساتھی بھی لیکن ممکن ہے یہ سیٹھ جبار کی کوئی چال ہو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں اس کے قریب دیکھنا چاہتا ہو۔"

"اس کا انتظام ہو سکتا ہے چیف۔" عدنان لاابالی انداز میں کہنے لگا

"وہ کیسے؟"

"آپ خود فورسیا سے ملنا چاہتے ہیں پرنس؟"

"ہاں بھئی کم از کم ایک دفعہ قریب سے اس کا جائزہ تو لیا جائے۔ معلوم کیا جائے کہ اس کے ساتھ کیا بیتی؟"

"تو پھر آپ کو زحمت کرنا ہو گی۔ میں انتظامات کیے دیتا ہوں' اگر آپ مناسب سمجھیں تو آج شام پانچ بجے مجھ سے ملاقات کر لیں۔"

"میں پہنچ جاؤں گا لیکن کہاں؟"

"تاج کمپلیکس نامی ایک عمارت ہے جس میں دفاتر ہیں۔ اس عمارت کے کمرہ نمبر بیس میں آ جائیے۔ یو۔ کے براورز کے نام سے ایک فرم کا بورڈ لگا ہوا ہے۔ چند افراد وہاں موجود ہوں گے فکر نہ کیجئے وہ میرے ہی آدمی ہیں۔ میں اپنے کیبن میں آپ کا انتظار کروں گا۔"

"ٹھیک ہے بھئی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر اسی شام پانچ بجے عدنان کی بتائی ہوئی عمارت میں پہنچ گیا۔ یو۔کے براورز کا بورڈ نظر آ گیا تھا۔ کمرہ خاصا کشادہ تھا۔ دو' تین آدمی میزوں پر بیٹھے فائلوں پر کام کر رہے تھے۔ ایک شاندار کیبن ایک کونے میں بنا ہوا تھا۔ میں اس کیبن کی جانب بڑھ گیا۔

عدنان نے کیبن سے نکل کر میرا استقبال کیا تھا۔

"کمال ہے بھئی نہ جانے تم نے کیا کیا بکھیڑے پھیلا رکھے ہیں؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور عدنان بھی مسکرانے لگا۔

"آپ کے ساتھ کام کرنے کا یہی تو مزہ ہے پرنس کہ مجھے ہر معاملے میں آپ کا دست نگر نہیں رہنا ہوتا۔ یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے اس میں بلاشبہہ اخراجات بہت وسیع ہو گئے ہیں لیکن میرا قصور نہیں ہے آپ نے یا آپ کے محکمے کے کسی فرد نے مجھ سے اخراجات کا حساب نہیں مانگا اور جب بے حساب خرچ کرنے کے لیے موجود ہے تو جو دل چاہتا ہے کرتا رہتا ہوں۔"

"عدنان میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ سب کچھ میرے مفادات کے لیے ہے اور پھر تم پر پورا بھروسہ ہے مجھے اس لیے حسابات وغیرہ چیک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہرطور اب یہ بتاؤ کہ تمہارا پروگرام کیا ہے؟"

"میرے آدمی سپارکو میں اپنا کام دکھا چکے ہیں۔ سپارکو کے دو ویٹرز اغوا کر لیے گئے تھے اور اب ہماری تحویل میں ہیں ان کی جگہ میرے دو آدمیوں نے تین بجے اپنی ڈیوٹی

سنبھال لی ہے۔ تین سے گیارہ بجے تک وہ اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے ہیں۔ میں نے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا ہے جن کی جسامت پر ہم پورے اترتے ہیں جب ہم سپارکو پہنچیں گے تو وہ لوگ ہمارا استقبال کریں گے اور ہمیں اپنی جگہ دے دیں گے اس طرح ہم ویٹرز کے روپ میں فورسیا تک پہنچ سکتے ہیں۔"

"ویری گڈ لیکن ہمارے چہرے؟" میں نے سوال کیا اور عرفان نے کیبن میں رکھی ایک بہت بڑی میز کی دراز سے دو ماسک نکال لیے اور ان کے پیکٹ کھول کر انھیں میرے سامنے رکھ دیا۔

"یہ میرے اور آپ کے چہرے پر بالکل فٹ ہوں گے۔ میں نے حساب سے حاصل کیے ہیں۔" عدنان نے کہا۔ "آپ چاہیں تو ان کا تجزیہ کر کے دیکھ لیں۔"

"ٹھیک۔۔۔۔۔" میں نے دلچسپی سے کہا اور عدنان وہ ماسک میرے چہرے پر لگانے لگا پھر میں نے باتھ روم کے آئینے میں جا کر اپنا چہرہ دیکھا۔ کمال کی چیز تھی' چہرہ بالکل ہی بدل گیا تھا اور ایک سیدھے سادے جاہل سے آدمی کا چہرہ نظر آ رہا تھا۔ تب عدنان نے کہا۔

"میں بھی اپنا ماسک لگا لیتا ہوں چیف۔ ہمارا ڈرائیور ہمیں سپارکو کے پاس چھوڑ دے گا۔ سپارکو کے قریب ہی ہم لباس بھی تبدیل کر لیں گے تاکہ راستے میں کسی کو کوئی شک شبہ نہ ہو سکے یا پھر یوں کرتے ہیں کہ لباس یہیں پہن لیتے ہیں۔ سپارکو کے مونوگرام کا کوٹ' سپارکو کے نزدیک جا کر پہن لیں گے اور پھر اپنے آدمیوں کو چھٹی دے دیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے جواب دیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم سپارکو کے ویٹرز کے لباس میں ایک کار میں بیٹھے سپارکو جا رہے تھے۔ ہمیں ہوٹل کی عقبی سڑک پر چھوڑ دیا گیا۔ یہاں پر دو آدمی تعینات تھے۔ ان میں سے ایک نے اپنی خدمات پیش کیں اور ان دونوں ویٹرز کو بلانے کے لیے اندر چلا گیا جن کی جگہ ہمیں لینی تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد اسی چہرے مہرے کے دو آدمی جو ویٹرز کے لباس میں تھے ہمارے پاس پہنچ گئے تھے۔

میں نے اور عدنان نے ان کے بیج لے کر اپنے اپنے سینوں پر آویزاں کیے۔ ویٹرز کار میں بیٹھے اور کار واپس چلی گئی۔ ہم دونوں اطمینان سے ہوٹل سپارکو کی جانب دوڑ گئے تھے۔ سپارکو اعلیٰ پائے کا ہوٹل تھا۔ بے شمار ویٹر کام کرتے تھے یہاں اور پھر یقیناً عدنان نے جن ویٹرز کو اغوا کیا ہو گا وہ اسی شکل و صورت کے ہوں گے۔ ہم موقع تلاش کر رہے۔ عدنان کو فورسیا کی رہائش گاہ معلوم تھی۔ ایک طویل راہداری سے گزرتے ہو

اس نے ایک کمرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"فورسیا اس میں مقیم ہے اور برابر کے چار کمرے اس کے ساتھیوں کے لیے مخصوص ہیں یقیناً وہ لوگ اندر ہی موجود ہیں۔"

"پھر کیا پروگرام ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"بس موقعہ نکال کر کسی بھی لمحے ہم دونوں فورسیا کے کمرے میں داخل ہو جائیں گے۔" عدنان نے جواب دیا اور ہم آگے بڑھ گئے۔

بلاوجہ ہی ہم دونوں بھاگ دوڑ کر رہے تھے۔ ہمیں تو یہ بھی علم نہ تھا کہ ہماری ڈیوٹیاں کہاں کہاں ہیں پھر ایک موقعہ پر راہداری بالکل سنسان نظر آئی تو عدنان نے آگے بڑھ کر فورسیا کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ چند لمحات کے بعد دروازہ کھل گیا اور عدنان غڑاپ سے اندر داخل ہو گیا۔

میں راہداری کے کونے پر کھڑا ہوا تھا وہ مجھے اشارہ کر کے اندر داخل ہوا تھا۔ میں بھی دور تک نگاہیں دوڑا کر تیزی سے اس کمرے کی جانب بڑھ گیا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔ عدنان' فورسیا سے کچھ بات چیت کر رہا تھا جب میں اندر داخل ہوا تو فورسیہ نے چونک کر مجھے دیکھا۔

"دو۔۔۔۔۔ دو کیا بات ہے؟" اس نے شبہے کی نگاہوں سے ہمیں گھورتے ہوئے کہا۔

"میں پرنس دلاور ہوں میڈم فورسیا۔" میں نے کہا اور وہ اچھل پڑی پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ۔ مائی گاڈ۔ کیا واقعی؟"

"ہاں۔" میں نے چہرے سے اپنا ماسک اتار دیا اور وہ آہستہ سے ہنس پڑی۔

"مجھے آپ جیسے لوگ بے حد پسند ہیں پرنس۔ میں جانتی تھی کہ آپ کسی نہ کسی طور مجھ سے ملاقات ضرور کریں گے لیکن اس رنگ و روپ میں' میں نے سوچا بھی نہ تھا۔ درحقیقت وہ لوگ شاندار ہوتے ہیں جو خود کو موقع کی نزاکت کے مطابق ڈھال لیتے ہیں۔"

"پرنس فورسیا۔ ہم آپ سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

"صورت حال وہاں تک تو تمھارے علم میں ہو گی۔ جب میرے ساتھی میرے پاس پہنچ گئے تھے اور اس کے بعد سیٹھ جبار کے آدمیوں نے تمھاری اس عمارت میں داخل ہو کر ہمیں حاصل کر لیا تھا۔"

"جی ہاں۔ اس کے بعد سیٹھ جبار سے کیا سلسلہ رہا۔ کیا آپ ہمیں بتانا پسند کریں گی

اور اس سے پہلے یہ بتائیے کہ کیا سیٹھ جبار کے آدمیوں کی یہاں موجودگی ممکن ہے؟"

"سو فی صدی ممکن ہے کیونکہ مجھے یقین ہے کہ وہ میری باتوں سے مطمئن نہیں ہوا ہ لیکن کر بھی کیا سکتا تھا میرے خلاف؟"

"شکریہ ویسے کیا آپ نے ہم سے تعاون کیا ہے میڈم فورسیا؟"

"یقیناً پرنس۔ میں جو کچھ کہتی ہوں اس کی مکمل پابندی کرتی ہوں۔ میں نے آپ سے کہہ دیا تھا کہ اس کے بعد کے معاملات میرے اور آپ کے درمیان ہوں گے۔ سیٹھ جبا جیسے لوگ دولت کمانے کے لیے تو برے نہیں ہیں لیکن وہ اتنے ہوشیار نہیں ثابت ہو اور بعض اوقات ان جیسے لوگوں کی حماقتیں ہمیں بھی پھنسا دیتی ہیں۔ میں آپ کو بتا چکی ہوں پرنس کہ میں جس مشن پر کام کر رہی ہوں اس سے بہت مخلص ہوں۔ میں عام قسم کے جرائم پیشہ نہیں ہوں' صرف دولت کما لینا ہی میرا مقصد نہیں' اپنا وقار بھی رکھنا چاہتی ہوں اور یہ بات میرے وقار کے منافی تھی کہ جب میں آپ سے آئندہ کاروبار کرنے کا فیصلہ کر چکی ہوں تو پھر سیٹھ جبار کو آپ کی نشاندہی کر دوں۔"

"میں آپ کے اس خلوص کا اور ان اصولوں کا تہ دل سے قدر دان ہوں۔ میڈم فورسیا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ سیٹھ جبار سے آپ کی کیا بات چیت رہی؟"

اس نے مجھے وہاں سے حاصل کر لیا پھر جب اس کا میرا سامنا ہوا تو میں اس پر برس پڑی۔ میں نے کہا کہ وہ اس قابل نہیں ہے کہ اس سے کاروبار جاری رکھا جا سکے وہ اپنے دشمنوں میں گھر کر میرے تحفظ کا بندوبست بھی نہیں کر سکا میں نے اس سے کہا کہ ہیرے کس کی تحویل میں جا چکے ہیں وہ کون ہے یہ میں نہیں جانتی میں نے اسے تمام صورت حال صحیح بتا دی تھی پرنس دلاور سوائے آپ کے نام کے' اس نے مجھ سے ان لوگوں کے حلیے پوچھے جو میرے سامنے آئے تھے اور جنھوں نے مجھ سے یہ ہیرے حاصل کیے تھے۔ میں نے اسے مختلف حلیے بتا دیئے جو مقامی لوگوں کے علاوہ کسی کے نہیں ہو سکتے تھے لیکن میں نے یہی کہا کہ کسی کا نام میرے علم میں نہیں آیا اور اس نے مجھے معمولی جرائم پیشہ لوگوں کے ہاتھوں پٹوا دیا------ میں نے اس سے یہ بھی کہا کہ اگر وہ اس شخص کے بارے میں یا اس گروہ کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہے جس نے یہ سب کچھ کیا ہے اس عمارت کے بارے میں چھان بین کرائے جس میں مجھے قید کیا گیا تھا۔ بس یوں سمجھ لیجیے پرنس کہ بہت معمولی سی ردوبدل کے ساتھ میں نے اسے تمام واقعات سنا دیئے اور ان میں آپ کا نام کہیں نہ آیا۔ تب اس نے مجھ سے ایک اور درخواست کی اس نے کہا کہ اگر ضرورت پیش آئے تو وہ اعلیٰ حکام کے سامنے پرنس دلاور کا نام لے لے۔ لیکن میں نے

اس سے انکار کر دیا میں نے کہا کہ یہ ضرورت کس قسم کی ہو سکتی ہے؟ کیا مجھے یہاں مقامی حکام کے سامنے پیش کیا جائے گا؟ اگر ایسا ہوا تو کیا میری ریاست کی ساکھ کی مٹی پلید نہ ہو جائے گی کیا ہمیں جرائم پیشہ نہ قرار دے دیا جائے گا۔ مجھے یہ بھی شبہہ تھا پرنس کہ سیٹھ جبار اپنے نقصان کو برداشت نہیں کر سکے گا ممکن ہے مجھے پھنسانے کی کوشش کرے۔ اس لیے میں نے اس سے اس بات کا وعدہ کیا کہ کسی نہ کسی ٹرپ میں' میں اس کا یہ نقصان پورا کرنے کی کوشش کروں گی اور اس کے لیے میں نے اسے چند پیش کشیں بھی کیں جن سے وہ کسی حد تک مطمئن ہو گیا۔ بڑی ہی بری طرح خوفزدہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا کہ پرنس دلاور نامی ایک شخص اس کے کاروبار کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ وہ کافی خطرناک آدمی ہے اور اسے ختم کرنا چاہتا ہے اس نے مجھے یہ بھی پیش کش کی کہ چونکہ میں غیر ملکی ہوں اور غیر ملکی ہونے کی حیثیت سے مجھے یہاں کچھ تحفظات بھی حاصل ہوں گے اس لیے میں اپنے آدمیوں کی مدد سے پرنس دلاور کو پھانسوں اور اس سے رابطہ کرنے کے بعد اسے قتل کرنے کی کوشش کروں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس بارے میں سوچ کر بتاؤں گی بس گلو خلاصی چاہتی تھی میں اس سے۔ چنانچہ ان تمام شرائط کے بعد اس نے مجھے ہوٹل سپار کو میں منتقل کر دیا ہے۔ طے یہ پایا ہے کہ فی الحال وہ مصروف ہے جب بھی اس کی مصروفیت ختم ہو گی وہ مجھ سے کام لے گا۔ اس نے مجھے یقین دلایا ہے کہ قانونی طور پر یہاں میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ میں اطمینان سے رہتی رہوں اور اگر اعلیٰ حکام کسی طرح میری طرف متوجہ ہو جائیں تو ان سے یہی کہوں کہ میں خاموشی سے سیر و تفریح کی غرض سے آئی تھی اور چونکہ میرا دورہ سرکاری نہیں ہے اس لیے میں خاموشی سے یہاں آرام کر رہی ہوں۔ یہ تمام باتیں ہوئی تھیں۔ میرے اور اس کے درمیان لیکن آپ مطمئن رہیں پرنس میں نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے اس کی پابند ہوں۔ سیٹھ جبار کو میں نے صرف اس لیے اپنے حق میں رکھا ہے کہ اس کے ذریعے میں باآسانی یہاں سے واپس چلی جاؤں گی کیونکہ میرا سامان ضائع ہو چکا ہے اس لیے مجھے اس کی مدد کی ضرورت پیش آئے گی اگر ایسا نہ ہوتا تو میں جا چکی ہوتی آپ کے خیال میں' میں نے اب تک جو کچھ کیا ہے غلط کیا ہے؟"

"نہیں پرنس فورسیا بلکہ آپ نے میرا نام چھپا کر مجھ پر احسان کیا ہے اور سیٹھ جبار کی یہ بات نہ مان کر کہ آپ اس سلسلے میں پرنس دلاور کا نام لے دیں۔ آپ نے میرے ساتھ بہترین تعاون کا مظاہرہ کیا ہے۔ میں بھی آپ کو پیش کش کرتا ہوں پرنس فورسیا کہ اگر آپ کو یہاں سے روانہ ہونے میں کوئی دقت پیش آئے تو میں آپ کی مدد کروں گا

پرنس دلاور اتنا بے وقعت نہیں ہے کہ آپ کے لیے کچھ نہ کر سکے ویسے اگر آپ کوئی جھگڑا مول نہ لے کر خاموشی کے ساتھ نکل جانے کی خواہش مند ہوں تو انتظار کر لیں۔ آپ کو جس چیز کی بھی ضرورت ہو وہ آپ مجھ سے فرما دیں۔ میں آپ کو فراہم کر دوں گا۔" میں نے کہا۔

"پرنس! کرنسی ختم ہوتی جا رہی ہے میرے پاس' اور اب چونکہ سیٹھ جبار سے میرا کوئی معاملہ نہیں بن سکا ہے اس لیے میں اس سے مانگنا نہیں چاہتی۔ آپ کم از کم پچاس ہزار روپے مقامی کرنسی میں مجھے فراہم کر دیں۔ ہم بعد میں اسے اپنے ہی حساب میں لگا لیں گے۔"

"رقم آپ کے پاس رات تک پہنچ جائے گی مجھے مسرت ہے کہ آپ نے اپنائیت سے کام لیتے ہوئے مجھ سے اس بات کا اظہار کر دیا۔"

"ٹھیک ہے پرنس۔ کاروبار میں نقد ادھار تو چلتا ہی رہتا ہے۔ ویسے میں سیٹھ جبار کی ان ہیروں کی مد میں ایک روپے کی رعایت نہ دوں گی کیونکہ یہ اصول کی بات ہے۔"

"شکریہ پرنس فورسیا رقم آپ کو پہنچ جائے گی یہ ایک ٹیلی فون نمبر رکھ لیجئے۔ میں نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "جب بھی میری ضرورت پیش آئے آپ مجھے اس نمبر پر رنگ کر سکتی ہیں۔"

فورسیا نے شکریہ ادا کیا تھا۔

ہم دونوں تھوڑی سی رسمی گفتگو کے بعد باہر نکل آئے اس کے بعد یہاں رکنے کا جواز نہیں تھا۔

چنانچہ اپنے اطراف سے باخبر رہتے ہوئے ہم ہوٹل سپارکو سے باہر نکلے اور پھر ایک ٹیکسی روک کر چل پڑے تھے۔ عدنان نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کر دیا تھا کہ وہ سپارکو کی نگرانی ختم کر دیں۔ اب اس کی کوئی ضرورت باقی نہ رہ گئی تھی۔

عدنان ٹیکسی میں میرے پاس پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھا ہوا تھا اور ہم دونوں ہی اپنے عقب کی نگرانی کر رہے تھے۔ تھوڑی دور نکلنے کے بعد میں نے عدنان سے پوچھا۔

"کیا پوزیشن ہے؟"

"ٹھیک ہے' میرا خیال ہے لائن کلیر ہے' کسی کو ہم پر شک نہیں ہو سکا۔" وہ سرگوشی کے انداز میں بولا۔

"اگر یہ بات ہے عدنان' تو پھر میرا خیال ہے میں ایک بار اینجل سے ملاقات کر لوں موقع اچھا ہے' کئی دن گزر چکے ہیں' نہ جانے اس کی کیا کیفیت ہے اسے تسلی دینا ضروری

ہے کیونکہ اس وقت وہ ہمارے ہاتھ میں ایک اہم کارڈ کی حیثیت رکھتی ہے۔"

"ٹھیک ہے پرنس' اس وقت واقعی موقع بہتر ہے کوئی ہماری جانب متوجہ نہیں ہے۔" میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو وانسن ایونیو چلنے کے لیے کہا اور آگے چوراہے سے ٹیکی وانسن ایونیو کی طرف مڑ گئی۔

میں نے ٹیکسی اس بنگلے سے کافی دور رکوائی تھی' جو میری ملکیت تھا اور جسے عظمت نے میرے لیے خریدا تھا۔ ہم دونوں نیچے اتر گئے' عدنان نے بل ادا کیا اور ہم دونوں ٹہلنے کے سے انداز میں آگے بڑھ گئے۔

ویٹرز کا مونوگرام ہم نے اتار لیا تھا اور وردی کے کوٹ بھی اتار کر ہاتھوں پر ڈال لیے تھے۔ سفید پتلون تھی اور سفید قمیض جس پر بو لگی ہوئی تھی۔ یو بھی اتار کر ہم نے جیب میں رکھ لی اور اب کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ ہم کسی ہوٹل کے ویٹر ہیں۔ کافی دور تک ہم ٹہلنے کے سے انداز میں چلتے رہے اور وانسن ایونیو کے اس بنگلے سے کافی آگے نکل گئے۔

اطراف میں اکا دکا لوگ نظر آ رہے تھے لیکن کسی کے بھی انداز سے ایسا نہیں لگتا تھا کہ وہ کسی پر نگاہ رکھے ہوئے ہو ادھر یہ عام قسم کے سیدھے سادے لوگ تھے' چنانچہ میں اور عدنان گھوم کر بنگلے کی پشت پر پہنچ گئے۔

ہر طرح کی احتیاط پر نگاہ رکھنی تھی۔ کوٹھی کی چار دیواری کود کر ہمیں اندر داخل ہونے میں کوئی دقت پیش نہ آئی لیکن جونہی ہم اندر کودے' ہماری نگاہ سامنے اٹھ گئی۔

اعظم دونوں ہاتھوں میں پستول لیے سامنے ہی کھڑا ہمیں گھور رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خطرناک تاثرات تھے۔ میں نے اور عدنان نے دونوں ہاتھ اٹھا دئے اور ہاتھ اٹھائے اٹھائے ہم آگے بڑھنے لگے۔

اعظم کڑی نگاہوں سے کسی بت کی طرح ساکت کھڑا ہمیں دیکھ رہا تھا۔ جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

"اور اب اپنی آمد کا مقصد بتا دو؟"

"اعظم میں دلاور ہوں۔ پرنس دلاور!" میں نے کہا اور وہ چونک کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا لیکن اس کی مستعدی میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس نے عدنان کی طرف دیکھا اور عدنان مسکرا کر بولا۔

"میں عدنان ہوں۔ اس کے ساتھ ہم دونوں نے اپنے چہروں سے ماسک اتار دئے تھے۔ اعظم نے ایک پستول جیب میں ڈال لیا۔ لیکن دوسرا پستول اس نے ہاتھ ہی میں رہنے

دیا تھا۔ ہمارے نزدیک آکر اس نے ہمارے چہروں کو ٹٹولا' گردن کے پیچھے ہاتھ ڈالا اور اس کے بعد دو قدم پیچھے ہٹ کر مسکراتا ہوا بولا۔

"معافی چاہتا ہوں جناب' تشریف لائیے۔" وہ مطمئن ہو گیا تھا۔

ہم اس کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ عقبی راہداری سے گزر کر ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں اعظم کے بیان کے مطابق اینجل اور ریٹا موجود تھیں دونوں ایک ہی کمرے میں تھیں۔ میں نے سرگوشی کے سے انداز میں اعظم سے ان کی خیریت پوچھی۔

"دونوں ٹھیک ہیں لیکن بس عجیب سکتے کی سی کیفیت کی شکار ہیں۔"

میں نے گردن ہلا کر دروازے پر دستک دی اور چند ساعت کے بعد دروازہ کھل گیا۔

"دروازہ کھولنے والی ریٹا تھی۔ ٹھیک ٹھاک نظر آ رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر اچھل پڑی پھر اس نے عدنان کو دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر' مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اوہ آپ لوگ۔ آیئے آیئے تشریف لائیے۔" اس نے کہا اور میں اندر داخل ہو گیا۔ عدنان میرے پیچھے تھا۔ سامنے ہی اینجل ایک مسہری پر دراز کوئی رسالہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے نگاہ اٹھا کر ہم دونوں کو دیکھا اور جلدی سے رسالہ رکھ کر اٹھ بیٹھی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا' آنکھوں کے گرد حلقے پڑ گئے تھے' ہونٹ خشک تھے' وہ بہت نڈھال نظر آ رہی تھی۔ مسہری پر پاؤں لٹکائے وہ چند لمحات مجھے دیکھتی رہی اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر اس نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"ہیلو پرنس۔"

"ہیلو اینجل' کیسی ہو؟" میں دو قدم آگے بڑھ گیا تھا' وہ خاموش ہو گئی تھی' میری اس بات کا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں نے عدنان سے کہا۔

"عدنان' تم ریٹا کو لے کر باہر چلے جاؤ' مجھے' اینجل سے کچھ بات کرنی ہے؟"

"یس سر۔" عدنان نے کہا اور ریٹا کے ساتھ دروازے سے باہر نکل گیا۔

میں نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا تھا۔ اینجل اسی طرح بیٹھی ہوئی تھی میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

"کیسی ہو اینجل؟" میں نے مسہری کے نزدیک پہنچ کر کہا اور دوسرے لمحے اینجل اپنی جگہ سے اٹھ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ وہ میرے سینے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی' میرے ہاتھ بے اختیار اس کے بالوں تک پہنچ گئے۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا۔ بس------ بلا ارادہ ایک عجیب سی کیفیت کا اظہار ہوا تھا۔

اینجل میرے سینے سے سر ٹکائے روتی رہی اور میں بے اختیار اس کے بالوں میں

انگلیاں پھیرتا رہا۔ میرے منہ سے طرح طرح کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

"رونے کی ضرورت نہیں ہے اینجل میں موجود ہوں۔ میری زندگی میں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی' اینجل تم نے جو کچھ کیا ہے میرے لیے کیا ہے' پلیز مت رو' اینجل مت رو پلیز۔ میں اسے پچکارتا رہا اور اس کے آنسو آہستہ آہستہ تھمنے لگے وہ مسہری پر بیٹھ گئی۔

میں نے اپنی قمیص کی آستین سے اس کے آنسو خشک کیے تھے۔ پتہ نہیں زندگی میں پہلی بار اینجل پر اتنا پیار آیا تھا۔ میں اپنی اس کیفیت کو کوئی نام نہیں دے سکتا تھا۔ اینجل کے لیے میں اپنے جذبوں کو سمجھ نہیں سکا تھا۔ کئی بار میں متضاد کیفیات کا شکار رہا۔ مجھے کبھی محسوس ہوتا جیسے وہ میری زندگی میں کوئی اہمیت رکھتی ہو اور کبھی میں اسے صرف امی اور فریدہ تک پہنچنے کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ بہرطور اس وقت کی کیفیت ان تمام احساسات سے مختلف تھی۔

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی اینجل؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں' ڈیڈی کیسے ہیں؟"

"یقیناً ٹھیک ہوں گے؟"

"انھیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچا؟"

"نہیں اینجل' میرے ہاتھوں انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا ابھی تک۔" میں نے جواب دیا اور وہ روتی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"ڈیڈی نے تمہیں بہت پریشان کیا ہے نا پرنس؟"

"پرنس نہیں اینجل' منصور کہو مجھے' وہی منصور جس سے پہلی ملاقات پر تم نے کہا تھا کہ سولی پر لٹکنے آئے ہو یاد ہے اینجل؟" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا اور اینجل نے آنکھیں جھکا لیں۔

"ہاں یاد ہے۔"

"اب تک تم مجھ سے سوال کرتی رہی تھیں کہ میں منصور ہوں یا پرنس دلاور۔ میں نے تمہیں ڈھکے چھپے انداز میں بتا دیا تھا کہ میں منصور ہی ہوں لیکن اینجل آج میں کھلی زبان سے یہ اعتراف کرنے آیا ہوں کہ ہاں میں منصور ہوں' میں وہ ہوں اینجل جو اس شہر کے ایک چھوٹے سے علاقے کے چھوٹے سے گھر میں رہتا تھا۔ تمہارے والد کے ڈرائیور کا بیٹا' تمہیں اپنا آقا سمجھنے والا' سیٹھ جبار کو ان داتا جاننے والا------ اور جب میرے والد کا انتقال ہو گیا تو میری نگاہ صرف اسی گھر کی جانب اٹھی جہاں سے مجھے رزق مہیا ہوتا

تھا۔ میرے ذہن میں صرف یہی تصور تھا کہ نوکری صرف سیٹھ جبار دے سکتے ہیں۔ میں اپنے والد کا حوالہ دے کر ان تک پہنچ گیا اور انھوں نے کمال مہربانی سے کام لیتے ہوئے مجھے اپنے ڈرائیور امجد کے حوالے کر دیا اور اس سے کہا کہ مجھے ڈرائیونگ سکھائے۔

"میں نے بہت جلد ڈرائیونگ سیکھ لی اینجل! اور تمھارے والد کے وفاداروں میں شامل ہو گیا لیکن اینجل! میں کچے ذہن کا مالک تھا' میں نے اس وقت تک کتابوں میں یہ پڑھا تھا کہ ملک کی بقا اور سلامتی کے لیے شدید محنت اور دیانت کی ضرورت ہے۔ ملک کے قاتل وہ ذخیرہ اندوز' چور اور اسمگلر ہیں جو ملک کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے ہیں' وطن عزیز کی بقاء اسی میں ہے کہ وطن کو ایسے لوگوں سے نجات دلائی جائے' میں نے اس وقت تک یہی پڑھا تھا اینجل اور صدق دل سے اس پر ایمان رکھتا تھا چونکہ یہ میری زندگی کا پہلا سبق تھا۔ میں اس پہلے سبق کو اپنی زندگی کا آخری سبق بنا لینا چاہتا تھا۔

لیکن جب معلوم ہوا اینجل! کہ سیٹھ جبار اسمگلنگ کرتے ہیں اور میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ ملک کی بقاء کے لیے خطرے کی حیثیت رکھتا ہے تو میرا دل مچل اٹھا۔ ہاں اینجل میں نے اپنے مالک سے غداری کی لیکن میں اپنے وطن سے غداری نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں پولیس اسٹیشن پہنچا اور میں نے انسپکٹر سے کہا کہ میں اسمگلروں کو پکڑوا سکتا ہوں میرے سینے میں سیٹھ جبار کے خلاف کوئی جذبہ نہیں تھا میں بس ملک دشمنوں کی نشاندہی کرنا چاہتا تھا۔ اس انسپکٹر نے تمسخرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ مجھ سے کہا کہ ٹھیک ہے وہ اس سلسلے میں کارروائی کرے گا اور دوسری طرف اس نے سیٹھ جبار کو اطلاع دے دی اور سیٹھ جبار کی ہدایت پر میرے گھر میں چرس رکھوا دی گئی اور مجھے چرس فروشی کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ گھر میں میری ماں اور بہن کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔ میں اس گھر کا کفیل تھا۔ کسی نے مجھ پر توجہ نہ دی اور مجھے پانچ سال قید بامشقت کی سزا ہو گئی۔ ہاں----- اینجل ایک معمولی سے جرم کی سزا پانچ سال۔ یہ سزا زیادہ سے زیادہ تین مہینے کی ہو سکتی تھی لیکن سیٹھ جبار کی خواہش تھی کہ میں پانچ سال جیل میں رہوں اور پانچ سال کے بعد اس کے مطلب کا آدمی بن کے باہر نکلوں۔

میں بلاشبہہ مجرم بن کر باہر نکلا تھا۔ جیل کی پانچ سالہ زندگی کم نہیں ہوتی۔ بڑے بڑے استادوں نے مجھے بڑے بڑے گر سکھائے تھے۔ میں باہر نکلا تو میرے ذہن میں سیٹھ جبار کے لیے کوئی برا جذبہ نہیں تھا۔ مجھے تو یہ بھی پتہ نہ تھا کہ میرے گھر میں چرس رکھوانے والا----- وہ بڑا آدمی ہے جو اپنے معمولی سے اشارے پر انسانوں کی تقدیریں بدلنے کی قدرت رکھتا ہے۔ میں گھر پہنچا تو میری ماں اور بہن مجھے گھر میں نہ ملیں۔ میں ان

کے لیے پاگل ہو گیا۔ مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ ماں اور بہن کو گھر سے بے گھر کرنے والا کون ہے؟ میں ان کی تلاش میں مصروف ہو گیا لیکن سیٹھ جبار نہیں چاہتے تھے کہ میں زندگی کی لطافتوں سے ہمکنار ہو سکوں۔ مجھ پر قتل کا الزام عائد کیا گیا اور اس کے بعد اس بات کا اظہار کر دیا گیا کہ میرے اوپر جو کچھ بیتی ہے وہ سیٹھ جبار کے اشارے پر ہے وہ میری تقدیر کا مالک ہے۔ وہ میرے لیے خدا بننا چاہتا ہے۔ میں نے کسی انسان کی خدائی قبول نہیں کی اور اس کے خلاف نبرد آزما ہو گیا۔ تب اینجل۔ مجھ پر زندگی تنگ کر دی گئی۔ میرے ساتھ وہ سب کچھ ہوا جو کسی انسان کے ساتھ روا نہیں ہو سکتا تھا مجھے طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں میرے کچے ذہن کو ایسے ایسے کرب سے گزرنا پڑا کہ میں تم سے بیان نہیں کر سکتا۔ میں نے----- میں نے ہمیشہ ان سے اپنی ماں اور بہن کی بھیک مانگی لیکن مجھے تحقیر آمیز قہقہے کے ساتھ رخصت کر دیا گیا۔ سیٹھ جبار چاہتے تھے کہ میں ایک پکا مجرم بن جاؤں۔ انھیں اس بات پر یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن میں ان کے سامنے آکر گڑگڑاؤں گا اور اس وقت تک میرے مجرمانہ ذہن کی تربیت ہوتی رہے گی۔

میری زندگی کو جہنم بنا دیا گیا تھا اور میں اس جہنم میں سلگتا رہا میرے دل میں آگ بھڑکتی رہی' یہاں تک کہ مجھے سیٹھ جبار کے ایک گرگے نے ملک سے باہر نکال دیا۔ جزیروں میں مجھے غلامی کی زندگی ----- بسر کرنا پڑی اور میں غیر انسانی زندگی گزارتا رہا لیکن اینجل جب میں ان تمام حالات سے نمٹ کر واپس پہنچا تو بہت کچھ بن چکا تھا اور اس کے بعد بھی اگر میرے دل میں سیٹھ جبار کے خلاف نفرت کا جہنم نہ روشن ہوتا تو میں اپنے انسان ہونے پر بھی شک کرنے لگتا۔ میں پرنس دلاور بن گیا اور اس کے بعد میں سیٹھ جبار کے لیے بہت ٹیڑھی کھیر ثابت ہوا لیکن اب وقت گزر چکا تھا۔

سیٹھ جبار اس بات پر حیران ہے کہ منصور' پرنس دلاور کیسے بن گیا اور اس کے لیے اینجل' اس نے تمھیں استعمال کیا۔ تم میرے سامنے آئیں مجھے تم سے کوئی شکایت کوئی نفرت نہ تھی۔ میں نے اپنے سینے میں تمھارے لیے احترام پایا لیکن ماں اور بہن کی محبت مجھے کسی طرف مائل نہیں ہونے دے رہی تھی۔ ہاں۔ اینجل تمھارے والد کو معلوم ہے کہ میری ماں اور بہن کہاں ہیں لیکن انھوں نے مجھے ان سے محروم کر رکھا ہے اور اس کے بعد کے حالات سے تم بھی واقف ہو اینجل! میں جو کچھ ہوں اپنی شخصیت' اپنی حیثیت ہر اس شخص کو دینے کو تیار ہوں جو مجھے میری ماں اور بہن سے ملا دے اگر وہ دونوں مجھے آج بھی مل جائیں تو میں انھیں لے کر اس ملک سے چلا جاؤں گا اس شہر سے چلا جاؤں گا کسی ایسی جگہ جو کوئی میرے لیے متعین کر دے' مجھے کسی سے کوئی پرخاش نہ رہے گی میں

اپنی چھوٹی سی دنیا پھر سے آباد کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایک طویل عرصے سے ان سے جدا ہوں اور میرا سینہ ہمیشہ غم سے پھٹتا رہا ہے۔ میری ہر رات آنسوؤں کے درمیان گزری ہے۔ میں نے ہر لمحہ انھیں یاد کیا ہے۔ مجھے بتاؤ اینجل! ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ اگر منصور سیٹھ جبار سے نفرت کرتا ہے تو کیا غلط ہے؟"

اینجل کی آنکھوں سے پھر آنسو بہنے لگے تھے۔ وہ میری کہانی میں اس طرح کھو گئی تھی جیسے سب کچھ بھول گئی ہو۔ میں خاموش ہوا تو وہ آنسو بہاتی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر وہ اٹھی اور دوبارہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم تھا' مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میرے ڈیڈی اتنے گرے ہوئے شخص ہیں۔ بہت برا ہوا منصور! میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں لیکن یقین کرو منصور! میں تم سے الگ نہیں ہوں' میں تمہارے ساتھ ہوں اگر میرے ڈیڈی نے تمہاری امی اور بہن کو تم سے جدا کیا ہے تو ٹھیک ہے اب میں خلوص دل سے اس کے لیے تیار ہوں کہ تم مجھے ان سے جدا کر دو۔ زندگی بھر تم انھیں میری شکل نہ دیکھنے دو' منصور! میں تمہارے ساتھ ہوں' میرے پاس تمہاری ان تکالیف کا یہی ایک بدل ہے' تم جس طرح چاہو' جیسے چاہو مجھے رکھو۔

میں کبھی واپس جانے کی ضد نہیں کروں گی۔ ہاں ڈیڈی کو سزا ملنی چاہیے' تم جانتے ہو منصور! ڈیڈی مجھے بہت چاہتے ہیں' اتنا چاہتے ہیں وہ مجھے کہ شاید ساری دنیا میں کسی کو نہ چاہتے ہوں۔ تم نہیں سمجھتے ان حالات میں ان پر کیا گزری ہو گی لیکن اب مجھے کسی بات کا تردد نہیں ہے' مجھے کیا معلوم تھا کہ ڈیڈی اتنے درندہ صفت ہیں۔" اینجل جذب کے عالم میں بول رہی تھی' اس کی آنکھیں مسلسل آنسو بہا رہی تھیں اور یہ آنسو بلا شبہہ اس کی سچائی کا مظہر تھے۔

وقت نے مجھے کچھ بھی بنا دیا تھا لیکن ابھی اس حد تک نہیں پہنچا تھا کہ سچائیاں مجھ پر اثر انداز نہ ہوتیں اس بار میں نے جذباتی انداز میں اینجل کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے تھے۔

" تمہارے ان آنسوؤں نے مجھے بہت کچھ دیا ہے اینجل' میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم میرے لیے روئیں۔ میں ان آنسوؤں کی قیمت میں اپنی زندگی دے سکتا ہوں۔ سیٹھ جبار نے مجھے لمحہ لمحہ اذیت دی ہے اینجل۔ بہت پتھر دل انسان ہیں وہ۔ وہ میرے زخم ہرے کرتے رہتے ہیں۔ اس دن میں تمہاری سالگرہ میں شریک ہوا تھا' تمہاری خوشی میں شریک ہوا تھا لیکن انھوں نے میرے دل میں خنجر بھونک دیا تھا۔"

"اس دن؟" وہ چونک کر بولی۔

"ہاں اینجل۔"

"کیا ہوا تھا منصور؟" اینجل اپنائیت سے بولی۔

"انھوں نے مجھے اپنے پاس روک لیا تھا۔"

"ہاں۔"

"اور تمہیں وہاں سے ہٹا دیا تھا۔"

"مجھے یاد ہے۔"

"وہ مجھے مجبور کرتے رہے کہ میں اپنے منصور ہونے کا اعتراف کر لوں۔ میں اس لیے تو نہیں گیا تھا اینجل۔ میں انھیں ٹالتا رہا اور پھر انھوں نے میرے دل پر کاری وار کیا۔ لان پر میں نے فریدہ کو دیکھا سیٹھ جبار نے مجھے مجبور کرنے کے لیے اسے میرے سامنے پیش کیا تھا۔ میں اس وقت ان کے پاس تھا اور فریدہ لان پر۔ میرے سامنے ہی انھوں نے اسے وہاں سے روانہ کر دیا۔ کئی سال کے بعد میں نے اپنی بہن کی شکل دیکھی تھی۔ تم خود غور کرو اینجل میری ذہنی حالت کیا ہوئی ہو گی؟"

"پھر کیا ہوا منصور؟" اینجل نے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ میں نے صبر کرنا سیکھ لیا ہے۔ میں تقدیر پر شاکر ہوں میں نے کوئی اعتراف نہیں کیا اور وہاں سے چلا آیا۔ دوسرے دن میں نے تمہیں' تمہارے دیئے ہوئے نمبر پر فون کیا تو تمہاری آواز سنائی دی تو تم نے مجھے بریٹورڈ کی کوٹھی نمبر بائیس میں بلایا تھا۔"

"اوہ------ اوہ------ میں نے تمہیں بلایا منصور؟" اینجل جلدی سے بولی۔

"فون پر مجھے تمہاری ہی آواز سنائی دی تھی۔"

"میں جانتی ہوں وہ رخسانہ ہو گی۔ لیکن رخسانہ ------!"

"میں وہاں پہنچ گیا' اینجل۔ وہاں تمہارے بجائے وہ لڑکی ملی۔ اس نے کہا کہ تم نے مجھے' ڈالیا کراسنگ کی ہٹ نمبر بائیس میں بلایا ہے میں اس کے ساتھ چل پڑا لیکن راستے میں اس نے مجھے صورت حال بتا دی۔ اس نے کہا کہ تمہارے اور سیٹھ جبار کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہوئی ہے؟"

"آپ ڈالیا کراسنگ گئے تھے پرنس؟"

"ہاں لیکن سیٹھ جبار وہاں بھی مجھ پر قابو نہیں پا سکے تھے۔"

"مزید واقعات مجھ سے سنو منصور۔ خدا کی قسم مجھے یہ علم تھا کہ زیادہ دولت نے ڈیڈی کو بے حد مغرور بنا دیا ہے اور بعض اوقات وہ لوگوں کے ساتھ بہت برا سلوک کرتے ہیں

لیکن وہ انسانیت سے اتنی دور چلے گئے ہیں اس کا مجھے علم نہیں تھا۔ میں نے ڈیڈی سے پوچھا تھا کہ پرنس سے کوئی تلخ گفتگو ہوئی تھی۔ انھوں نے مجھے کچھ نہیں بتایا تو میں نے کہا کہ ٹھیک ہے پرنس ولاور کبھی مجھے فون کریں گے تو میں ان سے پوچھ لوں گی۔ ڈیڈی اس بات پر ناراض ہو گئے اور انھوں نے مجھے ایک کمرے میں بند کر دیا۔ اس کے بعد غالباً رات کے کھانے میں مجھے خواب آور دوا دے دی گئی تھی۔ دوسرے دن مجھے جب ہوش آیا تو میں جہاز پر تھی۔ ریٹا میرے برابر کے کیبن میں موجود تھی۔ خدا کی قسم منصور اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں معلوم!"

"مجھے یقین ہے اینجل! بہر حال مجھے تمہارے بارے میں معلوم ہو گیا اور میں تمہیں وہاں سے نکال لایا۔"

"ریٹا نے مجھے بتایا تھا منصور! کہ میں پرنس ڈلاور کی مہمان ہوں لیکن میں مضطرب تھی۔ خدا کی قسم میں اب پر سکون ہوں اور منصور------ اب میں نے ایک عہد کیا ہے مجھے یقین ہے کہ تم مجھے اس عہد پر قائم رہنے میں مدد دو گے۔"

"کیا عہد ہے اینجل؟"

"اگر ڈیڈی تمہاری امی اور بہن کو تمہارے حوالے کر دیں تو تم انھیں میرا پتہ بتا دینا اور اگر وہ ایسا نہ کریں تو پرنس خواہ پوری زندگی گزر جائے تم انھیں ان کی بیٹی سے محروم کر دینا؟"

میں خاموشی سے اینجل کو دیکھتا رہا۔ اس نے وہ کہا تھا جو خود میرے ذہن میں تھا لیکن اس کا عہد بہت عظیم تھا۔ اس کی پیش کش میرے تصور سے بہت بلند تھی۔ اس نے مجھے جیت لیا تھا۔ ہاں اس نے ایک عورت کی حیثیت سے مجھے جیت لیا تھا۔ اس نے میری ذات کے لیے، انسانیت کے لیے ایک عظیم قربانی کی پیش کش کی تھی۔

"تمہیں اس پر اعتراض تو نہیں ہے منصور؟"

"مجھے ساری زندگی تمہاری کسی بات پر اعتراض نہیں ہو گا اینجل۔"

"ساری زندگی؟" وہ مسکرا کر بولی۔

"ہاں ساری زندگی۔"

"بہت مشکل بات کہی ہے تم نے منصور!"

"سوچ سمجھ کر کہی ہے اینجل۔"

"کیا تم ایک ایسے شخص کی بیٹی کو اپنی زندگی میں شامل کر سکتے ہو جس نے تم پر مظالم کے پہاڑ توڑے ہیں؟"

"میں تمہیں اس حوالے سے قبول نہیں کروں گا اینجل، تمہاری شناخت تمہارے وہ الفاظ ہیں جن کی قیمت اس کائنات میں نہیں مل سکتی تم نے حق کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔"

"میں تمہارے مشن کے لیے جان دے دوں گی منصور! یہ اینجل کا عہد ہے ممکن ہے ابھی تم ان الفاظ پر یقین نہ کرو لیکن آنے والا کوئی لمحہ مجھے اس عہد سے نہیں ہٹا سکتا۔"

"خدا کی قسم اینجل! زندگی میں بہت سے نشیب و فراز آئے۔ وقت نے مجھے چٹان بنا دیا لیکن اعتراف کرتا ہوں کہ آج یہ چٹان پگھل گئی۔ میں کچھ نہیں رہا اینجل۔ اینجل! تم میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو ہو اگر حالات نے کبھی سکون کے کچھ لمحات دیئے تو وہ تمہاری امانت ہوں گے۔"

"منصور!" اینجل نے ایک بار پھر میرے سینے پر سر ٹکا دیا۔ وقت نے چھلانگ لگائی اندھیرا پھیل گیا لیکن ہمیں کوئی احساس نہیں تھا پھر دروازے پر ہونے والی دستک سن کر ہم چونک پڑے۔ میں نے جلدی سے دروازہ کھول دیا تھا۔

"اگر آپ مزید رکنا چاہیں پرنس تو میں اجازت چاہوں گا۔" عدنان نے کہا۔ ریٹا بھی اس کے ساتھ تھی۔

"نہیں بس میں بھی چلوں گا۔ ریٹا اینجل کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے، ان کا خیال رکھنا۔ اینجل مجھے اجازت دو اور وہاں ریٹا تم اپنا واچ ٹرانسمیٹر اینجل کو دے دو اور انھیں اس کے بارے میں سب کچھ سمجھا دو۔ اینجل میں دن میں ایک بار تمہیں ضرور کال کروں گا۔"

"ٹرانسمیٹر؟" اینجل نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"اس کے بارے میں آپ کو میں تفصیل بتا دوں گی اینجل!" ریٹا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ عورت تھی شاید حالات کا کسی حد تک اندازہ کر چکی تھی پھر ہم دونوں ان سے رخصت ہو کر باہر نکل آئے۔ طاہر اور اعظم کو میں نے کچھ اور ہدایات دی تھیں اور عدنان نے اس عمارت کی مکمل حفاظت کے لیے کچھ اور لوگوں کو بھیجنے کی پیش کش کر دی تھی۔

وانسن ایونیو سنسان علاقہ تھا۔ دور دور تک ٹیکسی کا پتہ نہیں تھا چنانچہ ہم پیدل چل پڑے۔ باہر نکلتے وقت ماسک دوبارہ چہروں پر لگا لیے تھے۔

"اینجل واپس جانے کے لیے تو بضد نہیں تھی پرنس!"

"نہیں عدنان وہ بہت برے باپ کی بہت اچھی بیٹی ہے اس نے مجھے بے حد متاثر کیا ہے۔"

"اوہ۔ مجھے احساس ہو رہا تھا۔"

"اس نے خود ہی مجھے پیش کش کی کہ جب تک اس کا باپ میری ماں اور بہن کو میرے حوالے نہ کر دے' اسے اس کی بیٹی سے محروم رکھا جائے۔"

"وہ اپنے الفاظ میں مخلص تھی پرنس؟"

"ہاں عدنان! میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں۔"

"تب وہ ہمارے لیے قابل احترام ہے۔" عدنان نے جواب دیا۔ تھوڑی دور چل کر ہمیں ٹیکسی مل گئی۔ عدنان نے مجھے میری کوٹھی چھوڑا اور خود اسی ٹیکسی سے واپس چلا گیا۔ کوٹھی آکر میں نے ماسک اتار دیا تھا۔ فینی میری منتظر تھی۔ شاید کوئی اطلاع تھی میرے لیے۔"

"ہیلو فینی۔ کوئی خاص بات ہے؟" میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

"جی جناب۔ ممکن ہے آپ اسے خاص تصور فرمائیں۔ سیٹھ جبار دوبار ٹیلی فون کر چکا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ وہ پھر رنگ کرے گا اگر پرنس آجائیں تو اس کی درخواست ہے کہ اس سے ٹیلی فون پر بات کر لیں۔"

"دوسری بار کب ٹیلی فون کیا تھا اس نے؟"

"تقریباً" آدھا گھنٹہ پہلے اس سے قبل بھی آدھا گھنٹہ پہلے ہی کیا تھا۔ اب اگر اس کا فون آئے پرنس تو آپ اس سے بات کرنا پسند کریں گے؟"

"ہاں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور اپنے کمرے میں جا کر لباس وغیرہ تبدیل کرنے لگا۔ لباس تبدیل کر کے میں آرام کرنے لیٹ گیا۔ اینجل سے جو گفتگو ہوئی تھی بڑی متاثر کن تھی۔ میرے دل میں نئی کونپلیں پھوٹ رہی تھیں۔ درحقیقت زندگی نے کبھی اتنا موقعہ ہی نہیں دیا کہ اس بارے میں سوچتا دل مردہ ہو کر رہ گیا تھا وہی پاس نہ تھے جو میری امنگوں کو جلا بخشتے۔ فریدہ کی شادی کرتا اور اس کے بعد امی میری شادی کے بارے میں تگ و دو شروع کر دیتیں۔ وہ کہیں بھی کسی بھی محلے کی کسی غریب سی لڑکی سے میرا رشتہ طے کرویتیں جیسی بھی شکل و صورت ہوتی وہ جو کچھ بھی ہوتی میں اسے قبول کرلیتا اور زندگی کے دھارے اسی سمت چل پڑتے جہاں ازل سے بہہ رہے ہیں۔ میں خود بھی ایک اچھے انسان کی حیثیت سے اس معاشرے کا ایک فرد بن کر اپنی زندگی گزار دیتا لیکن حالات نے راہ میں رکاوٹیں کھڑی کیں اور مجھے یہ رخ بخش دیا اور اس رخ پر آنے کے بعد بھلا زندگی میں ان جذبوں کی کیا گنجائش رہتی تھی۔

راشدہ پہلی بار میری زندگی میں ایک خاص حیثیت سے داخل ہوئی وہ ان لڑکیوں میں

سے تھی جنھوں نے مجھے عورت کی حیثیت سے روشناس کرانے کی کوشش کی لیکن میں بدنصیب بھلا ان جذبوں کے اہل کہاں سے ہو سکتا تھا اگر درحقیقت گل کے ڈرائیور کی حیثیت سے زندگی کی ابتدا ہوتی اور راشدہ اس طرح مجھ تک پہنچتی تو میں فوراً" اسے قبول کر لیتا۔ وہ ہر طرح ایک بہتر لڑکی ثابت ہوتی۔ محبت کرنے والی سمجھ دار اور حالات کا شکار' جو ہر حالت میں گزارہ کر لیتی میرے ساتھ۔ لیکن تلوار کی نوک پر رکھی ہوئی زندگی بھی بھلا زندگی تصور کی جا سکتی ہے۔ اس کے بعد گل کے لیے کچھ ایسے الفاظ دوستوں نے کہے جو میرے ذہن سے تو نہیں اترتے تھے اگر گل کا تجزیہ کرتا تو درحقیقت اس کی آنکھوں میں محبت کی ایک پیاس نظر آتی تھی۔ ہر چند کہ عمر کے لحاظ سے وہ میرے جوڑ کی نہیں تھی لیکن اگر میں ایک عام انسان کی حیثیت سے سوچتا اور زندگی میں خوبصورت لمحات' آسودگی اور مالی اطمینان کی تلاش ہوتی----- تو گل بھی میرے لیے قابل قبول ہوتی۔ میں سطحی انداز سے سوچتا اور شاید یہ فیصلہ کر لیتا کہ گل کے ساتھ زندگی گزارنے میں مجھے ایک بڑی حیثیت حاصل ہو رہی ہے۔ تیسری شخصیت بہروز کی تھی۔ ہر چند کہ بہروز نے مجھے کبھی اظہار محبت نہیں کیا تھا لیکن اگر میں اس کی جانب ذرا بھی ملتفت ہوتا تو ممکن ہے کہ ایک عورت کی حیثیت سے میری طرف راغب ہو جاتی۔ میں تو خود کو انسان سمجھنے کی صلاحیتیں ہی کھو بیٹھا تھا۔

بس ایک مشین تھی ایک مشن تھا اور جب بھی وقت کا اختتام میری ذات پر ہو جاتا میں خود موت کی آغوش میں جا سوتا۔ ایسے لمحات میں محبت کا تصور ہی بے معنی تھا لیکن----- یہ دل وحشی بعض اوقات اتنا سرکش ہو جاتا ہے کہ انسان اس کی فطرت پر متحیر رہ جاتا ہے۔

اینجل کے بارے میں بھی متضاد خیالات کا شکار رہا تھا۔ بار بار دل اس پر مائل ہوا لیکن پھر یہ احساس مجھے سنبھال لیتا کہ اول تو وہ ایک اتنے دولت مند شخص کی بیٹی ہے کہ جس کی دولت کا تصور بھی ممکن نہیں ہے۔ دوسرے اس کا تعلق میرے دشمن سے ہے میں اسے اپنے دشمن کے خلاف آلہ کار تو بنا سکتا ہوں لیکن اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا تصور بھی میرے لیے ایک حماقت تھا۔ اینجل مجھ سے متاثر ہو گئی تھی۔ اپنی فطرت کے خلاف لیکن یہ بات بھی قابل غور تھی کہ اس نے اس وقت مجھے پرنس دلاور کی حیثیت سے قابل توجہ سمجھا تھا اگر میں منصور ہوتا صرف اس کے باپ کا ایک معمولی ڈرائیور ہوتا تو شاید وہ میری طرف بھرپور نگاہ ڈالنا بھی پسند نہ کرتی۔ پرنس دلاور کی حیثیت سے میں نے اس لڑکی کو اپنے لیے صرف آلہ کار بنایا تھا لیکن اب جب کہ اس نے منصور کہا اور سمجھا

تھا۔۔۔۔۔ پھر اس کے بعد میرے ساتھ زندگی بھر کا ساتھ نبھانے کا عہد کیا تھا' حق کا ساتھ دینے کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تھا' وہ مجھ سے اور میری کہانی سے متاثر ہوئی تھی اور۔۔۔۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ میرے لیے اپنا ماحول' اپنا ماضی فراموش کرنے کو تیار تھی تو پھر بھلا میرے سینے میں ہلچل کیوں نہ مچتی؟

میں اس وقت خود کو منافق نہیں بنا سکا تھا۔ اینجل کی اس پیش کش نے میرے دل کے بند سوتے کھول دئے تھے اور اب ان سے محبت بہہ رہی تھی۔ ایک گدگدا دینے والا احساس میرے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔ اینجل کی شکل و صورت' اس کے پیکر پر پہلی بار غور کیا تو محسوس ہوا کہ زمانے کی حسین ترین لڑکی ہے اور اس کے قرب کے لمحات کا تصور انسان کو بے خود کر دینے کے لیے کافی ہے۔ جب اس نے میرے سینے پر سر ٹکایا تھا تو اس کے بالوں کی ریشمی نرماہٹ اور اس کے وجود کی حسین خوشبو میرے دل و دماغ پر حاوی ہو گئی تھی۔ میں اپنے آپ کو بہت قیمتی انسان تصور کر رہا تھا۔ ہاں میں وہی منصور تھا اور اسی منصور کی حیثیت سے اینجل نے میرا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا تو پھر بھلا میں اس کی محبت کو کیسے ٹھکرا سکتا تھا آخر انسان تھا۔ میں نے اس کے سامنے کھل کر اعتراف کیا کیونکہ میں حقیقتوں کو چھپانے کا عادی نہ تھا۔ اور اب اس کا تصور میرے لیے ایک حسین لمحہ بن گیا تھا جب بھی ذہن تھکن محسوس کرے اس تصور کو دل میں زندہ کر لیا جائے ساری تھکن دور ہو جائے۔

ماں اور بہن کا حصول زندگی کا پہلا مقصد تھا تو اینجل کی محبت کو میں دوسرا نمبر دے سکتا تھا۔ تنہائی کے یہ لمحات بڑے اجنبی اجنبی سے تھے کیونکہ ان کی سوچ اجنبی تھی اور اس اجنبی سوچ کو فینی نے توڑ دیا۔ دوڑتی ہوئی آئی تھی۔ سینے کے زیروبم میں ذرا تیزی تھی۔ میں نے مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"فون۔ سیٹھ جبار کا فون!"

"اوہ مگر مضطرب کیوں ہو فینی؟"

"نہیں جناب ذرا دور تھی۔ میں نے سوچا کہ دوڑ کر آپ کو اطلاع دے دوں۔" فینی نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور میں اس کے ساتھ اٹھ گیا۔

"ریسیور میز پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر کان سے لگا لیا اور اپنے لہجے کو سنبھالتا ہوا بولا۔

"ہیلو۔"

"کون پرنس دلاور۔۔۔۔۔؟" ۔۔۔۔۔ میں نے سیٹھ جبار کی آواز صاف پہچان لی

تھی۔

"ہاں۔ میں پرنس بول رہا ہوں۔"

"پرنس۔ پرنس میں کئی بار آپ کو فون کر چکا ہوں۔ میں آپ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور سیٹھ جبار فرمایئے۔"

"اینجل کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ اینجل کہاں ہے؟" اس نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا اور میں نے ایک قہقہہ لگا کر فون بند کر دیا۔ ریسیور کریڈل پر رکھنے کے بعد میں نے چند لمحات انتظار کیا اور میرا اندازہ درست نکلا۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی تھی۔ میں نے ریسیور دوبارہ اٹھا لیا۔

"جی۔" میں پروقار لہجے میں بولا۔

"پرنس! سوچ لو۔ غور کرو' تمہیں اینجل کے بارے میں بتانا ہو گا' اینجل مجھے واپس کرنا ہوگی!"

"آپ شاید ذہنی طور پر بالکل دیوالیہ ہو گئے ہیں سیٹھ جبار' کون اینجل؟ میں اسے نہیں جانتا۔" میں نے جواب دیا۔

"دیکھو پرنس۔ اینجل میری زندگی کا محور ہے' اینجل میری زندگی کا سبب ہے اگر اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی تو تمہاری دنیا تہ و بالا کر کے رکھ دوں گا وہ کچھ کروں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس بات کو ذہن نشین کر لو پرنس دلاور کہ اینجل کو کوئی نقصان پہنچا کر مجھ سے جدا رکھ کر تمہیں کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو گا بلکہ تم ان شدید نقصانات سے دو چار ہو جاؤ گے جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے تم نے ایک ساکھ بنائی ہے اپنا ایک مقام پیدا کیا ہے معاشرے میں۔ مجھے اپنی جگہ سے سرکا کر اپنے لیے جگہ بنائی ہے۔ میں نے سب کچھ برداشت کر لیا لیکن تمہارے اس اقدام کو میں نہیں برداشت کر سکوں گا۔"

میں پھر ہنس پڑا تھا۔

"میں نے کہا نا سیٹھ جبار کہ آپ ذہنی طور پر بالکل دیوالیہ ہو گئے ہیں اور ایسی احمقانہ گفتگو کر رہے ہیں جس کا مقصد میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"اینجل مجھے واپس کر دو۔ سمجھے تم۔ اینجل آج رات کے کسی حصے میں میرے پاس پہنچ جانی چاہیے۔" سیٹھ جبار نے کہا اور میں نے پھر فون بند کر دیا۔

لیکن اس بار میں نے ریسیور کریڈل پر نہیں رکھا تھا بلکہ کریڈل سے الگ کر دیا تھا۔ باہر نکل کر میں نے فینی سے کہا کہ اب سیٹھ جبار کا کوئی فون ریسیو نہ کیا جائے۔ فینی نے

گردن ہلا دی تھی۔ میرے دل میں مسرت کے سوتے پھوٹ رہے تھے۔ سیٹھ جبار کے لہجے سے اب اس کے اضطراب کا اندازہ ہوتا تھا۔

کاش میں پہلے ہی یہ سب کچھ سوچ لیتا۔ درحقیقت اینجل سیٹھ جبار کی زندگی کی سب سے بڑی کمزوری تھی۔ میں نے اس کی اس رگ کو نہیں چھوا تھا اگر پہلے ہی میں یہ سب کچھ کر لیتا اور اس پر اپنی توجہ صرف کرتا تو شاید مسئلے کے حل ہونے کی امید پیدا ہو سکتی تھی۔ بہرطور میں تو تڑپ ہی رہا تھا اب سیٹھ جبار کے تڑپنے کی باری تھی۔ پتہ نہیں اس نے رات کو فون کیا یا نہیں لیکن دوسری صبح ساڑھے آٹھ بجے میں بستر سے اٹھا تو فینی میری منتظر تھی۔ اس نے جب یہ اندازہ لگا لیا کہ میں جاگ چکا ہوں اور غسل وغیرہ سے فارغ ہو چکا ہوں تو وہ میرے کمرے میں آ گئی۔

"پرنس۔ سیٹھ جبار ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے۔"

"اوہ اتنی صبح!"

"وہ صبح سات بجے یہاں پہنچ گیا تھا۔ اس کے ساتھ دو آدمی اور بھی ہیں جنھیں اس نے باہر کار میں چھوڑ دیا ہے۔ صبح سات بجے سے پیچھے پڑا ہوا ہے کہ پرنس کو جگا دیا جائے۔ دو چار بار تو میں نے بڑی آہستگی اور نرمی سے کہا کہ پرنس اپنی مرضی سے جاگیں گے۔ اس کے بعد میں نے ذرا سختی سے کہا کہ اگر وہ پسند کرے تو انتظار کرلے ورنہ واپس چلا جائے۔ جب پرنس جاگیں تب آ جائے۔ اس کے بعد سے اس نے خاموشی اختیار کرلی ہے اور ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا ہے۔"

"اوہ۔ گڈ ناشتہ لگواؤ فینی۔" میں نے کہا اور فینی مسکرانے لگی۔

"گویا آپ ابھی اس سے نہیں ملیں گے؟"

"ہاں۔ بعد میں بتاؤں گا تمہیں۔" میں نے جواب دیا اور فینی گردن جھکا کر چلی گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک ملازم نے اطلاع دی کہ ناشتہ لگ گیا ہے۔ میں نے خاموشی سے ناشتہ کیا۔ ناشتے کی میز پر میں سیٹھ جبار کے بارے میں سوچتا رہا تھا پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا فینی کو بلایا اور بولا۔

"میں جا رہا ہوں فینی۔ میرے جانے کے بعد تم سیٹھ جبار سے کہہ دینا کہ پرنس اس وقت مصروف ہیں۔ شام کو چار بجے وہ آپ کو ملاقات کا وقت دے سکتے ہیں اگر مناسب سمجھیں تو اس وقت آ جائیں۔"

"آپ واقعی جا رہے ہیں پرنس؟"

"ہاں فینی جانا ہی ہو گا۔" میں نے جواب دیا اور فینی پر خیال انداز میں گردن ہلانے

لگی۔ اپنے کمرے میں آ کر میں نے لباس وغیرہ تبدیل کیا۔ ڈرائیور کو ہدایت بھجوا دی گئی تھی کہ پرنس کہیں جانے والے ہیں اس لیے گاڑی تیار کر لے اور پھر میں پرنس دلاور کی حیثیت سے لباس وغیرہ تبدیل کر کے باہر نکلا اور کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ میں نے سیٹھ جبار کی کار بھی دیکھی تھی۔ اس میں دو آدمی بیٹھے تھے۔

ان لوگوں نے مجھے تعجب سے دیکھا لیکن کچھ بولے نہیں میں نے ڈرائیور کو صائمہ روشن علی کے دفتر چلنے کو کہا اور تھوڑی دیر کے بعد میں دفتر پہنچ گیا۔

شاید دوسری بار اس دفتر میں آیا تھا۔ صائمہ مجھے دیکھ کر حیران رہ گئی۔ پورا عملہ ہی حرکت میں آ گیا تھا۔ میں نے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور صائمہ سے اس کے کاموں کی تفصیلات معلوم کرنے لگا صائمہ ایک بہترین کارکن تھی۔ اس نے وہ تمام تفصیلات مجھے فراہم کر دیں جو مجھ سے متعلق تھیں یعنی پرنس دلاور نے ملک و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے جو کچھ کیا تھا یہ اس کے بارے میں تھیں۔ میں انھیں دیکھتا رہا۔ کچھ نئی ہدایات جاری کیں میں نے اور صائمہ انھیں نوٹ کرتی رہی۔

مسئلہ وقت گزاری کا تھا اور سیٹھ جبار کو ذہنی طور مفلوج کرنے کے لیے جتنا بھی وقت گزرتا میرے حق میں تھا۔ اس کے بعد میں نے پروفیسر شیرازی کو فون کیا۔ گل نے ریسیو کیا تھا اور پروفیسر اس وقت بھی موجود نہ تھے۔

"ہیلو گل۔ کیسی ہیں آپ؟"

"اوہ۔ پرنس۔ خیریت سے ہوں؟"

"میرا دوست کس حال میں ہے؟"

"بہت بہتر ہے۔ میرا خیال ہے بہت جلد وہ اپنی ذہنی قوتیں بحال کر لے گا ویسے پرنس آپ نے بڑے بڑے دلچسپ نمونے یہاں جمع کر دیے ہیں۔ میں' سرخاب اور پروفیسر شیرازی اس جھمگھٹ سے بہت خوش ہیں اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ہر طرح کے انسانوں کا تجزیہ کرنے کا موقع مل رہا ہے۔ شمو اک معصوم سی جاہل سی لڑکی ہے۔ معصومانہ باتیں کرتی ہے۔ اس کی ماں ایک بزرگ' جہاندیدہ عورت ہے لیکن مخلص ہے۔ اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم نہیں کر پا رہی جگہ جگہ' چونکی چونکی سی رہتی ہے اور اس احساس کا شکار ہے کہ اسے' اس کی حیثیت سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ امجد علی ڈرائیور ہیں اور ان کے اہل خاندان بڑے نروس ہیں بے چارے اور بار بار درخواست کر رہے ہیں کہ انھیں ملازموں کے کوارٹر میں رہنے کی جگہ دی جائے۔ وہ مالکان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں ہیں۔ تم مجھ سے شکایت مت کرنا پرنس۔ میں نے ہر

ممکن کوشش کی کہ وہ ہمارے ساتھ برابر کی حیثیت سے ہی شریک ہوں۔ تمہارے بھیجے ہوئے لوگ تھے بھلا ہم کس طرح انھیں کم تر سمجھ سکتے ہیں لیکن بہرطور ان سب کی شدید خواہش پر ان کے لیے علیحدہ جگہ مہیا کر دی گئی ہے اور اب وہ مطمئن ہیں۔

"کوئی حرج نہیں ہے گل۔ میں بھی حالات کا شکار ہوں۔ تم میری الجھنیں جانتی ہو ابھی مجھے ایسے لمحات میسر نہیں آئے کہ میں رزم سے ہٹ کر بزم پر توجہ دوں بلکہ مجھے صرف یہ افسوس ہے کہ میں تمہارے لیے بھی باعث الجھن بنا ہوا ہوں اور ایسے ایسے لوگوں کو تم تک پہنچا دیا ہے۔ جو بہرطور انسان ضرور ہیں لیکن تمہارے معیار کے لوگ نہیں ہیں۔

"نہیں پرنس۔ براہ کرم اس انداز میں نہ سوچیے ہم بھٹکے ہوئے لوگ ہیں۔۔۔۔۔ جو خود کو عام انسانوں کی صف سے ذرا سا الگ کر کے سوچتے ہیں حالانکہ ہر شخص فطری طور پر ویسا ہی ہے جیسے اور انسان ہوتے ہیں۔ بس خواہ مخواہ ہم نے اپنے آپ کو دوسروں سے منفرد محسوس کر لیا ہے۔ یہ ہماری سوچ ہے' ہماری حماقت ہے میں تمہیں یہ اطلاع صرف اس لیے دے رہی ہوں کہ اگر تم کبھی یہاں آؤ اور ماحول میں ذرا سی تبدیلی دیکھو تو کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جاؤ۔

"نہیں گل' بھلا آپ کے بارے میں' میں غلط فہمی کا شکار ہو سکتا ہوں۔ میں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ پرنس اور سناؤ کیسے حالات چل رہے ہیں۔ ہمیں تو کبھی تفصیل سے کچھ جاننے کا موقع ہی نہیں ملتا۔

"کاش۔ میں آپ کو تفصیل سے سب کچھ بتا سکتا لیکن گل اتنا ضرور عرض کر رہا ہوں کہ میرے خیال میں اب یہ لمحات زیادہ طویل نہیں رہے میں نے آپ کی مدد سے جس مشن کا آغاز کیا تھا اس کی تکمیل کا وقت آچکا ہے۔ پروفیسر کہاں ہے؟

"گئے ہوئے ہیں کہیں۔۔ بہت ہی دلچسپ آدمی ہیں بڑے خوش ہیں کہ زندگی کے اس طویل سفر میں جو لمحات دنیا سے دور رہ کر گزارے تھے اب ان میں تبدیلی آئی ہے اور یہ احساس ہوا ہے کہ دنیا کی لطافتیں مسرتیں تو بہت ہیں' آدمی اگر ان سے خود ہی دور رہے تو اس میں لطافتوں کا کیا قصور؟ حسینہ ہے' بھوندو ہے۔ مزے کے لوگ ہیں ہنساتے ہی رہتے ہیں ہمیں تو اور میں یہ سوچتی ہوں کہ کیسے بدنما خول چڑھا رکھے تھے ہم نے اپنے اوپر۔

"مجھے مسرت ہے کہ میں تم لوگوں کے لیے کسی دلچسپی کا باعث بنا۔

"اور تو کوئی خاص بات نہیں ہے؟ گل نے پوچھا۔

"نہیں بس۔ تمہاری خیریت معلوم کرنا تھی سو ہو گئی۔ او۔ کے۔" میں نے کہا اور بند کر دیا۔

باقی وقت بھی میں نے دفتر ہی میں گزارا تھا۔ ساڑھے تین بجے میں پھر کوٹھی پہنچ گیا یہ دیکھ کر میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں کہ سیٹھ جبار کی کار وہیں اسی جگہ کھڑی تھی اور وہ دونوں آدمی بھی اس میں موجود تھے۔

کوٹھی میں موجود میرے ساتھیوں نے میرا استقبال کیا۔ کچھ خاص اہمیت دی گئی تھی کے استقبال میں اور میں سمجھ گیا تھا کہ یہ فینی کی کوششیں ہوں گی۔ اس ذہین لڑکی سیٹھ جبار پر رعب ڈالنے کے لیے یہ سارے انتظامات کیے ہوں گے۔

فینی بھی مجھے استقبال کرنے والوں میں نظر آئی اور میں اس کے ساتھ اندر آگیا باقی لوگ پیچھے رہ گئے تھے۔ میں نے فینی سے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"یہ سیٹھ جبار کب آیا؟"

"گیا ہی نہیں سر۔ جب سے یہیں بیٹھا ہے آپ ذرا غور فرمایئے یہ شخص صبح سات سے یہیں بیٹھا ہے اور اس کے وہ دونوں آدمی بھی۔۔۔۔۔!"

"خدا کی پناہ۔ کیا کرتا رہا اس دوران؟"

"بس ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھا ہوا ہے۔ میں نے چائے بھجوائی تو اس نے یہ ادا کر کے اسے واپس کر دیا۔ دوپہر کا کھانا بھی اس نے نہیں کھایا ہے البتہ اس کے دونوں ساتھی دو بجے کے قریب کھانا کھانے چلے گئے تھے۔"

"گویا سیٹھ جبار بھوکا پیاسا بیٹھا ہوا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں نے بہت کہا کہ چائے پیے' کھانا کھائے لیکن اس نے خشک لہجے میں منع کر دیا اور کہا کہ وہ ایک مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا اگر پرنس دلاور نے اسے مہمان بنانا پسند کیا تو پھر وہ پرنس کے ساتھ بیٹھ کر ہی چائے پیے گا؟"

"گڈ ویری گڈ۔ ٹھیک ہے فینی چائے لگوا دو اور اس کے ساتھ ذرا کچھ اور چیزیں بھی لگوا دینا اگر وہ میرے بارے میں پوچھے تو اسے کہہ دینا کہ میں آ چکا ہوں اور تھوڑی دیر میں اس سے ملاقات کروں گا لیکن ڈرائنگ روم میں نہیں فینی بلکہ اسے ڈائننگ روم میں لے آنا سمجھ رہا۔"

"او۔ کے پرنس۔" فینی نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں اندر چلا گیا پھر اطمینان سے نہایا دھویا غسل کیا۔ سلک کا ایک خوبصورت سوٹ پہنا' اس پر گاؤن ڈالا اور پھر ڈائننگ روم میں پہنچ گیا۔ سیٹھ جبار ڈائننگ ٹیبل کے نزدیک ایک کرسی پر بیٹھا میرا انتظار کر رہا تھا اس

نے بڑی خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورا اور میں مسکرا دیا۔

"ہیلو سیٹھ جبار کیسے مزاج ہیں آپ کے؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا بس جلتی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا تھا۔ میں نے گھنٹی بجا کر ملازم کو بلایا اور اسے کافی بنانے کا حکم دیا۔ ملازم نے ادب سے دو پیالیاں بنا کر ایک میرے اور دوسری سیٹھ جبار کے سامنے رکھ دی۔

"براہ کرم کچھ لیجئے۔ سیٹھ جبار!" میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

"اینجل کہاں ہے؟" اس نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں نے عرض کیا نا' پہلے کافی پیجئے اس کے بعد ہمارے اور آپ کے درمیان گفتگو ہو گی۔"

"نہیں شکریہ۔ میں کچھ کھانے پینے نہیں آیا ہوں یہاں۔"

"تو آپ صرف اینجل کی تلاش میں آئے ہیں؟"

"ہاں۔ میں تم سے ایک بار پھر کہہ دینا چاہتا ہوں پرنس دلاور سارے معاملات کو جگہ لیکن اینجل کا مسئلہ تمہارے لیے اچھا نہیں ثابت ہو گا۔"

"میں اچھے یا برے کی کبھی پروا نہیں کرتا سیٹھ جبار اور آپ سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں کہ میزبانی کے کچھ آداب ہوتے ہیں تو مہمان کے بھی کچھ فرائض ہوتے ہیں آپ یہاں ایک مہمان ہی کی حیثیت سے آئے ہیں نا؟ اگر مہمان کی حیثیت سے آئے ہیں تو پھر مہمانوں کے سے انداز میں گفتگو کیجئے آپ کا یہ رویہ مجھے نا پسند ہے اور ممکن ہے اس کی بنیاد پر میں آپ سے کوئی گفتگو نہ کر سکوں' اس لیے میری گزارش ہے کہ براہ کرم کافی پیجئے' کچھ کھائیے۔ اس کے بعد ہم اطمینان سے گفتگو کریں گے۔" میں نے سیٹھ جبار کا جائزہ دیکھا۔ جس کرب اور اذیت کا وہ شکار تھا اس کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔ میں وہ شخص تھا جس سے اس نے سیدھے منہ بات کرنا پسند نہیں کیا تھا' مجھے وہ لمحات یاد تھے جب طارق مجھے اس کے پاس لے کر گیا تھا اور اس نے بڑی نخوت سے کہا تھا کہ ابھی اسے سڑکوں پر پھرنے دو' انسان بننے میں کچھ دیر لگے گی۔ اس سے زیادہ اس نے میرے بارے میں کچھ کہنا پسند نہیں کیا تھا اور آج اس سڑک کے آوارہ چھوکرے کے سامنے وہ ایک بے بس انسان کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے زیادہ پرمسرت لمحات میرے لیے اور کیا ہو سکتے تھے؟

میرے ذہن کے کسی گوشے میں جھنجلاہٹ نہیں تھی۔ میں تو بس اس کی اذیت سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

ایک مغرور کا سر زمین پر آ ٹکا تھا۔ ایک جابر اور وحشی انسان بے بسی سے اپنی جگہ

اٹھا اور اب اس کے بس میں کچھ نہیں تھا۔ اس نے اس وقت کا تصور خواب میں بھی نہ کیا ہو گا' سیٹھ جبار کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا' چند لمحات اسی طرح بیٹھا رہا اور اس کے بعد سیدھے بیٹھ کر کافی کی پیالی اپنی جانب سرکا لی۔ اب اس کے چہرے کے تاثرات بدلتے جا رہے تھے۔

اس نے خاموشی سے کافی ختم کی' میں نے ایک بار پھر اسے کھانے کی چیزوں کی پیش کی تھی لیکن اس نے ان میں سے کچھ نہ لیا۔ میں بھی خاموشی سے کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا تھا۔

کافی پینے کے بعد اس نے ہونٹ خشک کیے اور مجھ سے بولا۔

"پرنس دلاور میں تم سے بہت صاف صاف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

"حاضر ہوں سیٹھ جبار' آپ میرے ہاں تشریف لائے ہیں اس لیے میرے لیے قابل احترام ہیں۔"

"اینجل کہاں ہے؟"

"آپ غلط فہمی کا شکار ہیں' اینجل سے میرا کیا تعلق وہ آپ کی بیٹی ہے آپ کے پاس ہو گی۔"

"ایسی باتیں نہ کرو' ایسی باتیں نہ کرو پرنس دلاور' ایسی باتیں نہ کرو۔"

"ہوں' اینجل کہاں سے غائب ہوئی ہے سیٹھ جبار؟"

"میں نے کہا نا ان تمام باتوں کو جانے دو' میں اس وقت تمہارے شکنجے میں پھنس گیا ہوں۔"

"تعجب کی بات ہے" سیٹھ جبار جیسی شخصیت کسی معمولی سے انسان کے شکنجے میں آ جائے۔"

"وہ وقت گزر گیا ہے' تمہارے بارے میں میرا اندازہ تھا کہ یقیناً تم ذہین انسان ہو اگر تمہاری ذہانت کو جلا مل جائے تو تم بہت بڑی شخصیت بن سکتے ہو۔ تم میرے راستے میں نہیں آ سکے لیکن کسی اور راستے سے تم نے وہی حیثیت حاصل کر لی' جس کی میں پیش گوئی کر چکا تھا۔ براہ کرم مجھ سے یہ نہ کہو کہ تم منصور نہیں ہو' ہم کب تک ایک دوسرے کو دھوکا دیتے رہیں گے۔" سیٹھ جبار نے کہا۔

"اگر آپ اس منصور کی بات کر رہے ہیں سیٹھ جبار جو احمد علی کا بیٹا تھا اور جو آپ کی کار کا ڈرائیور کی نوکری کے لیے آیا تھا اور جسے آپ نے ڈرائیونگ سکھا کر اپنے غلاموں میں شامل کر لیا تھا اور پھر وہ اپنی معصومیت لے کر پولیس اسٹیشن پہنچا تھا اور پھر آپ نے

اس کے گھر میں چرس رکھوا کر سزا دلوا دی تھی اور پھر اس سزا کو آپ نے اپنے ا
سے کام لے کر اس کی زندگی کے پانچ سالوں پر محیط کر دیا تھا اور اس کے بعد جب
پہنچا تو اس کی ماں اور بہن غائب تھیں اور پھر وہ آپ کے سامنے گڑگڑاتا رہا اور آ
اسے زندگی سے محروم کرنے کی بے شمار کوششیں کیں' آپ نے جس کی زندگی میں
کر دیا' جس کی آنکھوں سے روشنی چھین لی' چمن جیسے آدمی کو اسے دھوکا دینے پر ما
طارق جیسے ذلیل آدمی کو اسے اذیتیں دینے کا فرض سونپا اور اس کے بعد اس کے
مسلسل زیادتیاں کی جاتی رہیں۔ معاف کیجئے گا سیٹھ جبار' وہ منصور اب اس دنیا میں
ہے' وہ منصور مرچکا ہے۔ اب اگر پرنس دلاور کو آپ منصور کا نام دیتے ہیں اور
اس طلب کرتے ہیں تو آپ کو بہت سے اعترافات کرنے ہوں گے۔"

"کیسے اعترافات؟" سیٹھ جبار کی آواز میں عجیب سی بے کسی تھی۔

"کیا آپ نے اس منصور کے ساتھ یہ ظالمانہ کاروائی نہیں کی-----"

"ہاں منصور' میں یہ سب کچھ کرتا رہا ہوں۔"

"کیا آپ نے اس کی ماں اور بہن کو اس سے جدا نہیں کیا تھا۔"

"نہیں۔" سیٹھ جبار نے جواب دیا اور میں متحیر رہ گیا۔

"کیا مطلب سیٹھ جبار صاحب کیا آپ مذاق کرنے تشریف لائے ہیں مجھ سے
میرے لہجے میں غراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

"منصور۔ منصور۔ میری بات سنو' براہ کرم مجھے بتا دو انجیل کہاں ہے؟"

"سیٹھ جبار----- براہ کرم مجھے بتا دیں میری ماں اور بہن کہاں ہیں؟" میں
لہجے میں پوچھا۔

"میری بات پر یقین کرو' میری بات پر یقین کر لو منصور' میں ان کے بارے میں
نہیں جانتا۔"

"نہایت احمقانہ اور گھٹیا بات کہہ رہے ہیں آپ۔" میں نے حقارت آمیز لہ
کہا۔

"نہیں منصور' خدا کی قسم نہیں۔ خدا کی قسم نہیں' میں جھوٹ نہیں بول رہا۔
اندر اب جھوٹ بولنے کی سکت نہیں رہ گئی۔ میں نہیں جانتا تمہاری ماں اور بہن
ہیں؟ میں بالکل نہیں جانتا؟"

"بکواس کرتے ہو تم؟"

"نہیں منصور' میری بات پر یقین کرو' میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"

"میں نے کہا نا سیٹھ جبار' تم بکواس کر رہے ہو۔"

"کیوں منصور۔ کیوں؟"

"ابھی چند روز پہلے تم نے میرے سامنے فریدہ کو پیش کیا تھا۔"

"وہ فریدہ نہیں تھی' یقین کرو وہ فریدہ نہیں تھی' میں نے کسی اور لڑکی کو تمہارے
سامنے پیش کیا تھا۔ وہ فریدہ نہیں تھی۔"

"کیا میں اس احمقانہ بات کو تسلیم کر سکتا ہوں۔ تمہیں کیسے معلوم کہ میری بہن کے
ساتھ دخال کیا تھے' کیسی تھی وہ؟" میں نے خونخوار لہجے میں پوچھا۔

"میں نے----- میں نے اس کی تصویریں حاصل کی تھیں۔ میں نے اس کے
لیے-----"

"یہ تصویریں تم نے کہاں سے حاصل کیں سیٹھ جبار؟"

"اس کے اسکول سے' اس کے ایڈمٹی کارڈ سے۔ گو بہت پرانا ریکارڈ تھا یہ لیکن میں
نے اس کے بچپن کے چہرے کو تھوڑا سا بڑا کر کے ایک لڑکی کے چہرے پر اس کا میک اپ
کر دیا اور اسے تمہارے سامنے لایا۔ میرا مقصد یہی تھا کہ پرنس دلاور کی حیثیت سے تم
نے مجھے جو نقصانات پہنچائے ہیں' اپنی بہن کو میرے شکنجے میں دیکھ کر ان کی تلافی کر دو۔
میں تمہیں نیچا دکھانا چاہتا تھا منصور۔ اس لیے میں نے یہ کوششیں کی تھیں۔ میں اس لڑکی
کو اب بھی تمہارے سامنے پیش کر سکتا ہوں۔ وہ فریدہ نہیں تھی یقین کرو وہ فریدہ نہیں
تھی۔"

میرے دل و دماغ پر پھر ایک دم بوجھ آ پڑا تھا۔ امید کے جو دیئے روشن ہوئے تھے وہ
ٹمٹما کر بجھ گئے تھے۔ سیٹھ جبار کی بات پر کیسے یقین کر لیتا' یہی تو میرے ماضی اور حال کا
قاتل تھا۔ اس نے تو منصور کو سولی پر لٹکا دیا تھا۔ میں اسے گھورتا رہا۔ پھر میں نے کہا۔

"تمہاری کسی بات پر یقین کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے سیٹھ جبار۔ تم ایک شاطر
اور گھٹیا فطرت کے انسان ہو۔ اپنی مطلب برابری کے لیے تم ہر چال چل سکتے ہو۔ کیا تم
اس بات سے انکار کرو گے کہ ریٹا اور انیل کو تم نے دی کنگ نامی جہاز پر نہیں رکھا تھا؟
کیا تم نے انجیل کو صرف اس لیے میرے پیچھے نہیں لگایا تھا کہ وہ میرے بارے میں
معلومات حاصل کرے اور تمہاری مخبر بن جائے' کیا تم نے ایک باپ ہی کا کردار ادا کیا تھا
اس سلسلے میں' اپنی بیٹی کو اپنے دشمن کے پیچھے لگا کر کیا تم نے ایک شریف انسان ہونے کا
ثبوت دیا تھا؟"

"نہیں مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے یہ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہوئی

ہے۔" سیٹھ جبار نے کہا۔

"نہیں سیٹھ جبار زندگی کی سب سے بڑی غلطی وہ تھی تمھاری' جب تم نے ایک سیدھے سادے اور بھولے بھالے انسان کو جیل بھجوایا تھا۔ میں تمھارے معیار کا تو نہ تھا' بھلا ایک معصوم اور سیدھے سادے بچے سے کیا دشمنی تھی تمھاری۔ میں نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا انھی پر عمل کرتے ہوئے میں نے جرم کو روکنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے بتاؤ' تم مجھ سے انتقام لینے پر کیوں تل گئے' مجھے بتاؤ کیا میں تمھارے انتقام کے قابل تھا؟"

"نہیں منصور۔ تم ٹھیک ہو' مجھ سے غلطی ہوئی تھی۔"

"تو پھر تم اس غلطی کا خمیازہ بھگتو سیٹھ جبار۔ میں کبھی نہیں مان سکتا کہ تمہیں میری ماں اور بہن کا علم نہیں ہے۔ کہاں گئیں آخر وہ وہاں سے تمھارا گرگا اسی مکان میں رہ رہا تھا' میں فیروز دادا کی بات کر رہا ہوں۔ وہ شخص جسے تم نے میرے لیے پھانسی کا پھندا بنانے کی کوشش کی تھی۔ بتاؤ کیا یہ وہی شخص نہیں تھا جس نے میرے گھر میں چرس رکھی تھی اور کہا تھا تمھارا اس سے کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"مجھے اعتراف ہے منصور! لیکن میں نے صرف طارق کو حکم دیا تھا کہ تمہیں آزاد نہیں رہنا چاہیے۔ تمہیں ایسی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے رہنا چاہیے۔ جن کی وجہ سے تم مجبور ہو جاؤ اور تمہیں اس کوشش کی بھرپور سزا ملے جو تم نے میرے خلاف کی تھی۔ طارق ہی یہ سب کچھ کرتا رہا تھا۔ یقین کرو میں نے بذات خود یہ پلاننگ نہیں کی تھی اور اس کے بعد میں نے طارق سے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ اس نے تمھارے خلاف کیا کیا کچھ کیا۔ اگر تمھاری ماں اور بہن تمھارے گھر سے غائب ہوئیں تو اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میرا اس میں کوئی ہاتھ نہیں تھا' نا ہی میں نے اس کی ہدایت کی تھی' میں نے تو کبھی طارق سے پوچھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔"

"گویا اس قدر حقیر تھیں میری ماں اور بہن' اس قدر حقیر تھے انسان تمھاری نگاہ میں سیٹھ جبار۔ بہرطور طارق واپس آ گیا ہے۔ تمھارا کیا خیال ہے کیا مجھے اس کے بارے میں نہیں معلوم؟ وہ غلیظ انسان ایک ہاتھ کھو بیٹھا ہے میرے ہاتھوں اور شاید اس نے اپنے چہرے پر بھی پلاسٹک سرجری کرا لی ہے' ورنہ میرے نشانات اس کے چہرے پر نمایاں تھے' وہ میری ماں اور بہن کو تلاش کر کے میرے حضور پیش ہو' مجھ سے اپنی زندگی کی بھیک مانگے اور اپنے کرتوتوں کی معافی----- اور اس کے بعد اپنی ماں اور بہن سے گفتگو کر کے میں یہ معلوم کروں گا کہ وہ شخص قابل معافی ہے یا نہیں' اس وقت تک دوبارہ اینجل کا

ت لینا سیٹھ جبار۔ وہ میرے پاس یرغمالی کی حیثیت سے رہے گی اور اگر ایک متعین وقت----- میں یہ دونوں مجھے نہ مل گئیں' تو پھر تم اینجل سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاؤ گے۔ یہ میرا عہد ہے۔ منصور کا عہد۔"

"نہیں نہیں منصور----- خدا کے لیے نہیں----- خدا کے لیے نہیں اگر میں ان کے بارے میں جانتا ہوتا تو انھیں لے کر تمھارے پاس حاضر ہوتا۔"

"میں نے تمہیں اس کا موقع دیا ہے۔ طارق سے بات کرو۔"

"کک' کس سے؟"

"طارق سے سیٹھ جبار' طارق سے کیا تم اس سے انکار کرو گے کہ وہ واپس آ گیا ہے؟"

"نہیں----- میں بات کروں گا مگر اینجل مجھے واپس کر دو۔"

"تم جا سکتے ہو سیٹھ جبار۔"

"منصور----- منصور----- میری بات تو سنو' میری بات سنو منصور!" سیٹھ جبار کہا لیکن میں نے ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی بجا دی تھی۔ ملازم فوراً ہی اندر آ گیا۔

"سیٹھ جبار کو عزت و احترام کے ساتھ باہر چھوڑ آؤ۔"

"منصور----- پلیز منصور----- میں ----- میں اینجل کے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گا پلیز منصور!"

"تم نے سنا نہیں' سیٹھ صاحب کو باہر چھوڑ آؤ اور اگر یہ اس طرح جانا پسند نہ کریں تو مدد کے لیے کچھ اور آدمیوں کو بلوا لو۔ آپ جا سکتے ہیں سیٹھ جبار!" میں نے کہا اور کرسی کھسکا کر کھڑا ہو گیا۔

سیٹھ جبار بے بسی سے ہاتھ مل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے پھر آنسو گالوں پر لڑھک آئے۔

"مجھے معاف کر دو منصور' مجھے معاف کر دو' میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ماں اور بہن کو تم تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کروں گا لیکن اینجل۔ خدا کے لیے میری اینجل" بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نخوت سے بھاری بھاری قدم رکھتا ہوا ڈائننگ روم کے دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔

میرے سینے میں سکون کا سمندر موجزن تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ سیٹھ جبار کی یہ حالت میر
لیے بہت ہی سکون بخش تھی۔ وہ عفریت رو رہا تھا' گڑگڑا رہا تھا جس نے کبھی نیچے نہ
دیکھا تھا۔ آگ اور خون برسانے والی آنکھیں آج آنسوؤں کی لذت سے آشنا ہوئی تھ
۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اس کے یہ آنسو میرے جلتے ہوئے دل کے لیے ٹھنڈک فراہم کر ر
تھے۔

میں اپنے کمرے میں آگیا۔ سیٹھ جبار کے اس انکشاف نے' کہ وہ لڑکی فریدہ نہ
کوئی اور تھی' مجھے ایک بار پھر مایوس کر دیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ امی اور فریدہ کی بازیابی ا
میرے لیے محض ایک خواب ہو کر رہ گئی تھی اس لیے اس بار میری مایوسی میں زیادہ شد
نہیں تھی۔ اب میں نے اپنے بے قرار دل کو سمجھانے کے اسلوب سیکھ لیے تھے۔ بس
کی ذات سے آس تھی کہ اگر اس کی مرضی ہوئی تو شاید زندگی میں کبھی ان کا سراغ
جائے۔

سیٹھ جبار نے جو کچھ کہا تھا' اس میں حقیقت تھی۔ اسے کیا ضرورت پڑی تھی کہ
منصور جیسے بے حقیقت شخص کی ماں اور بہن کو اپنی تحویل میں رکھتا۔۔۔۔۔۔۔۔ کج
فطرت شخص تو طارق تھا جو سیٹھ جبار کی آڑ میں ہر قسم کے جرائم کر گزرتا تھا۔

خدا کا شکر تھا کہ طارق زندہ تھا۔ اگر وہ مرگیا ہوتا تو امی اور فریدہ کا راز بھی اس
سینے میں دفن ہو جاتا۔۔۔۔۔۔۔۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ کہ سیٹھ جبار ا
بیٹی اینجل کے لیے تڑپ رہا ہے' اب وہ خود ہی طارق سے سب کچھ معلوم کر لے گ
چنانچہ میں جلد بازی کر کے کھیل کو بگاڑنا نہیں چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فینی آئی تو میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا ۔۔۔۔۔۔۔۔ "کیا وہ
گیا؟"

"جی ہاں ۔۔۔۔۔۔۔۔ میری خوشامد کر رہا تھا کہ ایک بار اور پرنس سے اس
ملاقات کرا دوں پھر وہ چلا جائے گا لیکن میں نے سختی سے انکار کر دیا۔ پھر مجبور ہو کر وہ
گیا۔"

"ٹھیک ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور کوئی خاص بات؟"

"نہیں' جناب! فینی نے جواب دیا اور کمرے سے نکل گئی۔"

میں کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا۔ دل و دماغ پر جو بوجھ آپڑا تھا' سمجھ میں نہیں آرہا تھا' کیا کروں؟ اچانک اینجل کا خیال آگیا اور میں بے اختیار ہو گیا۔ چہرے کی مرمت کرنے کے بعد' میں نے اپنا جائزہ لیا اور کار میں بیٹھ کر چل پڑا۔ احتیاطاً" پستول بھی ساتھ لے لیا تھا۔ کافی دیر تک ادھر ادھر گھوم پھر کر اپنے تعاقب کا اندازہ لگاتا رہا۔۔۔۔۔۔۔۔ پھر مطمئن ہونے کے بعد' وائنسن ایونیو کا رخ کیا۔

بنگلے کے سامنے' ایک درخت کے سائے میں ایک شخص مونگ پھلی کا ٹھیلہ لیے کھڑا تھا اور عقب میں چند افراد سروے کر رہے تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ یہ عدنان کے آدمی ہیں جو بنگلے کی حفاظت پر مامور ہیں۔ بعد میں طاہر سے اس کی تصدیق ہوگئی۔

"مونگ پھلیوں کے ڈھیر کے نیچے' اسٹین گن اور دستی بم موجود ہیں اور سروے کرنے والے ایک لمحے میں آگ و خون کی ہولی کھیلنا شروع کر دیں گے۔"

"لیکن یہ سب کچھ روز تو نہ ہو سکے گا۔"

"نہیں' پرنس' ہر روز کا ایک نیا پروگرام ہے۔ کل یہ لوگ ٹیلیفون کے تار درست کریں گے اور پرسوں الیکٹرک کمپنی کی گاڑی آجائے گی۔ ٹھیلے والے کو تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ ایک شخص' امرود کا ٹوکرا سر پر رکھے علاقے کا گشت کر رہا ہے اور دور دور تک نگاہ رکھے ہوئے ہے۔" طاہر نے بتایا۔

"ویری گڈ۔۔۔۔۔۔۔۔"

"یہ پلان عدنان صاحب کا ہے۔" طاہر نے کہا اور میں مطمئن ہو کر بنگلے کی طرف بڑھ گیا۔

اینجل کے پاس جانے سے پہلے میں نے اپنے چہرے سے میک اپ ماسک اتار لیا۔ اینجل مجھے دیکھ کر کھل اٹھی۔ "ارے ۔۔۔۔۔۔۔۔ منصور' آپ۔۔۔۔۔۔۔۔ اور اچانک ۔۔۔۔۔۔۔۔!" اس نے مسرت بھرے انداز میں کہا۔

"بس' آپ سے ملنے کو جی چاہا' آگیا۔" میں نے جواب دیا پھر ریٹا سے مخاطب ہوا۔ "کیسی ہو ریٹا! آپ بھی کیا سوچتی ہوں گی کہ ہماری الجھن میں پھنس کر' آپ کو کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑ رہا ہے۔"

"نہیں' پرنس! میں تو آپ کی خادم ہوں۔ آپ نے مجھ سے کام ہی کیا لیا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔ ہم سب صرف آپ کے خادم ہی نہیں ہیں بلکہ آپ سے دلی محبت بھی رکھتے

ہیں۔"

"بے شک! میں' آپ لوگوں کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ہر طرح کا سہارا دیا ہے۔"

"سر! آپ کافی پینا پسند کریں گے یا کوئی اور مشروب؟"

"جو بھی آپ پلا دیں۔ آپ کے مہمان ہیں۔" میں نے کہا۔ ریٹا اٹھ کر چلی گئی اور اینجل مسکراتی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔

"آپ بہت جلدی آگئے' منصور! مجھے' آپ کے اتنی جلد آنے کی توقع نہیں تھی۔"

"کیوں۔۔۔۔۔۔۔"

"آپ کی مصروفیات کی بنا پر میں' ریٹا سے یہی کہہ رہی تھی کہ پرنس بے حد مصروف آدمی ہیں' اس لئے ممکن ہے' کئی روز تک نہ آسکیں۔"

"آپ نے مجھے دل سے یاد کیا ہو گا' اینجل! پھر بھلا میں کیسے رہ سکتا تھا؟"

"منصور! اس دوران میں کیا آپ میرے بارے میں سوچتے رہے ہیں؟"

"ہاں' میں اس سے انکار نہیں کروں گا۔ اب زبان کھل گئی ہے تو سب کچھ کہہ دینے کو دل چاہتا ہے۔"

"تو کہہ دیجئے۔" اس نے شرمگیں مسکراہٹ سے کہا۔

"اینجل! میرا خیال ہے کہ ہر ذی ہوش حقیقت پسند ہوتا ہے۔ ہم ابتدائے آفرینش سے حسن و عشق کے بارے میں سنتے چلے آئے ہیں۔۔۔۔۔ اور ہم وہی کچھ کہتے ہیں جو دوسروں سے سنتے ہیں۔ حالانکہ بعض اوقات دوسروں کی کہی ہوئی باتوں پر ہمیں ہنسی آتی ہے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے میں اپنا مطلب واضح نہیں کر پا رہا ہوں۔ اگر میں' تم سے اپنے جذبات کا اظہار کروں تو وہ عامیانہ سے الفاظ ہوں گے اور مجھے شاید خود بھی ان الفاظ پر شرم محسوس ہو۔۔۔۔۔ لیکن میرے پاس' ان الفاظ کا نعم البدل بھی نہیں ہے۔"

"کہتے رہیے۔۔۔۔۔ میرا خیال ہے کہ آپ اپنی زبان میں خود الجھ گئے ہیں۔"

"کیا کہوں۔۔۔۔۔ تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتیں؟"

"میں جو کچھ سمجھ رہی ہوں' اسے واضح الفاظ میں سننا بھی چاہتی ہوں۔"

"بس' تو پھر سن لو کہ اس وقت کے بعد سے میں مستقل تمہیں یاد کرتا رہا ہوں۔ دل و دماغ میں عجیب سی روشنی پھیلی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اب تمہارے پاس آیا تو جانے کو جی نہیں چاہتا۔"

"اتنا بے خود نہ کیجئے' منصور! یہاں کس بدبخت کا دل چاہتا ہے کہ ایک لمحے کے لیے

بھی آپ کی نظروں سے اوجھل رہے۔"

"سچ' اینجل۔۔۔۔۔ کیا آپ کے محسوسات بھی یہی ہیں؟"

"کیوں' کیا آپ محبت میں مجھے کسی طور کمتر پاتے ہیں؟"

"نہیں' نہیں۔۔۔۔۔ خدا نہ کرے۔ میرا یہ مطلب نہیں۔"

"مطلب تو میرا بھی وہ نہیں۔ لفظ کمتر' میں نے اس لیے استعمال کیا ہے کہ میری محبت بھی آپ سے کم نہیں ہے۔"

"چلئے' حساب برابر ہو گیا۔" ہم دونوں ہنس پڑے۔ اسی وقت ریٹا' کافی کی ٹرے اٹھائے اندر آئی اور ہمارے سامنے رکھ کر الٹے قدموں کمرے سے نکل گئی۔۔۔۔۔ پھر کافی پینے کے دوران ہم باتیں کرتے رہے۔ امی اور فریدہ کا ذکر آیا۔ اینجل کرید کرید کر مجھ سے ان کے بارے میں پوچھتی رہی پھر اس نے میری زندگی کے دوسرے واقعات بھی سنے۔

میں نے اسے بتایا کہ کس طرح سیٹھ جبار نے مجھ پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔۔۔۔۔ پھر کس طرح سرخاب اور پروفیسر شیرازی' مجھ سے ملے' کس طرح گل مجھے ملی اور انھوں نے میرے لیے کیا کیا ایثار کیا۔۔۔۔۔ ایاز' عظمت اور دوسرے کردار بھی زیر بحث آئے۔ انہی باتوں میں رات ہو گئی۔

پھر جب ریٹا نے کھانا لگنے کی اطلاع دی تو ہم دونوں چونک پڑے۔ "ارے' ریٹا! کھانے کا انتظام کر لیا' تم نے؟"

"جی' مس اینجل! کیا آپ لوگ کھانا نہیں کھائیں گے۔"

"نہیں' یہ بات نہیں۔ میرا مطلب ہے کہ تم نے خود ہی۔۔۔۔۔"

"یہ میرا فرض تھا۔ اب آپ لوگ کھانا کھا لیجئے۔"

"کھانا کھانے کے بعد ہم دونوں پھر نشست گاہ میں آ بیٹھے۔

"منصور! جتنے عظیم لوگوں کا تم نے ذکر کیا ہے' ان کا موازنہ میں ڈیڈی سے کرتی ہوں تو شرم سے کٹ جاتی ہوں۔ ایک میرے ڈیڈی ہیں جنھوں نے تم سے' امی سے اور فریدہ سے مسرتیں چھین لیں' ایک وہ ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ بے غرض' تم پر لٹا دیا۔ میں' ان عظیم لوگوں سے ملنا چاہتی ہوں' منصور! مجھے ان سے کب ملاؤ گے؟"

"ابھی نہیں' اینجل! تھوڑا سا انتظار کرنا ہو گا۔ ابھی ہمیں زندگی کے بہت سے کٹھن مراحل سے گزرنا ہے۔ کچھ وقت یہیں گزارو' اس کے بعد۔۔۔۔۔"

"ٹھیک ہے۔ میں یہاں بھی سکون سے ہوں۔ ریٹا بہت اچھی لڑکی ہے' میرا بہت خیال رکھتی ہے۔"

تھوڑی دیر بعد' میں اینجل سے رخصت ہو کر باہر آگیا----- اور طاہر اور اعظم سے پوچھا کہ کیا وہ' اینجل کے تحفظ کے انتظامات سے مطمئن ہیں یا کچھ اور بندوبست کیا جائے؟ تب اعظم نے کہا۔

"نہیں' پرنس! آپ یہ ذمے داری ہمیں سونپ دیں۔ یہاں اگر پوری فوج بھی آجا‌ئے تو مس اینجل کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔" میں اس طرف سے مطمئن ہو کر اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔

کوٹھی کے حالات بالکل پر سکون تھے۔ کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ سیٹھ جبار کی کیفیت کا مجھے بخوبی انداز تھا۔ اس کے حواس گم ہو گئے تھے' اب وہ یقیناً کسی جارحانہ کارروائی سے گریز کرے گا۔

دو روز خاموشی سے گزر گئے۔ تیسرے روز' مجھے' ہوم سیکریٹری کا فون ملا۔

"ہیلو! پرنس دلاور----- کیسے مزاج ہیں' آپ کے؟"

"ٹھیک ہوں' جناب! کیسے یاد فرمایا؟"

"بھئی' قاعدے سے تو ہم لوگوں کی ملاقات تو کبھی کبھار ہوتی رہنی چاہیے۔ ضروری نہیں یہ ملاقاتیں سرکاری ہوں۔ ہم ذاتی طور پر بھی مل جل کر اپنے فرائض انجام دے سکتے ہیں۔ آپ' ملک کی ترقی میں ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں' پرنس دلاور! میں نے آج آپ کے ان کارناموں کی فہرست دیکھی ہے جو آپ نے ملک کے لیے انجام دیے ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی آپ کو محب وطن نہ سمجھے تو بڑی افسوس ناک بات ہے----- اس لحاظ سے میری خواہش ہے کہ ہم کم از کم مہینے میں ایک بار ہی کہیں مل بیٹھیں اور نئے منصوبوں پر ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کر لیا کریں۔ اس کے علاوہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو یاد کر لیا کریں۔"

"شکریہ' جناب! آپ لوگوں نے مجھے جو عزت بخشی ہے' وہ میرے دل کی گہرائیوں میں محفوظ ہے۔"

"آج شام' کوئی مصروفیت تو نہیں' پرنس؟"

"کوئی خاص نہیں' فرمایئے؟"

"بھئی ملنا چاہتا ہوں' آپ سے۔ اگر آپ محسوس نہ کریں----- تو رات کا کھانا میرے ساتھ ہی کھالیں----- اور ہاں' ایک خاص بات----- کھانے کی اسی میز پر میں نے سیٹھ جبار کو بھی مدعو کیا ہے۔ سیٹھ جبار نے مجھ سے کچھ گفتگو کی ہے۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں' پرنس کو بھی بلا لوں گا۔ گفتگو چونکہ آپ ہی سے متعلق ہے

اس لیے میری درخواست ہے کہ آپ تشریف لایئے۔"

"اگر آپ نے وعدہ کر لیا ہے' جناب! تو میری کیا مجال کہ میں انکار کروں۔"

"یہ نشست چونکہ بالکل نجی نوعیت کی ہے اس لیے میں ذرا الجھا ہوا تھا کہ کہیں آپ کا قیمتی وقت ضائع نہ ہو جائے۔"

"نہیں' میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

"تو پھر تقریباً" آٹھ بجے' میں' آپ کا انتظار کروں گا۔"

"ویسے' محترم میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ سیٹھ جبار' مجھ سے کس قسم کی گفتگو کرنے کا خواہش مند ہے؟"

"نہیں' پرنس! باقی باتیں یہیں ہوں گی۔ آپ اس وقت تک کے لیے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیجیے۔"

"بہتر ہے----- ویسے اگر میں اپنے کسی دوست کو ساتھ لے آؤں تو آپ کو اعتراض تو نہ ہو گا؟"

"سر' آنکھوں پر----- اس میں اعتراض کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔"

"بہت بہت شکریہ! میں آٹھ بجے حاضر ہو جاؤں گا۔" میں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔ میں جانتا تھا' سیٹھ جبار اب ہوم سیکریٹری کی وساطت سے اینجل کی بازیابی کے لیے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ مجھے تو ایسے موقعے کا مدت سے انتظار تھا۔ فوری طور پر جس شخصیت کا نام میرے ذہن میں ابھرا' وہ ڈی۔ آئی۔ جی آفتاب احمد تھے۔ میرے اور سیٹھ جبار کے ذاتی معاملات' ان سے زیادہ اور کون جان سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے انھیں فون کیا۔

"پرنس دلاور-----؟" انھوں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"جی----- آفتاب احمد صاحب! آپ کا خادم!"

"کہیے' کہیے----- مجھے خوشی ہے کہ آپ نے مجھے مخاطب کیا----- میرے لائق کیا خدمت؟"

"یہ لہجہ اختیار کر کے' آپ مجھے کئی بار شرمندہ کر چکے ہیں----- میں' آپ سے ملاقات کا خواہش مند ہوں۔ رات میں کوئی مصروفیت تو نہیں ہے' آپ کی؟"

"ارے صاحب----- ہو بھی تو آپ کے کسی کام سے بھلا انکار کیا جا سکتا ہے----- آپ حکم تو دیجیے۔" آفتاب احمد صاحب نے کہا۔

"تو پھر آج شام' کھانے کی دعوت قبول فرمایئے۔ میں ذرا کفایت شعار قسم کا آدمی ہوں اور عموماً" اپنے دوستوں کو دوسرے دوستوں کے ہاں مدعو کرتا رہتا ہوں۔ ہماری شام کو

دعوت ہوم سیکریٹری صاحب کے ہاں ہے۔"

"میں سمجھ نہیں سکا' پرنس!" آفتاب صاحب نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"بہتر ہو گا کہ ہم دونوں وہیں چل کر سمجھنے کی کوشش کریں۔ ویسے اس دعو سیٹھ جبار بھی شریک ہوں گے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"اوہ! کوئی اہم مسئلہ معلوم ہوتا ہے----- اور اس میں اپنی شمولیت واقعی لیے بھی باعث دلچسپی ہے۔ کس وقت حاضر ہو جاؤں' پرنس؟"

"اگر گستاخی تصور نہ فرمائیں تو ساڑھے سات بجے تک یہاں تشریف لے آئ دونوں ساتھ چلیں گے۔"

"بہتر ہے' حاضر ہو جاؤں گا۔" آفتاب صاحب نے کہا اور میں نے ان کا شکر کے فون بند کر دیا۔

آفتاب صاحب حسب وعدہ ساڑھے سات بجے پہنچ گئے میں نے پرتپاک انداز کا خیر مقدم کیا۔

"مجھے مسرت ہے' پرنس! کہ آپ مجھے اتنی اہمیت دے رہے ہیں اور تجسس کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے؟" انھوں نے میرے ساتھ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھتے کہا۔ ڈرائنگ روم میں انھیں بٹھانے کے بعد' میں بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"میرے خیال میں معاملہ وہی ہے' آفتاب صاحب! جو آپ بخوبی جانتے ہیں۔"

"جانتے تو ہیں' پرنس! لیکن ثابت کرنے کی جرات نہیں پاتے اور پھر ہمیں اہمیت بھی نہیں دی گئی۔ حالانکہ ہم شروع ہی سے اس معاملے سے متعلق ہیں۔"

"اہمیت کی کوئی بات نہیں ہے' آفتاب صاحب میں نے اس نشست میں انتخاب اسی لیے کیا ہے کہ اگر میری ذات کچھ لوگوں کے لیے قابل قبول نہ ہو تو آ سہارا دے سکیں۔"

"آپ فکر نہ کریں' پرنس! میں حقیقتوں کو نظر انداز نہیں کروں گا' خواہ اس مجھے اپنے عہدے کو داؤ پر لگانا پڑے۔" ڈی۔ آئی۔ جی صاحب نے کہا اور میں نگاہوں سے انھیں دیکھنے لگا۔

ٹھیک آٹھ بجے ہم' ہوم سیکریٹری صاحب کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔ پورٹیکو ہی استقبال کیا گیا۔ استقبال کرنے والوں میں ہوم سیکریٹری' سیٹھ جبار اور طارق شا میرے ساتھ ڈی۔ آئی۔ جی آفتاب احمد صاحب کو دیکھ کر' ان کے منہ حیرت گئے۔ سیٹھ جبار اور طارق کے چہرے پر تو ہوائیاں اڑنے لگیں۔ البتہ ہوم سیکریٹر

نے مسکرا کر آفتاب صاحب کا استقبال کیا۔

"خوش آمدید----- تشریف لائیے۔" ہوم سیکریٹری صاحب نے پر خلوص لہجے میں کہا۔

ڈرائنگ روم میں ہماری تواضع پھلوں کے رس سے کی گئی----- ہوم سیکریٹری صاحب نے زیادہ گھماؤ پھراؤ اختیار نہیں کیا اور تھوڑی دیر بعد صاف ستھرے لہجے میں بولے۔

"اس نشست کا اہتمام' محترم دوست سیٹھ جبار کے ایما پر کیا گیا ہے۔ ویسے یہ لمحات میرے لیے بھی باعث مسرت ہیں کہ آپ جیسے حضرات کے ساتھ مل بیٹھنے کا موقع ملا۔ سیٹھ جبار کی خواہش تھی کہ وہ میری موجودگی میں پرنس سے گفتگو کریں----- چونکہ انھوں نے گفتگو کے لیے مجھے اپنا وسیلہ بنایا ہے۔ اگر اجازت ہو تو ان کی خواہش کا اظہار اپنے الفاظ میں کروں؟"

میں نے سیٹھ جبار کی طرف دیکھا تو وہ منہ کھول کر رہ گیا۔ میں نے نرم لہجے میں ہوم سیکرٹری صاحب سے کہا۔" جی جی----- فرمائیے' جناب! میں حاضر ہوں۔"

"سیٹھ جبار کا خیال ہے' پرنس! کہ آپ' ان سے کاروباری مخاصمت رکھتے ہیں اور بیشتر مواقع ایسے آچکے ہیں کہ جب آپ نے سیٹھ جبار کو زبردست کاروباری نقصان پہنچایا ہے۔ کیا یہ حقیقت ہے' پرنس؟"

"ممکن ہے' یہ حقیقت ہو محترم! لیکن میں ان نقصانات کی تھوڑی سی وضاحت چاہتا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

"ہاں تو' جبار صاحب! اب آپ دونوں دوست آمنے سامنے ہیں۔ میں نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ افہام و تفہیم کے معاملات' آپ ہی کو طے کرنے ہیں۔"

"مم----- میں----- میرا مطلب ہے۔" سیٹھ جبار نے ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور وہ آہستہ سے مسکرا دیے۔

"جیسا کہ محترم مسعود علی صاحب نے فرمایا ہے' یہ نشست خالص نجی نوعیت کی ہے اور یہاں میری آمد بھی ایک دوست کی حیثیت سے ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ یہاں جو بھی گفتگو ہو گی' وہ آف دی ریکارڈ ہو گی۔" ڈی۔ آئی۔ جی نے کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" سیٹھ جبار بری طرح جھینپ گیا..... پھر بھاری لہجے میں گویا ہوا۔ "پرنس! میں آپ سے پھر وہی درخواست کرتا ہوں کہ براہ کرم' میری بیٹی' مجھے لوٹا دی جائے اور اس کے عوض' آپ مجھ سے جو کچھ بھی چاہیں' میں اس کے لیے حاضر ہوں۔"

میں نے مسکراتے ہوئے ہوم سیکریٹری کی طرف دیکھا اور بولا---- "سیٹھ جبار نے مجھ پر الزام لگایا ہے' جناب! کہ ان کی بیٹی اینجل میرے قبضے میں ہے۔ اس سے قبل بھی سیٹھ صاحب نے یہی الفاظ کہے تھے اور میں نے عرض کیا تھا کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہیں---- اگر ان کے ذہن میں یہ بات جڑ پکڑ چکی ہے کہ ان کی بیٹی کو میں نے اغوا کر لیا ہے تو بہتر تھا کہ وہ پولیس میں میرے خلاف اغوا اور حبس بے جا میں رکھنے کا مقدمہ درج کرا دیتے---- سیٹھ جبار جیسے با اثر آدمی کے ساتھ' محکمہ پولیس کچھ زیادہ ہی تعاون کرتا---- انھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا؟"

"نہیں---- نہیں' پرنس دلاور! میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تمھارے اختیارات بھی بے حد وسیع ہیں اور پولیس کے ذریعے میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔"

"اتفاق سے یہاں پولیس کے ایک اعلیٰ افسر موجود ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے آفتاب صاحب کی طرف دیکھا۔ "ڈی۔ آئی۔ جی صاحب کیا اس بات کی وضاحت کرنا پسند کریں گے کہ اگر پولیس کے پاس کسی بڑی شخصیت کے خلاف کوئی رپورٹ درج کرائی جائے تو پولیس اس سے چشم پوشی اختیار کر لیتی ہے؟"

آفتاب صاحب ایک لمحے کے لیے گھبرا گئے۔ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد وہ بھاری لہجے میں گویا ہوئے۔ "میں اس تلخ حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے شرمندگی محسوس کرتا ہوں کہ اکثر صاحب حیثیت لوگ' پولیس کے معاملات پر اثر انداز ہوتے رہتے ہیں۔ اگر پولیس دیانت دارانہ طور پر کسی تفتیش کو آگے بڑھانا بھی چاہے تو نہیں بڑھا سکتی---- کیونکہ اسے اوپر کی ہدایات کی پابندی بھی کرنی پڑتی ہے۔"

"پھر تو مجھے افسوس ہے' سیٹھ صاحب!" میں نے کہا۔ "اب آپ ایسے ذرائع تلاش کیجیے جن کے تحت' آپ میرے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں۔" میں نے کہا۔

"نہیں' میں کسی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو ہوم سیکریٹری صاحب کی وساطت سے' تم سے یہ درخواست کرنا چاہتا ہوں' پرنس! کہ مجھے میری بیٹی دے دو۔" سیٹھ جبار گڑگڑایا۔

"میں' آپ سے پہلے بھی کئی بار عرض کر چکا ہوں۔ کہ آپ کی بیٹی' میرے پاس نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ اگر آپ اپنے کاروباری نقصانات کا ازالہ' مجھے چند لوگوں میں بدنام کر کے' کرنا چاہتے ہیں تو میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہاں ہوم سیکریٹری صاحب تشریف فرما ہیں' ڈی۔ آئی۔ جی صاحب موجود ہیں' اگر

قانون کو با اثر پاتے ہیں تو ہم دونوں کے خلاف تحقیقات کریں۔"

سیٹھ جبار بری طرح نروس ہو گیا تھا۔ ہوم سیکریٹری کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ چند لمحے وہ' سیٹھ جبار کو دیکھتے رہے پھر بولے۔

"سیٹھ صاحب! اس میں شک نہیں کہ آپ' میرے لیے ایک معزز مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں اور پرنس دلاور بھی۔ کیا یہ بات مناسب ہو گی کہ ہم اس نجی اور دوستانہ محفل میں ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کریں اگر آپ پورے وثوق اور یقین سے یہ بات کہتے ہیں کہ اینجل' پرنس دلاور کے قبضے میں ہے تو آپ کو اس کی وجہ بھی بتانا ہو گی کہ اینجل' پرنس دلاور کے قبضے میں کیسے اور کیوں پہنچی۔"

"م---- میں' پرنس سے مصالحت کی گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتا جو انھیں ناگوار گزرے۔ کیونکہ میں ان کے ہاتھوں میں پھنسا ہوا ہوں۔"

"سیٹھ صاحب! آپ کھل کر بات کیوں نہیں کرتے کہ کیا معاملہ ہے؟" ہوم سیکریٹری نے بظاہر نرم لہجے میں پوچھا۔

"ب---- بس---- میں جانتا ہوں۔"

"ثبوت پیش کیجیے' اس بات کا---- کیونکہ پرنس' اس الزام کی صحت سے انکار کر رہے ہیں۔"

"ثبوت میرے پاس موجود نہیں ہے۔"

"تو معاف کیجیے گا' سیٹھ جبار صاحب!" ہوم سیکریٹری قدرے ناگوار لہجے میں بولے۔ "کیا آپ نے مجھے تماشا بنانے کے لیے یہ درخواست کی تھی کہ آپ انتہائی دوستانہ ماحول میں پرنس سے ایسی گفتگو کرنا چاہتے ہیں جس سے ان کے اور آپ کے درمیان پیدا شدہ تمام اختلافات اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں۔"

سیٹھ جبار کچھ نہ بولا۔ اس کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ طارق اب تک خاموش تماشائی کی حیثیت سے بیٹھا ہوا تھا۔ سیٹھ جبار نے خوف زدہ نگاہوں سے ڈی۔ آئی۔ جی کی طرف دیکھا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بس' یہ ایک باپ کے دل کی آواز ہے۔ میری بیٹی' مجھ سے جدا ہو گئی ہے۔ میں اس کی بازیابی کے لیے ہر طرح کا تعاون کرنا چاہتا ہوں۔ پرنس دلاور کو مجھ سے جتنی بھی شکایات ہیں' میں ان سب کا ازالہ کر دوں گا۔" سیٹھ جبار تقریباً رو پڑا۔

"لیکن مجھے' آپ سے کوئی شکایت نہیں ہے' سیٹھ صاحب---- میں جانتا ہوں کہ آپ ایک گھٹیا قسم کے کاروباری آدمی ہیں۔ اسمگلنگ' بلیک میلنگ' ذخیرہ اندوزی' دولت کے

حصول کے لیے جو بھی غلط طریقے ہیں' وہ آپ کے کاروبار میں شامل ہیں اور رہیں گے۔ اب تک آپ نے مجھ پر جتنے بھی کاروباری وار کیے ہیں' وہ ناکام رہے ہیں۔" پھر میں ہوم سیکریٹری سے مخاطب ہوا۔ "کیا آپ یقین فرمائیں گے' جناب! کہ سیٹھ جبار نے ایک چارٹرڈ جہاز میں ایسا اسلحہ اور سامان منگوایا جو ملک میں تخریب کاری کے لیے استعمال ہو سکتا تھا۔ یہ سب کچھ بیرونی ممالک سے میرے نام سے حاصل کیا گیا تھا اور میرے ہی نام سے یہاں پہنچنے والا تھا لیکن میری خوش قسمتی تھی کہ جہاز کسی حادثے کا شکار ہو کر ڈوب گیا۔ مجھے بہت بعد میں سیٹھ جبار صاحب کی اس سازش کا علم ہوا تھا۔۔۔۔۔ اب آپ' سیٹھ صاحب سے دریافت فرمایئے' کیا انھوں نے ایسا کیا تھا۔"

"میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ایسا کیا تھا۔۔۔۔۔ اور میں ان تمام جرائم کا بھی اعتراف کرتا ہوں جو میں کر چکا ہوں۔ میں اپنی بیٹی کے حصول کے لیے وہ سب کچھ کرنے کو تیار ہوں جو پرنس دلاور چاہتے ہیں۔۔۔۔۔ پرنس! میں آپ کی والدہ اور ہمشیرہ کی بازیابی کے سلسلے میں بھی ہر قسم کا تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ صرف میری بیٹی مجھے واپس کر دیں۔"

میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے مسکرا کر ہوم سیکریٹری کی طرف دیکھا۔ وہ بھی میری جانب ہی دیکھ رہے تھے۔

"جناب! کیا آپ اس گفتگو سے کوئی نتیجہ اخذ کر سکے ہیں؟"

"میری تو سمجھ میں نہیں آ رہا ہے' سیٹھ جبار صاحب! یہ سب کیا ہے؟ آپ کس کی والدہ اور ہمشیرہ کی بات کر رہے ہیں؟ کیا آپ بتانا پسند کریں گے کہ یہ کیا قصہ ہے؟ اصل کہانی کیا ہے؟" ہوم سیکریٹری نے پوچھا۔

"کک۔۔۔۔۔ کہانی۔۔۔۔۔" سیٹھ جبار ہکلا کر رہ گیا۔

"اب یہ کہانی' سیٹھ جبار سے آپ خود سن لیں۔ میں نے جو کچھ کہا تھا' سیٹھ صاحب نے اس کا اعتراف کر لیا ہے۔ اس کی روشنی میں اب آپ خود اندازہ لگا لیں کہ سیٹھ صاحب' مجھ سے کس قدر مخاصمت رکھتے ہیں۔۔۔۔۔ میں معذرت خواہ ہوں کہ ان حالات میں زیادہ وقت نہیں دے سکتا۔ مجھے اجازت دیجیے۔" میں نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

"پرنس۔۔۔۔۔" ہوم سیکریٹری بھی کھڑے ہو گئے۔ "میں شرمندہ ہوں' پرنس! میں سیٹھ جبار کو ایک سمجھ دار آدمی سمجھتا تھا اور ان سے ایسی نادانی کی توقع نہیں رکھتا تھا۔ یہ میرا گھر ہے اور یہاں آپ ایک معزز مہمان کی حیثیت سے مدعو ہیں۔ اس لیے میں' آپ سے بے حد معذرت خواہ ہوں۔ آپ تشریف رکھیے۔ میں' آپ کو اس طرح نہیں جانے دوں گا۔"

"ٹھیک ہے' جناب!" میں دوبارہ بیٹھ گیا۔ "میں اس بات کا خواہش مند ہوں کہ سیٹھ جبار صاحب کو اب اس موضوع پر گفتگو کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔"

"ٹھیک ہے' اب یہ موضوع ختم۔۔۔۔۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ سیٹھ جبار صاحب' براہ راست آپ پر ایک بے بنیاد الزام عاید کر دیں گے۔ میں' ان کی طرف سے آپ سے معافی چاہتا ہوں کیونکہ بہر صورت یہ بھی ایک مہمان کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

"مناسب۔۔۔۔۔" میں نے شانے اچکا کر جواب دیا۔ طارق بالکل خاموش تھا۔ سیٹھ جبار برسوں کا مریض نظر آنے لگا تھا۔ اس کا چہرہ اتر گیا تھا اور آنکھیں دھندلائی ہوئی لگتی تھیں۔

کھانے کی میز پر کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ جو تلخ ترین گفتگو ہمارے درمیان ہو چکی تھی' اس کے اثرات نمایاں تھے۔ چنانچہ کھانا بڑی سنجیدگی سے کھایا گیا۔ بس' ایک فرض پورا کرنے والی بات تھی۔

ہوم سیکریٹری چاہتے تھے کہ کھانے کے بعد سیٹھ جبار رخصت ہو جائے لیکن سیٹھ جبار کی کیفیت عجیب تھی۔ بہرطور' اس سے پہلے میں نے واپسی کی اجازت چاہی اور ہوم سیکریٹری پہلو بدل کر رہ گئے۔

"بہتر' پرنس! آج جو کچھ ہوا' اس نے میری پوزیشن خراب کر دی ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان افسوسناک واقعات کو آپ کے ذہن سے کیسے محو کر سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں ہے' جناب! بعض اوقات ایسے تکلیف دہ واقعات سے بھی دو چار ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ کوئی نہیں جانتا کہ کون کتنی ذہنی بلندی یا پستی کا مالک ہے۔"

"ویسے' میں' آپ سے یہ ضرور عرض کروں گا کہ جب آپ کو ان واقعات کا علم ہوا تھا تو آپ حکومت کو اس سے مطلع کرتے۔ آپ کے خلاف جو سازش ہوئی تھی' وہ معمولی تو نہ تھی۔۔۔۔۔ خیر' اس موضوع پر بعد میں بات کریں گے۔" ہوم سیکریٹری نے کہا۔

"نہیں' جناب! میں انھیں معاف کر چکا ہوں اور میں جن لوگوں کو معاف کر دیتا ہوں' ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتا۔ یہ آپ کی محبت ہے کہ آپ نے اس بات کو اس انداز میں محسوس کیا۔۔۔۔۔ ویسے سیٹھ جبار صاحب کو اجازت ہے کہ وہ' میرے خلاف جو چاہیں' کارروائی کریں' مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ میں جانتا ہوں کہ میرے کرم فرما اور دوست' میرا تحفظ کریں گے۔"

"یقیناً۔۔۔۔۔ یقیناً۔۔۔۔۔" ہوم سیکریٹری' ہمیں باہر تک چھوڑنے آئے تھے۔ ڈی۔ آئی۔ جی آفتاب احمد کا چہرہ جوش جذبات سے سرخ ہو رہا تھا۔ سیٹھ جبار اور طارق' کوٹھی

کے برآمدے ہی میں ٹھہر گئے تھے۔

میں اور آفتاب صاحب کار میں بیٹھ کر واپس چل پڑے۔ آفتاب صاحب راستے بھر کچھ نہیں بولے تھے۔ ہم دونوں خاموشی سے کوٹھی پہنچ گئے۔ "میں ابھی آپ کا تھوڑا سا وقت اور لوں گا' خواہ آپ خود کو کتنا ہی تھکا ہوا محسوس کر رہے ہوں۔" آفتاب صاحب نے کہا۔

"ضرور------ ضرور------ میں بالکل نہیں تھکا ہوں۔ براہ کرم' آپ اندر تشریف لائیے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور انھیں------ ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"منصور میاں! میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہوں گا کہ خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ میں ابن الوقت ہوں' اس وقت میں نے سیٹھ جبار کا ساتھ دیا تھا اور اب آپ کے ساتھ ہوں' تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہو گا------ لیکن اپنی صفائی میں اتنا ضرور کہوں گا------ کہ اس وقت میں ایک بہت چھوٹا افسر تھا۔ میں مجبور تھا اور مجھ پر اوپر سے دباؤ تھا کہ سیٹھ جبار کے تمام مفادات کا خیال رکھا جائے------ بہر صورت اس وقت جو کچھ ہوا تھا' اس کے لیے میں شرمندہ ہوں۔ آپ اس کے عوض مجھ سے کوئی خدمت لینا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔"

"بھلا دیجئے' آفتاب صاحب! ان تمام باتوں کو میں اتنا ناسپاس بھی نہیں ہوں۔ آپ نے فیروز دادا کے سلسلے میں میرے لیے جو کچھ کیا تھا' وہ بھی ایک حیثیت رکھتا ہے---- آپ نے اپنے ضمیر سے مجبور ہو کر' ایک خطرہ مول لیتے ہوئے میری مدد کی تھی۔ لہٰذا میرا دل' آپ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔"

"آج میں نے سیٹھ جبار کی جو حالت دیکھی ہے' اس سے مجھے بڑی عبرت ہوئی ہے----- اگر آپ' سیٹھ جبار کے خلاف رپورٹ درج کرا دیں تو میرا خیال ہے' یہ اس کے تابوت میں آخری کیل ہو گی۔ کیونکہ وہ ہوم سیکریٹری جیسی شخصیت کے سامنے اعتراف کر چکا ہے۔ کسی وقتی جذبے یا مروت کے تحت تو کسی کے ساتھ تھوڑی بہت جانبداری برت جا سکتی ہے لیکن ایسا بھی نہیں کہ حکومت کے اعلیٰ عہدے دار' باطل کا ساتھ دینے پر مجبور ہو جائیں۔"

"اب میں کچھ نہیں کرنا چاہتا' بس حالات کا منتظر ہوں۔"

"منصور صاحب! کیا آپ کی والدہ اور بہن کے بارے میں ابھی تک کوئی موثر بات نہیں ہو سکی؟ کیا یہ حقیقت ہے کہ وہ' سیٹھ جبار کی تحویل میں ہیں؟"

"خدا جانے------ وہ تو کہتا ہے کہ اسے ان کے بارے میں کچھ نہیں

معلوم------ لیکن اس کے ساتھ جو طارق نامی شخص تھا' اس زمانے میں وہ' اس کا دست راست سمجھا جاتا تھا۔ سیٹھ جبار کا خیال ہے کہ یہ حرکت اسی کی ہے۔ لہٰذا میں نے سیٹھ جبار سے کہہ دیا ہے کہ وہ' طارق سے معلومات حاصل کر کے مجھے اطلاع دے۔"

"دے گا------ وہ ضرور دے گا۔ بس' آپ سے اسی قدر گفتگو کرنی چاہتا تھا۔ اب اجازت دیں۔ میرے دل و دماغ پر بھی ایک بوجھ سا آن پڑا ہے۔"

میں نے آفتاب صاحب کو رخصت کر دیا۔ جو کچھ ہوا تھا' وہ------ بہت ہی دلچسپ اور دلکش تھا------ اور اب صرف مجھے' اس کے نتائج کا انتظار تھا۔

رات کو تقریباً" بارہ بجے' میں بستر پر لیٹا انہی معاملات پر غور کر رہا تھا کہ فینی نے کسی کی آمد کی اطلاع دی۔ بہت پریشان تھی' وہ۔

"مصیبت بن گیا ہے' جناب! بری طرح رو رہا ہے اور آپ سے ملنا چاہتا ہے۔"

"کون------ ؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"سیٹھ جبار------ میں نے بہت معذرت کی' سخت الفاظ بھی استعمال کیے لیکن اس نے میرے پاؤں پکڑ لیے۔ کہنے لگا کہ صرف ایک بار پرنس سے ملاقات کرا دی جائے۔ اس کے بعد وہ' انھیں تکلیف نہیں دے گا۔"

"ٹھیک ہے' فینی! اسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔"

"بیٹھا ہوا ہے' جناب! اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی ہے۔

"کون ہے؟"

"میں نے نام تو معلوم نہیں کیا لیکن وہ ایک بازو سے محروم ہے۔"

"ٹھیک ہے' اس سے کہو' میں آ رہا ہوں۔"

"فینی کے جانے کے بعد' میں نے ہاتھ' منہ دھویا' گاؤن پہنا اور اس کی جیب میں ریوالور ڈالتا ہوا۔ کمرے سے نکل آیا۔ فینی' مجھے کوریڈور میں مل گئی۔ میں نے اسے کافی بھجوانے کے لیے کہا اور خود ڈرائنگ روم میں داخل ہو گیا۔

سیٹھ جبار اضطراری طور پر اٹھ کھڑا ہوا اور رحم طلب نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ درحقیقت اس کی شکل پر یتیمی برس رہی تھی۔ کوئی بھی اس پر رحم کھا سکتا تھا------ لیکن میں اس شخص پر کیسے رحم کھاتا جس نے اس طرح مجھے دربدر کیا تھا کہ آج تک میرا دل خون کے آنسو روتا تھا۔

"منصور! خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔" وہ ہاتھ جوڑ کر بولا------ "میں نے شکست تسلیم کر لی ہے' مجھے اعتراف ہے کہ میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا------ ہاں'

منصور! مجھے آج اعتراف ہے کہ میں نے تم سے زندگی کے چند قیمتی سال چھین لیے تھے۔ مجھے معاف کر دو' منصور! خدا کے لیے میری بیٹی مجھے دے دو۔"

"سیٹھ جبار! یہی وہ طارق ہے نا' جس کے ساتھ میں' تمہارے پاس پہنچا تھا۔ میں نے تم سے اپنی ماں اور بہن کی بھیک مانگی تھی----- لیکن تم نے کہا تھا کہ ابھی یہ درست نہیں ہوا۔ ابھی اسے انسان بننے کے لیے وقت چاہیے----- تو سنو' سیٹھ جبار! آج تمہارے الفاظ' میں تمہی کو لوٹا رہا ہوں۔ ابھی کچھ وقت اور گزارو۔ طارق' انھیں لے جاؤ۔ ابھی انھیں دنیا دکھاؤ۔ انھیں احساس دلاؤ کہ جو کچھ کر چکے ہیں' انہی کے نتائج' ان کے سامنے ہیں۔ جب انھیں اچھی طرح احساس ہو جائے گا تو میں خود انھیں بلاؤں گا اور سوچوں گا کہ مجھے' ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔"

"منصور----- خدا کے لیے' منصور----- " سیٹھ جبار دوبارہ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑانے لگا۔

"میں نے تم سے کیا کہا ہے۔ طارق! انھیں یہاں سے لے جاؤ۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"مجھے مایوس نہ کرو' منصور! خدا کے لیے میری اینجل' مجھے واپس دے دو۔"

"اور میری ماں اور بہن----- ؟" میرے لہجے میں غراہٹ پیدا ہو گئی۔

"میں اسی سلسلے میں' تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ جو کچھ میرے بس میں ہے' کروں گا۔ تم میری بات تو سن لو' منصور!"

"کہو----- " میں نے سرد مہری سے کہا۔

"میں نے اس ذلیل شخص طارق سے بات کی تھی۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ خواتین میرے لیے اتنا بڑا مسئلہ بن سکتی ہیں لہٰذا میں نے ان پر کبھی توجہ بھی نہیں دی تھی۔ میرے تمام معاملات' اس وقت طارق ہی کے ذمے ہوا کرتے تھے اور ان کی آڑ میں طارق اپنی من مانی کرتا رہتا تھا۔ تمہاری ماں اور بہن کی گم شدگی کا بھی یہی ذمے دار ہے۔ میں' اسے یہاں لے آیا ہوں۔ اب اس سلسلے میں تم خود' اس سے بات کر سکتے ہو۔"

"میں اسے تمہارے حوالے سے جانتا ہوں' سیٹھ جبار! میرا واسطہ تم سے تھا' تمہارے کارکنوں سے نہیں۔ وہ سب تمہاری ہی زیر ہدایت کام کرتے تھے۔ جہاں تک میرا اور طارق کا ذاتی معاملہ ہے' وہ' میں اس سے کسی حد تک طے کر چکا ہوں اور جو باقی رہ گیا ہے' وہ بھی کر لوں گا----- لیکن میری ماں اور بہن کا مسئلہ تمہاری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ میں اس مسئلے پر طارق سے کوئی گفتگو نہیں کروں گا۔ تم نے اس سے جو گفتگو کی

ہے' اس کا کیا نتیجہ نکلا؟"

"طارق----- ذلیل تو بتاتا کیوں نہیں کہ تو نے وہ سب کچھ میری اجازت کے بغیر کیا تھا۔ مجھے' منصور سے پرخاش تھی۔ لیکن میں نے تجھ سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ اس کے گھر کو تباہ کر دے----- وہ سب کچھ تو نے کیا تھا۔ تجھے ہی اس کا حساب دینا ہے۔"

طارق گردن جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ آہستہ سے بولا۔ "میں جو کچھ کہوں گا' منصور! بالکل سچ کہوں گا' یقین کریں----- "

"خاموش رہو' بکواس مت کرو۔" میں نے اسے ڈانٹ دیا۔ "میں اس وقت صرف سیٹھ جبار سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اور تمہارے درمیان جو معاملات ہیں' ان سے بھی نمٹ لوں گا۔"

"سن تو لو' منصور!" سیٹھ جبار جلدی سے بولا۔ "پوری بات تو سن لو----- پھر تم جو فیصلہ کرو گے' مجھے منظور ہو گا۔"

"نہیں۔ اگر تم مصالحت چاہتے ہو' سیٹھ جبار! تو طارق کو میرے حوالے کر دو۔ میں اسے جو کچھ معلوم کرنا چاہوں گا' کر لوں گا۔ تم اس وقت صرف اپنی بات کرو۔"

"ٹھیک ہے' مجھے منظور ہے۔ طارق تمہارے قبضے میں ہے۔ اب تم' اس کے ساتھ جو جی چاہے سلوک کرو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"سیٹھ صاحب! میں' آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ----- "

"بکواس مت کرو۔" سیٹھ جبار غرایا۔ "میں تمہارے ہاتھوں----- جو نقصان اٹھا چکا ہوں' اب اس کا اعادہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اپنے معاملات تم خود بھگتو۔"

"لیکن' سیٹھ صاحب! آپ نے وعدہ کیا تھا۔" طارق بے بسی سے بولا۔

"کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ میں نے تمہیں کچھ ہدایات بھی تو دی----- تھیں۔ کیا تم نے ان پر عمل کیا۔ میں اب تمہارے سلسلے میں بالکل لاتعلق رہوں گا۔ تمہارے کسی معاملے میں دخل نہیں دوں گا۔"

"مگر----- مگر منصور' مجھے مار ڈالیں گے۔"

"وہ' تمہاری قسمت----- میں کچھ نہیں جانتا۔"

میں نے گھنٹی بجا کر ملازم کو طلب کیا پھر اسے چند افراد کو بلا لانے کے لیے کہا۔

طارق اچھل کر کھڑا ہو گیا----- میں اس کے لیے تیار تھا۔ میں نے پستول نکال کر' اس کا رخ طارق کی طرف کر دیا۔ "بیٹھ جاؤ' طارق! یہاں اس کوٹھی میں تمہاری کوئی بھی غلط حرکت تمہاری موت کا سبب بن سکتی ہے۔ اگر مرنا چاہتے ہو تو تمہاری یہ آرزو بھی

پوری کر دی جائے گی لیکن ابھی مرنے کی کوشش مت کرو۔" میں نے سرد آواز میں کہا۔۔۔۔۔ اور طارق ساکت رہ گیا۔

چند لمحے بعد وہ لوگ آ گئے، جنہیں میں نے طلب کیا تھا۔ میں نے انھیں ہدایت کی کہ اس شخص کو لے جا کر تہ خانے میں بند کر دیا جائے اور وہ لوگ، طارق کو اس کے اکلوتے بازو سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لے گئے۔

سیٹھ جبار خاموش بیٹھا، خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر، اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "ہاں، سیٹھ جبار! اب کہیے، کیا کہنا چاہتے تھے، آپ؟"

"منصور! اینجل، مجھے واپس کر دو۔ میں نے زندگی میں جو کچھ کیا ہے، اسی کے لیے کیا ہے۔ اگر وہ نہ رہی تو پھر میرے لیے دنیا میں کچھ نہیں رہے گا۔ وہ میری زندگی کا محور ہے۔ خدا کے لیے میری اینجل، مجھے لوٹا دو۔"

"خوب۔۔۔۔۔ آپ کو بھی خدا کا نام لینا آ گیا ہے۔ اس سے قبل تو آپ صرف وقت اور حالات کو خدا مانتے تھے۔ آج کون سے خدا کی بات کر رہے ہیں، آپ؟" میں نے استہزائیہ انداز میں کہا۔

"اسی خدا کی، جسے میں بھول گیا تھا اور اب اس کی سزا پا رہا ہوں۔ یقین کرو، منصور! تمھاری ماں اور بہن کے بارے میں، میں کچھ نہیں جانتا۔ جو کچھ بھی ہوا، اس کا ذمے دار طارق ہے۔ وہ، مجھ سے اعتراف کر چکا ہے۔ تم خود بھی اس سے معلومات حاصل کر سکتے ہو۔"

"چلیے ٹھیک ہے، میں نے مان لیا۔۔۔۔۔ لیکن آپ اس سے تو انکار نہیں کریں گے، سیٹھ جبار! کہ آپ نے میرے سلسلے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔۔۔۔۔ تو کیا خیال ہے، اس کے لیے بھی آپ کو معاف کر دیا جائے؟"

"ہاں، منصور! مجھے معاف کر دو۔ ایک بڑے انسان کی حیثیت سے مجھے معاف کر دو۔"

"نہیں، سیٹھ جبار! ہرگز نہیں میں احمق نہیں ہوں۔۔۔۔۔ اس سلسلے میں سودا کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تیار ہوں، منصور! جو سودا بھی تم مجھ سے کرنا چاہو، میں اس کے لیے تیار ہوں۔" سیٹھ جبار نے کہا۔

"جلد بازی سے کام نہ لیں، سیٹھ جبار! اس پر اچھی طرح غور کریں، سوچیں۔۔۔۔۔ پھر جواب دیں۔"

"نہیں، اینجل کی بازیابی کے سلسلے میں، میں کچھ سوچنے کو تیار نہیں۔ تم جو فیصلہ کرو

گے، مجھے منظور ہے۔"

اسی دوران کافی آ گئی۔

"تو پھر اطمینان سے بیٹھئے اور کافی پیجئے۔"

"میرا دل کسی چیز کے لیے نہیں چاہ رہا۔ تم کسی سودے کی بات کر رہے تھے۔"

"کافی تو پیجئے۔۔۔۔۔ اب میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں ہوں کہ گھر آئے مہمان کی تواضع نہ کر سکوں۔ بہرطور، آپ کچھ بھی ہیں لیکن میرے مہمان تو ہیں۔" میں نے کہا۔

سیٹھ جبار خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھا رہا۔ میری پیش کی ہوئی کافی، اس نے قبول کر لی اور اس کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتا رہا۔

"آپ کا کاروبار بہت وسیع ہے، سیٹھ جبار! کون کون سے ملکوں میں پھیلا ہوا ہے؟"

"لندن، سوئٹزرلینڈ، ویسٹ جرمنی اور مشرق وسطیٰ کے ایک ملک میں۔ تھوڑا سا کام ہانگ کانگ اور جاپان میں بھی ہے۔"

"ویری گڈ۔۔۔۔۔ میرا کاروبار اتنا وسیع تو نہیں ہے، سیٹھ جبار۔۔۔۔۔ لیکن میں اسے وسعت دینا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب۔۔۔۔۔؟"

"مطلب بھی سمجھ میں آ جائے گا۔۔۔۔۔ دراصل، میں نے اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے لیے فیصلہ کیا ہے کہ آپ سے آپ کا تمام کاروبار اور اثاثے خرید لوں۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا، منصور!"

"ایک دولت مند کی حیثیت سے آپ نے دنیا اچھی طرح دیکھ لی ہے، سیٹھ جبار! اب ذرا غربت کی زندگی اپنا کر دیکھئے کہ جس ماحول میں منصور رہتا تھا، وہ کیسا ہے؟"

"میں نہیں سمجھا، منصور! براہ کرم مجھ سے صاف صاف گفتگو کرو۔"

"تو سنئے، سیٹھ جبار! آپ ایک ایک کر کے، اپنے مقامی اور غیر مقامی اثاثے میرے ہاتھ فروخت کریں گے۔ صورت حال یہ ہو گی کہ قانونی طور پر تو میں ان اثاثوں کی پوری پوری قیمت آپ کو ادا کروں گا۔ یہ قیمت آپ کو کیش کی صورت میں ادا کی جائے گی لیکن اس کے فوراً بعد وہ کیش آپ، مجھے لوٹا دیں گے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ میں، آپ کے کاروبار کی کوئی قیمت ادا نہیں کروں گا لیکن وہ میری ملکیت ہو گا۔ کہئے آپ کو یہ سودا منظور ہے؟"

"سیٹھ جبار حیرت سے میری طرف دیکھنے لگا۔ چند لمحے اس کی یہی کیفیت رہی پھر وہ تھکے تھکے سے لہجے میں بولا۔ "آہ! یہ کیسے ممکن ہے؟ میں نے بڑی محنت سے یہ سب کچھ

حاصل کیا ہے—— خدا کے لیے' منصور! مجھے اتنی بڑی سزا نہ دو۔ اپنی بڑائی کو سامنے رکھو۔"

"بڑا تو میں اس وقت بننا چاہتا تھا' سیٹھ جبار! لیکن تم نے اور حالات نے مجھے چھوٹا بنا دیا۔ یہ سب کچھ تو تمہی نے سکھایا ہے' مجھے۔"

"مگر—— مگر مجھے بھی تو زندگی گزارنے کے لیے کچھ درکار ہو گا۔"

"وہ' میں تمہیں اپنے ہاں ڈرائیور رکھ کر دے سکتا ہوں—— اور یقین کرو' میں تمہیں ڈرائیور بنانے کے بعد' کبھی غلط کاموں کے لیے استعمال نہیں کروں گا۔ میں' رہنے کے لیے تمہیں گھر بھی دوں گا۔"

"ایسا نہ کرو' منصور! ایسا نہ کرو۔"

"ایک بج کر بیس منٹ ہو چکے ہیں' سیٹھ جبار! اور یہ وقت شریف آدمیوں کے سونے کا ہوتا ہے۔ میں نے اگر تمہارے داویلے پر تمہیں گفتگو کے لیے کچھ وقت دے دیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم ساری رات ضائع کر دو۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"ٹھہرو' منصور—— رک جاؤ۔ میری بات تو سنو۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور بات سننا پسند نہیں کروں گا کہ تم اپنے اثاثے فروخت کرنے پر تیار ہو۔"

سیٹھ جبار' گردن جھکائے' چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اور اس کے بعد' تم اینجل کو میرے حوالے کر دو گے؟"

"ہاں' شاید میں ایسا ہی کروں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔ کل تم اس سلسلے میں مجھ سے مفصل گفتگو کر سکتے ہو۔"

"کل تم اپنے تمام گوشوارے مجھے پیش کرو گے۔ اس کے بعد میں اپنے طور پر بھی تحقیقات کراؤں گا اگر تمہارے دیے ہوئے گوشوارے درست ثابت ہوئے تو ہمارے درمیان سودا طے پا جائے گا۔"

"اس میں بہت وقت لگے گا' منصور! اور میں اتنے عرصے اینجل کے بغیر زندہ نہیں رہ سکوں گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری موت کے بعد اینجل کو ایک بار تمہاری قبر پر ضرور لے جاؤں گا۔" میں نے بے رحمی سے کہا۔

سیٹھ جبار گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور آنسو رخسار پر بہنے لگے تھے لیکن مجھے اس کمینے شخص سے کوئی ہمدردی نہیں تھی—— پھر اس نے

ہچکی لیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے' میں کل تمہیں گوشوارے پیش کر دوں گا۔"

میں اسے باہر تک چھوڑنے آیا—— میرے دل کو بڑی ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا۔

بہر طور' اس کے بعد طارق رہ جاتا تھا—— بھلا طارق سے گفتگو کیے بغیر میں سکون کی نیند کیسے سو سکتا تھا۔ چنانچہ میں تہ خانے کی جانب چل پڑا۔ جہاں طارق موجود تھا۔

تہ خانے میں روشنی ہو رہی تھی اور طارق ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا اور وہ بے حد خوف زدہ نظر آ رہا تھا۔ سیٹھ جبار نے جس طرح اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا' اسے شاید اس کی امید نہ ہو گی مجھے دیکھ کر' اس نے نگاہیں جھکالیں۔

"ہاں' طارق! میرے دوست—— اب معاملہ براہ راست میرے اور تمہارے درمیان آ گیا ہے۔ تم نے سیٹھ جبار کے ایما پر جو کچھ میرے خلاف کیا' بے شک وہ سب کچھ سیٹھ جبار کی وفاداری کے طور پر تھا—— لیکن میری ماں اور بہن کے سلسلے میں تم نے جو کچھ کیا' مجھے اس کی تفصیل بتاتے چلو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

"سیٹھ جبار بڑا ناسپاس آدمی ہے۔ میں نے اس کے لیے کیا کچھ نہیں کیا لیکن وہ کمینہ مجھے اس طرح چھوڑ کر چلا گیا۔"

"ہاں' کمینہ فطرت آدمی اسی طرح ہوتا ہے—— تم' ان باتوں کو جانے دو۔ یہ بتاؤ' امی اور فریدہ کہاں ہیں؟" میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"تمہاری والدہ اور بہن' تمہارے جیل جانے کے بعد بڑی کسمپرسی کی زندگی گزار رہی تھیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان کے اخراجات کس طرح چل رہے تھے۔ اس زمانے میں میں ہر قسم کا کام کر لیتا تھا۔ ہر طرح کے لوگوں سے میں نے رابطہ قائم کر رکھا تھا۔ سیٹھ جبار کے بل پر' میں نے اس سے پوشیدہ طور پر اپنا ایک کاروبار بھی شروع کر رکھا تھا۔ آج میرے پاس بے پناہ دولت ہے لیکن میری زندگی محفوظ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آج سیٹھ جبار بھی میرا ساتھ چھوڑ گیا ہے—— اب میں تمہیں جو کچھ بتاؤں گا سچ بتاؤں گا۔ تم جس طرح چاہو' اس کی تصدیق کر لینا۔ فیروز دادا نے میرا کام کرنے کے عوض' مجھ سے وہ مکان مانگا جو تمہارا تھا اور میں نے اجازت دے دی کہ اس کا جو دل چاہے' کرے—— کچھ عرصے بعد' اس نے مجھے بتایا کہ اس نے تمہاری بہن کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ اس نے تمہاری ماں سے کہا تھا کہ وہ' فریدہ کو اس کے حوالے کر دے لیکن تمہاری ماں نے ہنگامہ کر دیا—— فیروز دادا مشتعل ہو گیا اور اس نے رجب علی

دلال کے ذریعے تمہاری ماں اور بہن کو اٹھوا دیا----- رجب علی جرائم پیشہ شخص تھا اور بردہ فروشی کرتا تھا۔ بہت سی طوائفوں سے اس کے تعلقات تھے۔ وہ عموماً" لڑکیاں اغوا کر کے طوائفوں کے ہاتھ فروخت کر دیا کرتا تھا۔ فیروز دادا نے تمہاری ماں اور بہن کو رجب علی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اس کے بعد سے ہمیں' ان دونوں کا کچھ علم نہ ہو سکا۔"

"بکواس کرتے ہو' تم----- میں نے تم سے کہا تھا' طارق! کہ میں تمہاری دونوں آنکھیں نکال لوں گا۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں اپنی کہی ہوئی بات پر عمل کروں----- میں' تمہیں اندھا کر دوں گا۔" میں نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"کر دو' منصور! مجھے اندھا کر دو----- ایسی اذیتیں دے دے کر مجھے قتل کرو جن کی مثال نہ ملتی ہو----- لیکن میں اب جو کچھ بھی کروں گا اپنے ضمیر کی تسکین کے لیے کروں گا۔ میں نے تمہیں جو کچھ بھی بتایا ہے' سچ بتایا ہے۔"

"او' کمینے! اس کا مقصد ہے کہ میری ماں اور بہن بالکل ہی تاریکی میں چلی گئیں۔ اب میں انھیں کبھی نہیں پا سکوں گا۔"

"منصور! کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"کس طرح----- مجھے بتاؤ؟"

"تم ایسا کرو کہ کسی بھی صورت' طوائفوں کے علاقے سے رجب علی دلال کے بارے میں معلوم کرو۔ اگر ہمیں' رجب علی دلال مل جاتا ہے تو ہم' اس سے ان دونوں کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"اتنا طویل عرصہ گزر گیا ہے۔ کیا اس کمینے کو یاد ہو گا کہ اس نے ان دونوں کو کس کے ہاتھ فروخت کیا تھا؟"

"کیوں نہیں----- ایسے آدمی بھولتے نہیں ہیں۔" طارق نے جواب دیا۔

میں غور کرنے لگا----- پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "یہ کام بھی تم ہی انجام دو گے' طارق! تم' میرے ساتھ چلو گے لیکن تمہاری زندگی ہر لمحے موت کے منہ میں رہے گی۔ کہیں بھی تم نے کوئی گڑبڑ کی تو میں تمہارے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

"میں نے تو خود تم سے کہا ہے کہ میرے ساتھ کوئی رعایت نہ برتنا----- مجھے اس وقت تک کی زندگی دے دو' جب تک میں اپنے گناہوں کا کچھ بوجھ ہلکا نہ کر لوں۔ تم اس وقت مجھے بے شک قتل کر دینا جب تم اپنی ماں اور بہن کی بازیابی سے بالکل مایوس ہو جاؤ۔ میں وہ ہر ممکن کوشش کروں گا جس کے ذریعے' تمہاری ماں اور بہن تمہیں مل سکیں۔ تم جس طرح چاہو' اپنا اطمینان کر سکتے ہو----- میں اب نہ تو جھوٹ بولنے کے موڈ میں

ہوں اور نہ زندہ رہنے کے۔" طارق نے کہا۔

اس کی آواز میں ایسی بے بسی اور مایوسی تھی کہ میں اسے نظرانداز نہیں کر سکا۔ میں نے سوچا ممکن ہے' اس کی انسانیت لوٹ آئی ہو----- کیوں نہ اس کی ان کوششوں سے استفادہ کیا جائے----- چنانچہ میں نے آمادگی ظاہر کر دی اور باقی معاملات دوسرے دن کے لیے اٹھا رکھے۔

میں ایک بار پھر غم و اندوہ کا شکار ہو گیا تھا۔ اس غلیظ شخص نے' جس کا نام طارق نے رجب علی بتایا تھا' میری ماں اور بہن کے ساتھ نہ جانے کیا سلوک کیا تھا۔

میں رات بھر جاگتا رہا----- دوسری صبح ہلکا پھلکا ناشتہ کرنے کے بعد عدنان کو طلب کر لیا----- وہ فوراً" ہی میرے پاس پہنچ گیا----- پھر مجھے دیکھ کر چونک پڑا۔

"خیریت' پرنس! طبیعت کچھ ناساز گار معلوم ہو رہی ہے۔"

"بیٹھ جاؤ' عدنان! تمہیں تفصیل سے بتانا پڑے گا۔" پھر میں نے اسے' ہوم سیکریٹری کے ہاں سیٹھ جبار سے ملاقات' آفتاب احمد کو ساتھ لے جانے کا واقعہ' اس کے بعد سیٹھ جبار اور طارق کی آمد اور ان سے گفتگو تک کی تمام روداد سنا دی۔ عدنان پریشان نظر آنے لگا۔

"رجب علی کے بارے میں کہاں سے معلومات حاصل ہو سکتی ہیں؟" اس نے پوچھا۔

طارق کا کہنا ہے کہ رجب علی کا پتہ' بازار حسن سے مل سکتا ہے۔ کیونکہ وہاں کے لوگ اسے جانتے ہیں۔"

"میں یہ کام ابھی کیے لیتا ہوں' پرنس! میں اسے تلاش کر لوں گا۔ آپ مطمئن رہیں۔"

"نہیں عدنان! میں نے تمہیں دوسرے کام کے لیے بلایا ہے۔"

"جی فرمایئے۔"

"تم' سیٹھ جبار کے تمام اثاثے' اس کے دیئے ہوئے گوشواروں کے تحت چیک کرو گے----- اور پھر اس کی تمام جائداد اور کاروبار کی خریداری شروع کرو گے۔ اس سلسلے میں جو رقم' تم اسے ادا کرو گے' وہ تمہیں واپس دے دی جائے گی۔" میں نے عدنان کو تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔

عدنان نے مستعدی سے گردن ہلا دی۔ اس کے چہرے پر مسرت کے آثار صاف نمایاں تھے پھر وہ' مجھ سے اجازت لے کر چلا گیا۔

عدنان کو تفصیل بتانے کے بعد میں مطمئن ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ اس کام کو

نہایت ذمے داری سے سرانجام دے گا۔

اب مجھ میں انتظار کی تاب نہیں تھی۔ میں ہر قسم کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار تھا۔۔۔۔۔ پھر بھی میں نے چند افراد کو بلا کر' انھیں مخصوص ہدایات دیں۔ میں فی الحال طارق پر مکمل بھروسہ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ میں اس کی فطرت سے بخوبی واقف تھا۔ وہ مکار شخص' زندگی بچانے کے لیے کوئی بھی ڈرامہ کر سکتا تھا۔ بہر طور' زندگی کا سب سے نازک وقت پڑا تھا' مجھ پر۔ ای اور فریدہ کے بارے میں جو آس تھی' وہ دم توڑتی نظر آ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد میں طارق کے ساتھ ایک کار میں بیٹھا' بازار حسن کی جانب جا رہا تھا۔ راستے میں' میں نے طارق سے پوچھا۔ "کیا بازار حسن میں تمھاری کچھ شناسا طوائفیں موجود ہیں جو تمہیں رجب علی کے بارے میں بتا سکیں؟"

"ہاں' پرنس! صنوبر نامی ایک عورت سے میرے کافی گہرے مراسم تھے۔ اگر وہ نہ ملی تب بھی رجب علی' اس علاقے کے لیے کوئی غیر معروف شخصیت نہیں ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو اس کا پتہ ضرور چل جائے گا۔"

میں نے کار' بازار حسن سے تھوڑے ہی فاصلے پر ایک جگہ پارک کر دی اور اتر کر آگے بڑھ گئے۔ حکومت کی پابندی کے باوجود بازار حسن کی رونق' دن کی روشنی میں بھی جوں کی توں تھی۔ غلاظتوں کے سوداگر اسی طرح اپنی دکانیں سجائے بیٹھے تھے۔

ہم ان سوداگروں کے درمیان سے آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک کریہہ شکل کے میلے کچیلے سے آدمی نے طارق کو جھک کر سلام کیا۔۔۔۔۔ اور طارق چونک کر رک گیا۔

"ارے جواد! ادھر آ۔۔۔۔۔ کام ہے' تجھ سے۔"

"حاضر' سرکار! حکم۔۔۔۔۔ بازار حسن میں تو قیامت آئی ہوئی ہے۔" اس نے مکروہ آواز میں کہا۔

"فضول باتیں مت کر۔ بتا رجب علی کہاں ہے؟"

"کون رجب علی' سرکار؟"

"تو رجب علی کو نہیں جانتا؟ وہی جو سپلائی کرتا تھا۔"

"اوہو! اچھا' اچھا' وہ۔۔۔۔۔ وہ تو اسپتال میں پڑا ہوا ہے' سرکار! کینسر ہو گیا ہے' سالے کو۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ کون سے اسپتال میں ہے؟" طارق نے پوچھا اور جواد نے اسے اسپتال کا پتہ بتا دیا۔ طارق نے گردن ہلائی پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔

"یہ شخص جھوٹ نہیں بول رہا ہے۔ تاہم اگر آپ چاہیں تو کسی اور سے بھی اس کی تصدیق کر لوں۔"

"جیسا مناسب سمجھو۔ صنوبر سے بھی مل لو۔" میں نے کہا اور طارق' میرے آگے آگے چل پڑا۔

صنوبر کا کوٹھا بڑا صاف ستھرا تھا۔ ایک بوڑھی اور خوش شکل عورت نے طارق کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔ وہی صنوبر تھی۔ ویسے وہ' طارق کے سامنے مودب نظر آ رہی تھی۔

"ارے' طارق میاں! یہ تمھارے ہاتھ کو کیا ہوا؟ کوئی ایکسیڈنٹ وغیرہ ہو گیا تھا کیا؟"

"صنوبر بائی! اس وقت تمھارے پاس' میں ایک خاص کام سے آیا ہوں۔"

"ہاں' ہاں کہو' میاں! ویسے تمھاری حالت دیکھ کر مجھے بڑا افسوس ہوا ہے۔ تم تو شہنشاہ مانے جاتے تھے' اس بازار کے۔"

"میں نے کہا' نا۔۔۔۔۔ تمھارے پاس میں ایک خاص ضرورت سے آیا ہوں۔ اس لیے بے کار باتوں سے پرہیز کرو۔" طارق نے جھینپتے ہوئے کہا۔

"تو کہو نا' میاں! صنوبر بائی بھلا تمھارے احکامات پر عمل نہ کرے گی۔ جسے کہو حاضر کر دوں یا کسی کا پتہ معلوم کرنا ہے؟"

"رجب علی کہاں ہے؟" طارق نے سوال کیا تو صنوبر بائی اپنا گال کھجانے لگی۔

"ارے' وہ اپنا رجب علی۔۔۔۔۔ وہ تو اسپتال میں بیمار پڑا ہے' کینسر ہو گیا ہے' اس کو۔"

"کون سے اسپتال میں ہے؟" طارق نے پوچھا تو صنوبر بائی نے بھی اسی اسپتال کا نام بتا دیا جس کا نام جواد بتا چکا تھا۔

"کیا کام تھا' میاں! اس سے؟" صنوبر نے پوچھا۔

"بس' اسی سے ملنا تھا۔ تم ملی ہو' اس سے؟"

"نہیں' میں وہاں تو نہیں جا سکی لیکن خبریں ملتی رہتی ہیں' اس کی۔ بڑا اچھا آدمی تھا۔"

ہم وہاں سے نکل آئے اور پھر ہمارا رخ اسپتال کی جانب ہو گیا۔ وہ اسپتال ایک دور دراز علاقے میں تھا۔ وہاں تک پہنچنے میں کافی وقت لگا۔ ویسے میں نے طارق میں کوئی ایسی بات محسوس نہیں کی تھی کہ مجھے اس کی طرف سے چوکنا ہونا پڑا۔ وہ صدق دل سے اپنی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتا تھا۔

اسپتال کے جنرل وارڈ میں ہمیں' رجب علی مل گیا۔ زندگی کی سانسیں پوری کر رہا تھا۔ طارق کو دیکھ کر' اس نے سلام کیا اور پھر میری طرف دیکھنے لگا۔ طارق رسمی انداز میں اس کی خیریت دریافت کرتا رہا پھر وہ اصل موضوع پر آ گیا۔

"تم فکر مت کرو' رجب علی! تمہیں علاج کے لیے جتنی رقم درکار ہو گی' میں دوں گا۔ اس وقت ایک ضروری کام سے تمہارے پاس آیا تھا۔"

"اب ہم کس قابل رہ گئے' سرکار؟ تھوڑی سی زندگی باقی ہے' موت کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"تو مرنے سے پہلے' ایک نیک کام کرو رجب علی! ذہن پر زور دے کر بتاؤ تقریباً سات آٹھ سال پہلے' فیروز دادا نے دو ماں' بیٹی' تمہارے حوالے کی تھیں۔ لڑکی خوبصورت سی تھی۔ اس کا نام فریدہ تھا۔ ذہن پر زور دو۔ کیا وہ یاد ہیں تمہیں؟"

"پتہ نہیں' سرکار! یہ کیسی منحوس بیماری لگی ہے کہ جسم گھلتا ہی جا رہا ہے---- مگر دماغ نے ساتھ نہیں چھوڑا ہے' ابھی۔ کیوں نہ یاد ہوں گی' وہ ہمیں۔"

"تت---- تو وہ تمہیں یاد ہیں؟" طارق نے جلدی سے پوچھا۔

"جی ہاں' سرکار! رشیدہ بائی کے ہاتھ بیچ دیا تھا' ان دونوں کو---- عورت جو لڑکی کی ماں تھی' درمیانی عمر کی ضرور تھی مگر دیکھنے میں ٹھیک ٹھاک تھی۔ رشیدہ بائی نے اسے بھی اس لیے خرید لیا تھا کہ کسی نہ کسی کام تو آ ہی جائے گی۔"

"فضول باتوں سے پرہیز کرو' رجب علی۔ صحیح صحیح واقعات بتاؤ۔" طارق نے جزبز ہوتے ہوئے کہا۔

"بس' سرکار! رشیدہ بائی کے ہاتھ' ان دونوں کو ہم نے پندرہ ہزار میں بیچ دیا تھا---- مگر رشیدہ بائی تو اب یہاں نہیں ہے۔ وہ انھیں لے کر چلی گئی تھی---- پھر ہماری اس سے ملاقات ہی نہیں ہوئی۔"

"کہاں لے کر چلی گئی تھی؟"

"وہ دوبئی بھاگ گئی تھی' سرکار! ہمارے ذریعے ہی اس نے پاسپورٹ وغیرہ بنوایا تھا۔ اس کے کوٹھے پر ایک بڑے آدمی کا قتل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد پولیس' اس کے پیچھے لگ گئی اور رشیدہ بائی کو یہ ملک چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ وہ دوبئی گئی تھی؟" طارق نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان پوچھا---- اسے پھر خوف محسوس ہونے لگا تھا۔ کیونکہ یہ سب کچھ اس کی وجہ سے ہوا تھا۔

"رشیدہ بائی ہم سے کوئی بات نہیں چھپاتی تھی' سرکار! قتل کے اس کیس میں ہماری ٹانگ بھی پھنسنے لگی تھی۔ وہ تو نیک بخت رشیدہ بائی ہمیں بچا گئی اور اسی چکر میں بھاگ دوڑ کر کے' ہم نے اس کا پاسپورٹ بنوا دیا تھا۔"

"اور ان دونوں کا بھی؟"

"ہاں' سرکار! پتہ نہیں' رشیدہ بائی کو' اس لڑکی کی ماں سے کیا الفت ہو گئی تھی کہ وہ اسے بھی اپنے ساتھ لے گئی۔"

"ہوں' اس کے بعد' اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوا؟"

"نہیں سرکار! وہ چلی گئی پھر واپس نہیں آئی۔"

طارق نے گردن ہلاتے ہوئے میری طرف دیکھا اور نگاہیں جھکا لیں۔

"کیا تمہیں یقین ہے' طارق! کہ یہ شخص جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں---- یہ لوگ مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔ کیونکہ یہ مجھ سے بڑے بڑے فائدے حاصل کر چکے ہیں---- اور پھر مجھے ایک خطرناک آدمی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔" طارق نے جواب دیا---- پھر میں نے رجب علی سے کہا۔

"تمہاری زندگی ختم ہو رہی ہے' رجب علی! کیا تم مرتے ہوئے بھی جھوٹ بولو گے۔ مجھے بتاؤ جو کچھ تم نے کہا ہے' سچ ہے؟"

"ہاں' صاحب جی! ہم نے جھوٹ نہیں بولا۔ اب تو موت کی گھڑیاں گن رہے ہیں۔ جھوٹ کیا بولیں گے۔"

"کون بڑا آدمی قتل ہوا تھا' اس کوٹھے پر؟"

"وہ' صاحب---- ایک پولیس والے کا سالا تھا۔ اسی لڑکی کا پھڈا تھا۔"

"کیا چکر تھا؟"

"صاحب جی! آپ پولیس والے تو نہیں؟" رجب علی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"نہیں---- جو کچھ کہنا ہے' صاف صاف کہو۔"

"رشیدہ بائی نے اس لڑکی سے دھندہ کرانے کی کوشش کی تھی۔ مگر لڑکی کی ماں نے اس گاہک کو قتل کر دیا۔"

"اوہ---- پھر---- ؟"

"رشیدہ بائی نے ہم سے کہا کہ اگر یہ ماں' بیٹی' پولیس کے ہاتھ لگ گئیں تو ان کا جو حشر ہو گا سو ہو گا لیکن' رجب علی! تو بھی پولیس کے ہاتھوں نہ بچ سکے گا اور' صاحب جی!

ہم نے جمیلے سے مل کر ان کا پاسپورٹ بنوا دیا۔"

"دوبئی کا-----؟"

"ہاں' صاحب جی-----"

"لیکن تمہیں کیسے معلوم کہ وہ دوبئی ہی گئی تھیں؟"

"لو' جی----- معلوم کیوں نہ ہوتا۔ ہم خود جو پھنس رہے تھے۔ خود ہی انھیں جہاز میں سوار کرا کے آئے تھے۔"

طارق کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نے اسے وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا----- پھر ہم دونوں باہر آ گئے۔ میں بالکل خاموش تھا۔ طارق بھی خاموشی سے میرے ساتھ چل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گہری سوچ کے سائے تھے۔

"اور بھی کہیں چلنا ہے' طارق؟" میں نے کار میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ اس نے کچھ بولنے کی کوشش کی لیکن اس کے حلق سے آواز نہیں نکل سکی۔

میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ امی اور فریدہ کی مصیبتوں کا تصور کر کے ہی کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ میری ماں اور بہن کیسے خطرناک لوگوں کے ہاتھوں میں پڑ گئی تھیں----- جی چاہتا تھا' مر جاؤں یا اس کائنات کو فنا کر دوں۔

میں واپس کوٹھی پہنچ گیا۔ دل و دماغ کی عجیب کیفیت ہو رہی تھی۔ طارق میری حالت کا اندازہ لگا رہا تھا پھر اس نے کہا۔" ایک درخواست کرنی چاہتا ہوں' منصور!"

"کہو-----" میں نے آہستہ سے کہا۔

"میرے ساتھ دوبئی چلو۔"

"وہاں جا کر کیا کر لو گے؟"

"کچھ کرنا چاہتا ہوں' منصور! اجازت دو یا میرے ساتھ چلو۔"

"تمہیں اجازت دوں؟" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں' مجھے اجازت دو یا میرے ساتھ چلو۔ اگر یہ دونوں کام نہیں کر سکتے تو مجھے گولی مار دو۔ اگر گولی نہ بھی مارو گے تو میں خود کشی کر لوں گا۔ فیصلہ کرو' منصور! میں سچ بول رہا ہوں۔" طارق پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

"آج تم سب رو رہے ہو-----؟ کاش! تمہارے دل میں یہ گداز پہلے پیدا ہو جاتا۔"

"مجھے ایک موقع دو' منصور!"

"ٹھیک ہے' طارق! میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

"میرا پاسپورٹ' میرے سامان میں موجود ہے۔ سیٹھ جبار کے ہاں سے منگوا لو اور جس قدر جلد ممکن ہو سکے' تیاری کر لو۔"

"او۔ کے!" میں نے کہا اور اسے دوبارہ تہ خانے میں پہنچا دیا۔ بہر حال اب میں کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد' میں نے بہت سے فیصلے کیے تھے۔ ساری دنیا سے دل اچاٹ ہو رہا تھا۔ کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

عدنان کو فون کر کے' دوبئی روانگی کی تیاری کی ہدایت کی۔ اس سلسلے میں اسے تفصیل بتانی پڑی تھی۔ طارق کا سامان بھی سیٹھ جبار کی کوٹھی سے منگوا لیا۔ دو تین دن میں سارے انتظامات مکمل ہو گئے اور تیسری رات' ہم ایک فلائیٹ سے دوبئی روانہ ہو گئے----- راستے میں طارق نے بتایا۔

"----- دوبئی میں کئی ایسے افراد موجود ہیں جو لڑکیوں کی خرید اور فروخت کا کام کرتے ہیں۔ سری رام نامی ایک شخص سے میری ملاقات ہے۔ وہ ہماری مدد کر سکتا ہے۔"

سفر بہت طویل تھا۔ بہر حال' ہمارا طیارہ' دوبئی ائرپورٹ پہنچ گیا۔ وہاں ہم نے ایک ہوٹل میں قیام کیا۔ اس فائیو اسٹار ہوٹل کا قیام بہت دلچسپ تھا لیکن اب زندگی کی دلچسپیوں سے میرا کوئی واسطہ نہیں تھا۔ میرا ایک ایک لمحہ' انگاروں پر گزر رہا تھا۔ یہ رات خاموشی سے گزری۔ دوسرے روز' صبح کو میں اور طارق باہر نکل آئے۔ میں نے طارق سے سری رام کے بارے میں پوچھا۔

"ہندو ہے' بڑے پیمانے پر کام کرتا ہے۔ ایک سال قبل میری اس سے لندن میں ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اس سے اس کے کاروبار کے بارے میں پوچھا تھا۔"

"پھر-----؟"

"ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے' اس کا کاروبار۔ یہاں یہ لوگ----- چوری چھپے سارے کام کرتے ہیں۔"

"کوئی مخصوص اڈا ہے' اس کا؟"

"جے۔ آر ہاؤس نامی ایک فرم کھول رکھی ہے' کسی کی شراکت میں----- لیکن اس کے حصے دار کو بھی نہیں معلوم کہ اس کا اصل کاروبار کیا ہے۔"

جے۔ آر ہاؤس کی تلاش میں ہمیں کوئی دقت پیش نہیں آئی----- ریفریجریٹر اور ایئر کنڈیشنرز امپورٹ ایکسپورٹ کرنے والی فرم تھی۔ ہم اس کے مینجر کے پاس پہنچ گئے۔ وہ بھی ہندوستانی تھا۔

"میرا نام طارق ہے اور میں سری رام کا دوست ہوں۔ سری جی کو میرے آنے کی

اطلاع دو۔"

"میں' آپ کو جانتا ہوں' طارق صاحب! آپ پہلے سیٹھ جبار کے ساتھ کام کرتے تھے۔" مینیجر نے کہا۔

"ہاں----- سرم رام جی تو خیریت سے ہیں نا؟"

"جی ہاں' صاحب----- لیکن وہ بمبئی گئے ہوئے ہیں۔ گیارہ تاریخ کو واپس آئیں گے۔"

"اوہ----- " طارق نے مایوسی سے ہونٹ سکیڑ لیے۔

"کوئی ضروری کام ہو تو مجھے بتایئے' میں حاضر ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ مالک سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں۔"

"نہیں' کوئی خاص کام نہیں ہے۔ دوبئی آئے تھے تو سوچا کہ سری رام سے بھی ملاقات کر لی جائے۔ وہ ہوتا تو یہاں تفریح کر لیتا۔"

"وہ تو اب بھی ہو جائے گی' طارق جی! حکم کریں۔ کہاں قیام ہے' آپ کا؟"

طارق نے ہوٹل کا نام بتا دیا۔

"ہوٹل تو ٹھیک ہے لیکن آج کل خطرات بڑھ گئے ہیں۔ آپ سری رام جی کی کوٹھی میں آ جائیں۔"

"اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو؟"

"آپ' سری رام کے دوست ہیں اور ہم' آپ کے خادم----- اعتراض کی کیا بات ہے؟"

"تو انتظام کر دو----- لیکن ہم ہوٹل میں بھی اپنا کمرہ رہنے دیں گے صرف راتیں تمہاری کوٹھی میں گزاریں گے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔ آج رات کچھ----- ؟"

"ہاں' ضرور----- "

"کوئی خاص چوائس ہو تو----- ؟"

"یہ میرے دوست منصور صاحب ہیں۔ اپنے وطن ہی کے لوگوں کو پسند کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ چلئے' میں آپ کو کوٹھی پہنچا دوں۔"

"ابھی نہیں۔ ہم شام تک سیر کریں گے۔ اس کے بعد۔"

"کچھ اور بھی ہے؟"

"نہیں۔ بس' اجازت دو۔ شام کو کس وقت اٹھو گے' یہاں سے؟" اور ہاں تمہارا نام

معلوم نہیں ہو سکا۔"

"رام گوپال----- " اس نے بتایا پھر بولا۔ "آپ ٹیکسی سے آئے ہوں گے' یہاں؟"

"ہاں----- "

"میں کار دے دیتا ہوں' آپ کو۔ آرام سے استعمال کریں۔" یہ کہہ کر رام گوپال نے ایک فون کیا اور تھوڑی دیر بعد ایک سرخ رنگ کی گاڑی پہنچ گئی۔ میں' طارق کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ بہر حال' میں نے اس سے اختلاف نہیں کیا تھا۔ ہم شہر میں گھومتے رہے۔ میرا دل و دماغ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ لہٰذا میں نے کسی چیز میں دلچسپی نہیں لی۔

شام چھ بجے' ہم واپس فرم پہنچ گئے۔ رام گوپال' ہمارا منتظر تھا۔ وہ ہمیں' سری رام کی شاندار کوٹھی میں لے آیا۔ کوٹھی میں موجود ملازموں کو اس نے ہمارے آرام کی ہدایت دی۔

اس کے جانے کے بعد طارق' مجھ سے مخاطب ہوا۔ "ممکن ہے' اس طرح ہمیں کوئی ایسی شخصیت مل جائے----- میں نے اسی لیے----- "

"میں جانتا ہوں۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا' منصور! میں جانتا ہوں' تمہارے دل پر کیا بیت رہی ہو گی لیکن----- "

"ٹھیک ہے' طارق! اس موضوع کو ختم کرو۔"

"دو لڑکیاں آئیں گی' منصور!" طارق نے کہا۔ "ہم دونوں اپنے اپنے طور پر ان سے معلومات حاصل کریں گے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

ہمیں اس خوبصورت کوٹھی میں دو کمرے دے دئے گئے----- رات دس بجے' ایک لڑکی' میرے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ بے تحاشا میک اپ کیے ہوئے تھی۔ اس کا تعلق' میرے ہی وطن سے تھا۔ اس نے اندر آ کر مجھے سلام کیا۔

میں لرز کر رہ گیا۔ ایک لمحے کے لیے فریدہ' میری نگاہوں کے سامنے آ گئی۔ وہ بھی اسی طرح کسی کے سامنے آئی ہو گی۔ اسی طرح----- ایک گولا سا حلق میں آ پھنسا اور آنسو روکنے مشکل ہو گئے۔

"ہیلو----- " اس نے مصنوعی مسکراہٹ سے کہا۔

"ہیلو----- " میں بمشکل بولا۔

"چہرے سے آپ' ہندوستانی باشندے لگتے ہیں۔ اسی لیے میں نے سلام کیا تھا----- ہندو ہیں یا مسلمان؟"

"ہم جیسے گندے لوگوں کا بھی کوئی مذہب ہوتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

"مجھے تو آپ کہیں سے گندے نظر نہیں آتے۔" اس نے کہا۔

میں اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دے سکا۔ بس' اسے دیکھتا رہا۔ میری آنکھ اس کے اندر جھانکنے کی کوشش کر رہی تھیں لیکن اس کے چہرے کے نقوش' میک اپ گہری تہ میں دبے ہوئے تھے۔

"میری ایک بات مانو گی؟" میں نے کہا۔

"آج رات' میں تمہاری ہر بات مانوں گی' بولو۔"

"چہرے سے یہ میک اپ اتار دو۔ منہ دھولو۔ وہ باتھ روم ہے۔"

"کیوں----- ؟ بری لگ رہی ہوں؟"

"ہاں-----"

"میک اپ اتار دوں گی تو اور بری لگوں گی۔" اس کے لہجے میں ایک لمحے کے کرب پیدا ہو گیا جسے میں نے محسوس کر لیا تھا یا یہ صرف میرے احساسات تھے۔

"یہ رات' میرے لیے ہے' نا؟"

"ہاں-----"

"تو میری بات مان لو۔ میں تمہیں' تمہاری اصلی شکل میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں' دیکھ سکو گے' بابو! ہم لوگ خود کو چھپانے کی بڑی مشق کرتے ہیں۔" اس کہا اور اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔ چند لمحے بعد وہ' منہ دھو کر' بال سنوارتی باہر آ گئی۔ زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو گیا تھا۔

"مایوسی ہوئی ہے' نا؟ کیسی لگ رہی ہوں؟"

"بہت اچھی----- مریم کی طرح پاک۔"

"کیوں کفر بک رہے ہو؟ توبہ کرو۔" وہ لرز کر بولی۔

"ممکن ہے' میں جذباتی ہو گیا ہوں۔ یہ بوجھ تم نے خود اپنے اوپر لادا ہے یا زمانے نے؟" میں نے سوال کیا۔

"کہانی سننے آئے ہو؟ کہانی نویس ہو؟"

"کیوں----- ؟"

"ویسے ہی پوچھ رہی ہوں۔ اس سے پہلے دو کہانی نویسوں کو اپنی کہانی سنا چکی ہوں۔ ممکن ہے' انھوں نے اسے تراش خراش کر کوئی اچھی کہانی بنالی ہو' نام کمایا ہو----- لیکن ایسی راتیں مجھ پر بہت کٹھن گزرتی ہیں۔"

"کیوں----- ؟"

"زخموں سے کھرینڈ اتر جاتے ہیں اور کئی دن تک ٹیسیں اٹھتی رہتی ہیں۔ دوسری رات' میں مسکرا نہیں سکتی۔ تیسری اور چوتھی رات بھی یہی کچھ ہوتا ہے۔ سارا دھندہ خراب ہو جاتا ہے۔ اس لیے میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔"

"کیسا فیصلہ----- ؟"

"یہ رات تمہاری ہے۔ میں تمہارا دل لبھانے کے لیے موجود ہوں۔ ایک رات کی قیمت' ایک ہزار----- کہانی سنو گے تو چار ہزار ہوں گے کیونکہ تین راتیں مجھے کرب میں گزرانی ہوں گی۔"

میں نے نوٹوں کی ایک گڈی' اس کی طرف بڑھا دی----- وہ مسکرانے لگی پھر اس نے نوٹوں کی گڈی احتیاط سے رکھتے ہوئے کہا۔ آج پہلی بار منافع ہوا ہے۔ اب میں تمہیں اپنی پوری کہانی سناؤں گی۔ کیا نوٹس نہیں لو گے؟"

"تم سناؤ' میں ذہن میں رکھوں گا۔"

"کیا نام ہے؟"

"منصور-----"

"نام کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ میرا اصلی نام صابرہ تھا۔ اب شگوفہ کے نام سے پہچانی جاتی ہوں۔"

"ہاں' شاید----- نام کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔"

"میں ایک گلاس پانی پی لوں۔"

"ضرور-----" میں نے کہا اور وہ اٹھ کر کمرے سے نکل گئی----- چند لمحوں بعد وہ پانی سے بھرا ہوا جگ اور ایک گلاس لے آئی۔

"سینہ جلنے لگتا ہے۔ پانی پینے سے ذرا ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے----- تمہیں تو کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

میں نے نفی میں گردن ہلا دی۔

"شکریہ-----" وہ اطمینان سے بیٹھ گئی اور مسہری کے تکیے سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ چند لمحے اسی طرح گزر گئے۔ اس کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ کھیل رہی

تھی------ پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"افسانہ نگار تو تم ہو------ لیکن میں جب بھی کسی کو اپنی کہانی سناتی ہوں تو وہ ایک افسانے کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اپنی کہانی وہیں سے شروع کروں جہاں سے میں نے اپنے آپ کو محسوس کیا تھا۔ جب میں وہاں سے اپنی کہانی سناتی ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرا ماضی لوٹ آیا ہو' بڑی مسرت ہوتی ہے------ میں اس بستی' اپنے گاؤں کا نام نہیں بتاؤں گی۔ کیونکہ وہ نام' میرے نام کے ساتھ مل کر گندا ہو جائے گا------ جو کچھ میں بن گئی ہوں' بھلا اس میں میری بستی کا کیا قصور؟ وہ مقدس سرزمین میری وجہ سے کیوں بدنام ہو۔

ہاں تو میں کہہ رہی تھی کہ ہم اسی چھوٹی سی بستی میں رہتے تھے۔ میری ماں تھی' بہن بھائی اور بابا تھے لیکن بابا اچھے نہیں تھے' کوئی کام دھندہ جم کر نہیں کرتے تھے۔ کبھی کچھ کر لیا' کبھی کچھ------ کبھی کھانے کو مل گیا اور کبھی فاقوں میں گزری۔ بابا کی یہ عادتیں' ماں کو بہت ناگوار گزرتی تھیں۔ بے چاری ماں' نہ جانے کہاں کہاں محنت مزدوری کر کے' ہم سب کو پال رہی تھی۔ جوں جوں میں بڑی ہوتی گئی' احساس کی دیواریں بلند ہوتی گئیں------ میں نے ان کچی دیواروں سے عسرت کو جھانکتے دیکھا تو میرے دل میں عجیب عجیب سے خیالات پیدا ہونے لگے۔

میں نے ماں کے کاموں میں ہاتھ بٹانا چاہا لیکن ماں کے دل میں نہ جانے میرے لیے کیا تھا' وہ میرے ہاتھ گندے نہیں ہونے دینا چاہتی تھی------ میرے ہاتھ دیکھو' منصور بابو! ابھی تک اچھے ہیں۔ یہ ماں کی مہربانی ہے۔ اس نے ان ہاتھوں کو کبھی خراب نہیں ہونے دیا۔ پگلی تھی نا' بے چاری------ پتہ نہیں کیا کیا سوچتی تھی' میرے بارے میں------ لیکن انسان کی سوچ ایک مذاق ہوتی ہے۔ فیصلے تو تقدیر کرتی ہے۔ بابا نے اپنی زندگی بڑی غیر ذمے داری سے گزاری تھی۔ دولت کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔ وہ خود بھی اس کے خواہش مند تھے لیکن محنت مزدوری کر کے' دولت جمع کرنا' ان کے بس میں نہ تھا------ اور ان کی عمر بھی کافی ہو گئی تھی۔

میں سترھویں' اٹھارویں سال میں تھی۔ میں نے پڑوس کی استانی سے پوری پانچ کتابیں پڑھی تھیں۔ استانی جی کا کہنا تھا کہ میں بہت ذہین ہوں۔ اگر مجھے باقاعدہ تعلیم دلائی جاتی تو اچھا خاصا پڑھ جاتی لیکن مجھے اس پڑھنے لکھنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔

پھر یوں ہوا کہ ہمارے بابا سخت بیمار ہو گئے۔ بستی کے چھوٹے موٹے ڈاکٹر' ان کا علاج نہ کر سکے۔ انھوں نے مشورہ دیا۔ کہ بابا کو شہر کے بڑے اسپتال میں لے جایا

جائے------ بھلا بتاؤ' منصور بابو! ایک ایسا گھرانہ جس کی زندگی رو رو کر سسک سسک کر گزر رہی ہو' وہ شہر میں علاج کرانے کا متحمل کیسے ہو سکتا تھا؟

تب ماں کو اپنے دور کے رشتے کے ایک بھائی یاد آ گئے جو شہر میں رہتے تھے۔ غریبوں کو بھولنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا۔ میری ماں کے وہ بھائی کبھی بستی میں نہیں آئے تھے------ لیکن اب جبکہ ماں پر پڑی تو ماں نے سوچا کہ وہ آئیں یا نہ آئیں' ہم تو کم از کم اپنائیت کا ثبوت دیں------ ماں جس نے ساری زندگی بابا سے نفرت کی اور انھیں برا بھلا کہتی رہی' جب بابا زندگی اور موت کی کشمکش میں پہنچے تو ماں کی ساری محبتیں امڈ آئیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ ساری برائیوں کے باوجود' اس کا شوہر' اس کی زندگی کا ساتھی تھا------

سو' اس نے اونے پونے وہ چھوٹا سا مکان بیچ دیا اور شہر پہنچ گئی۔ چونکہ ساری زندگی' اپنے بھائی سے نہیں ملی تھی' اس لیے مروتاً" وہ بڑے اخلاق سے ملے۔ وہ اچھے خاصے کھاتے پیتے آدمی تھے' بہت بڑا مکان تھا۔ ماں کی پتا سن کر' انھوں نے اسے اپنے مکان کے ایک حصے میں جگہ دے دی۔ وہ بے چارے بڑے نیک نفس آدمی تھے۔ ان کی بیوی کا انتقال ہو چکا تھا۔ دو' تین بچے تھے جن کے ساتھ وہ ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔

بابا کو اسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ جو کچھ تھا' انکے علاج پر خرچ ہوتا رہا۔ تقدیر نے میں زندگی تو دے دی لیکن اب وہ اس قابل نہ تھے کہ محنت مزدوری کر کے اپنے بیوی' ں کا پیٹ پال سکتے۔ ادھر میں جنگلی بیل کی طرح بڑھ رہی تھی' جوان ہو گئی تھی۔ ماموں نے میری ماں کو مشورہ دیا کہ میری شادی کر دی جائے------ لیکن ہمارے پاس تھا ہی ا جو ماں' میری شادی کے بارے میں سوچتی۔ ماموں جی کا یہی احسان کیا کم تھا کہ انھوں نے ہمیں سر چھپانے کا ٹھکانہ دے دیا تھا------ ماں خاموش ہو گئی۔ ماموں جی بھی مجبور تھے' جو کچھ ان سے ہو سکتا تھا' ہمارے ساتھ کر رہے تھے۔ آگے ان کی بھی اولاد تھی------ البتہ انھوں نے مجھے ایک انڈسٹریل ہوم میں داخل کرا دیا جہاں کڑھائی سلائی سکھائی جاتی تھی۔ یہ انڈسٹریل ہوم' میرے لیے ایک اجنبی جگہ تھی لیکن مجھے بہت پسند آئی میں نے وہاں کام سیکھنا شروع کر دیا۔ میں بہت جلد کام سیکھ گئی اور اس کے بعد مجھے سلائی کا کام ملنے لگا------ ماموں جی نے ازراہ کرم' ایک سلائی کی مشین مجھے لے دی۔ اب اچھی طرح کام کرنے لگی تھی۔ پاس پڑوس کا بہت سا کام مجھے مل جاتا تھا۔

جب آمدنی ہونے لگی تو ماں نے میری شادی کا خیال ذہن سے نکال دیا۔ ابھی تو اور بچے تھے۔ لڑکیاں جوان ہو رہی تھیں------ لڑکوں کے مستقبل کا بھی سوال تھا۔

تھوڑا بہت پڑھنا لکھنا تو ان کے لیے ضروری تھا۔ ماں' باپ نے فیصلہ کیا کہ میں اس گ
سنبھالنے کا ذریعہ بن جاؤں۔ میری شادی ہو یا نہ ہو' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔
باقی بچوں کا مستقبل بن جائے گا۔

میں نے بخوشی اپنے کنبے کا سہارا بننا منظور کر لیا۔ میں دن رات محنت کرتی ر
زمانے اور وقت نے مجھے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔ میرے چھوٹے بہن بھائی' اسکول میں د
ہو گئے۔ گھر کے حالات جس طرح بھی چل رہے تھے' ان پر مجھے کوئی اعتراض نہ تھا
میں صابر و شاکر تھی۔ میرا نام ہی صابرہ تھا لیکن تقدیر صابر نہیں رہنے دیتی۔

"ہمارے پڑوس میں ایک جیلانی صاحب رہتے تھے۔ متمول افراد میں ان کا شمار ہو
لیکن بیگم صاحبہ ذرا لڑاکا قسم کی تھیں اور اکثر ان کے گھر سے شور شرابے کی آوازیں
رہتی تھیں------ ایک روز بیگم صاحبہ کا بھانجا آگیا۔ بڑے کر و فر کا آدمی تھا۔ روز
طرح کی شرٹیں اور جرسیاں پہن کر گھر سے نکلتا تھا۔ بہت بڑا آدمی تھا۔ دوبئی سے آیا
میں' ان کے گھر کے کپڑے بھی سیتی تھی۔

ایک روز' میں ان کے بچوں کے کپڑے لے کر گئی تو وہ بیٹھا ہوا تھا۔ وہ' مجھے
نگاہوں سے دیکھنے لگا لیکن میں' اس کی طرف توجہ دیے بغیر' کپڑے دے کر واپس آگئی

دو تین دن گزر گئے------ پھر ایک شام گھر میں میٹنگ ہوئی جس میں ماموں
میری ماں اور بابا شریک تھے۔ اس میٹنگ میں ماموں جی نے ماں اور بابا کو بیگم صاحبہ
بھانجے اسلم کے بارے میں تفصیلات بتاتے ہوئے کہا کہ اسلم' دوبئی میں ملازم ہے۔
پیسہ کما کر لاتا ہے۔ بہن کا گھر بھر کر رکھ دیا ہے۔ جب بھی آتا ہے' ریڈیو' ٹیپ ریکا
فریج اور نہ جانے کیا کیا سامان لے کر آتا ہے۔ مستحکم مالی حیثیت کا مالک ہے' شادی
چاہتا ہے۔ ماموں جی نے ماں کو یہ بھی بتایا کہ شاید اسے اپنی صابرہ پسند آگئی ہے۔
جیلانی صاحب نے ان سے بات کی ہے۔

ماں اور بابا سوچ میں ڈوب گئے۔ نوٹ بنانے کی یہ مشین کسی اور کے قبضے میں
تو پھر نوٹ کیسے چھپیں گے؟ ان کی اس مشکل کو ماموں جی نے حل کر دیا۔

تم نہیں سمجھتے' عابد میاں! اگر تم نے صابرہ کی شادی اسلم سے کر دی تو تمھارے
بھی پھر جائیں گے۔ وہاں کسی شیخ کی پارٹنرشپ میں اسلم کا بہت بڑا کاروبار ہے۔ لاکھو
آمدنی ہے۔ اگر اپنی صابرہ میں صلاحیت ہوئی تو تمھارے تمام مسئلے حل ہو جائیں گے
طرح وہ کیا کما لیتی ہے۔ روتے پیٹتے زندگی گزر رہی ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ صابرہ کی
کر ہی دو۔"

ماں اور بابا نے جو یہ سنا تو ان کے منہ میں پانی آگیا۔ انھوں نے ماموں جی سے کہا کہ
اس سلسلے میں اسلم اور جیلانی صاحب سے بات کر لی جائے۔ چنانچہ اسلم کو دعوت دی گئی۔
وہ ایسے ایسے تحائف لے کر ہمارے ہاں آیا کہ بابا کی آنکھیں کھل گئیں۔ مسالہ پیسنے کی
مشین' بچوں کے قیمتی کھلونے' بابا کے لیے سگریٹ کیس اور لائٹر------ اور ایسی ہی نہ
جانے کیا کیا چیزیں وہ پہلے ہی مرحلے میں لے آیا۔ جبکہ ابھی اس سے شادی کی بات چیت
بھی نہ ہوئی تھی------

ماں اور بابا بھلا ایسے آدمی سے متاثر کیوں نہیں ہوتے۔ بابا نے اسلم کو اپنے کوائف
بتاتے ہوئے کہا کہ صابرہ ہی اس گھر کی واحد کفیل ہے۔ وہ خود تو بیمار ہیں اور باقی بچے ابھی
پڑھتے ہیں۔

"میں خود بے سہارا انسان ہوں۔ ماں' باپ بچپن ہی میں مر گئے تھے۔ بس ایک بہن
اور بہنوئی ہیں جنھیں اپنا سمجھتا ہوں لیکن میں جانتا ہوں کہ دنیا ابن الوقت ہے۔ ساری
رشتوں میں کمی واقع ہو جاتی ہے' میں مصنوعی محبتیں نہیں چاہتا۔ مجھے حقیقی محبت چاہیے' وہ
ماں' باپ چاہیں جن کی خدمت کر سکوں۔ اگر آپ لوگ مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے
دیں تو میں ساری زندگی' آپ کی خدمت کروں گا۔ لاکھوں کا کاروبار ہے' میرا۔ سب کچھ
صابرہ ہی کے لیے ہو گا۔ میرے کس کام کا------ مجھے تو بس ایک چھوٹا سا گھر چاہیے۔
صابرہ میری زندگی میں شامل ہو جائے تو کچھ عرصے بعد میں اپنا سارا سرمایہ سمیٹ کر
یہاں منتقل ہو جاؤں گا۔ میں صرف اس لیے باہر کی دنیا میں بھٹک رہا ہوں کہ یہاں میرا کوئی
نہیں ہے۔ اگر مناسب سمجھیں تو مجھے اپنے قدموں میں جگہ دے دیں۔"

بہت بڑا لالچ تھا۔ میں نے بھی یہ تمام باتیں سنیں اور میری آنکھوں میں روشنی پھیل
گئی۔ میں نے سوچا کہ واقعی دن رات مشین چلا چلا کر ان لوگوں کو دو وقت کی روٹی ہی مہیا
کر پاتی ہوں------ اگر ایسا ہو جائے اور اسلم واقعی ان سب کے لیے پناہ بن جائے تو
مجھے اپنی قربانی دینے میں کوئی عار نہیں ہے------ یوں بھی زندگی میں کبھی کسی مرد کا تصور
نہیں کیا تھا------ اب ایک ایسا مرد مل رہا تھا جو میرے اہل خاندان کو زندہ رکھنے میں مدد
کر رہا تھا تو مجھے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔

ماں اور بابا تیار ہو گئے۔ انھوں نے میری مرضی پوچھی تو میں نے آمادگی ظاہر کر دی۔
پھر ماموں جی نے جیلانی صاحب سے ہاں کر دی۔ اور اسلم نے فیصلہ کیا کہ ایک ہفتے کے
اندر شادی ہو جانی چاہیے۔ پہلے ہفتے منگنی ہوئی اور دوسرے ہفتے نکاح ہو گیا پھر میں
رخصت ہو کر' جیلانی صاحب کے گھر پہنچ گئی۔

چار روز تک بڑی چاہ سے میری خاطر مدارات ہوتی رہی ------ اس دوران میں اسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ بڑا عجیب سا آدمی تھا ------ میرے قریب آ کر' ان کے بدن پر کپکپی طاری ہو جاتی تھی۔ تیسری رات' اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"صابرہ! تم کسی پھول کی طرح شگفتہ اور نازک ہو۔ میں جب تمھارے سامنے ہوں تو احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہوں۔ مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے تمھارے ساتھ شادی کر کے اچھا نہیں کیا ------ تم کہاں' میں کہاں ------ تم انتہائی حسین ہو' میں بد صورت ہوں۔"

"نہیں' اسلم یہ بات آپ کے ذہن میں کیسے آئی؟" میں نے تڑپ کر پوچھا۔ "میرے انداز میں ایسی کون سی بات آپ نے پائی جس سے آپ کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا"

"نہیں' صابرہ! یہ احساس خود میرے ذہن میں ہے۔"

"براہ کرم! آپ اس احساس کو ذہن سے نکال دیں۔ جو کچھ گزر رہی ہے' اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مجھے ذرہ برابر کسی بات کا کوئی احساس نہیں ہے۔ آپ' میرے ہیں' میں آپ کی غلامی کو فخر سمجھتی ہوں۔"

"تم بہت اچھی ہو' صابرہ! میں آہستہ آہستہ ہی اپنے ذہن کو تمھاری طرف مائل کر سکوں گا خدا کے لیے دل میں کوئی بدگمانی نہ لانا۔"

"کیسی باتیں کرتے ہیں ------ آپ نے تو ہم لوگوں کو نئی زندگی دی ہے۔" میں نے کہا اور اس نے میرے ہاتھوں کو آنکھوں سے لگا کر چھوڑ دیا۔

"صابرہ! میں ساری زندگی تمھاری قدر کروں گا۔ تمہیں بڑی عزت و احترام سے رکھوں گا۔ میں' تم جیسی بیوی کو پا کر خوشی سے پھولا نہیں سما رہا۔"

مجھے اسلم کی باتوں پر یقین آ گیا۔ بے چارہ معمولی شکل و صورت والا ضرور ہے اب ایسا بد شکل بھی نہیں ہے اور پھر شوہر کی حیثیت سے وہ میرے لیے سب کچھ ہے۔ اسلم نے میری ماں اور بابا کو بہت کچھ دیا ------ پھر اس نے میرا پاسپورٹ بنوایا اور ایک دن مجھے لے کر چل پڑا۔ میں بہت خوش تھی۔ میری قسمت ہی بدل گئی تھی۔

یہاں لا کر' اس نے مجھے ایک فلیٹ میں رکھا' جو ائر کنڈیشنڈ تھا۔ اس کے ٹی۔وی' ریڈیو' فریج اور نہ جانے کیا کیا تھا۔ ایک انوکھی دنیا تھی جس کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ دس' بارہ دن تک اسلم مجھے مختلف علاقوں میں گھماتا پھراتا رہا۔ اس نے یہاں مجھے بہت سی خریداری کرائی تھی...... اور پھر ایک شام' اس نے مجھے ایک شخص سے ملوایا۔ اس کا نام سری رام تھا۔ بلند و بالا قد و قامت کا مالک' یہ شخص مجھے آنکھوں سے

نہیں لگا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں شیطانیت پائی تھی..... میں نے اسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"نہیں' صابرہ! وہ بہت اچھا انسان ہے۔ مجھ پر اس کے بڑے احسانات ہیں۔ یوں سمجھ لو کہ میں جو کچھ نظر آ رہا ہوں' اسی کی وجہ سے ہوں۔ چنانچہ تمہیں بھی اس کی عزت کرنی ہو گی اور ہمیشہ اس کے احکامات پر عمل کرنا ہو گا۔"

اس کے بعد سری رام کا ہمارے فلیٹ میں آنا جانا شروع ہو گیا۔ وہ بڑی عامیانہ اور چھچھوری گفتگو کرتا تھا ------ پھر ایک دن اسلم' مجھے ایک خوبصورت سے مکان میں لے گیا اور ایک بیڈ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا کہ یہ مکان اس کے ایک بہت گہرے دوست کا ہے۔ ابھی تھوڑی دیر بعد یہاں ایک محفل جمے گی ------ کافی دیر گزر گئی۔ میں حیران تھی کہ اسلم کہاں چلا گیا۔ میں نے باہر نکل کر دیکھنا چاہا تو خواب گاہ کا دروازہ باہر سے بند تھا۔ میں دروازہ پیٹنے لگی تو باہر سے کسی نے مجھے ڈانٹ دیا کہ خاموش بیٹھی رہوں۔ میرے دل میں خوف جاگزیں ہو گیا۔

"اور پھر' منصور بابو! تھوڑی دیر بعد وہاں کچھ افراد آ گئے۔ میرے لیے اجنبی ہی تھے۔ ان میں سے تین آدمی دروازہ کھول کر خواب گاہ میں داخل ہو گئے۔ پتہ نہیں کون تھے۔ انھوں نے عجیب و غریب گفتگو شروع کر دی۔ میں نے متوحش ہو کر وہاں سے بھاگنا چاہا تو انھوں نے مجھے پکڑ لیا ------ اور اس کے بعد ------ " صابرہ کی آواز بھرا گئی ------ "اس مدہوشی کے عالم میں مجھ پر جو کچھ گزری' اس کی تفصیل سے یقیناً تمہیں کوئی دلچسپی نہ ہو گی۔ میں جب ہوش میں آئی تو عجیب سی کیفیت محسوس کی۔ میں اپنے فلیٹ میں تھی اور میرے برابر اسلم سو رہا تھا۔ میں نے جھنجوڑ کر اسے جگایا اور چیخ چیخ کر' اس رات کے واقعات کے بارے میں پوچھا۔ اسلم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کی شکل ہی تبدیل ہو گئی تھی۔ وہ معصوم اور مسکین سی صورت' نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے شیطان جھانک رہا تھا۔

"ڈیر! ہوش و حواس میں رہو۔ تم اسی مقصد کے تحت یہاں لائی گئی ہو اور اب تمہیں اسی طرح زندگی گزارنا ہو گی۔"

"کیا کہہ رہے ہو' اسلم؟ تم میرے شوہر ہو۔ جو کچھ مجھ پر بیتی' وہ نہیں سنو گے' اپنی ...کے جاؤ گے۔"

"جو کچھ تم پر بیتی' وہ میری مرضی سے بیتی۔ بس' اب تم خاموشی سے اسی طرح زندگی گزارتی رہو۔ اگر ایسا نہ کیا تو زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔" اس نے غراتے ہوئے کہا اور

میں سہم کر رہ گئی۔ کون تھا' میرا یہاں۔۔۔۔۔ ؟ اگر کوئی احتجاج بھی کرتی تو کس سے کرتی؟ کیسے جان بچاتی؟ میرا شوہر' میرا مجازی خدا' میری عزت کا گاہک بن گیا تھا۔ میں نے واویلا کیا تو اس نے مجھے ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیا اور میرے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔

پھر روز مجھے نت نئی اذیتیں دی جانے لگیں اور پھر مجھے وہ سب کچھ کرنا پڑا جو کسی عورت کے لیے موت کے مترادف ہوتا ہے۔ میں مجبور تھی' بے بس تھی اور اب یہی زندگی میرا مقدر بن گی تھی۔ میں' لوگوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن چکی تھی۔ میرے والدین اور بہن بھائیوں کے خطوط میرے پاس آتے رہتے تھے۔ انھیں باقاعدگی سے ہر ماہ کچھ نہ کچھ مل رہا تھا۔ میرے بہن' بھائی تعلیم حاصل کر رہے تھے اور میرے والدین بہت خوش تھے۔ ان کے خطوط' مجھے اسلم لا کر دیا کرتا تھا اور ان کے جواب اپنی مرضی سے لکھوایا کرتا تھا۔

اسلم تو اب ایک طرح سے' میری زندگی سے نکل ہی چکا تھا۔۔۔۔۔ میری باگ ڈور سری رام کے ہاتھ میں تھی۔ وہی میرے لیے گاہکوں کا بندوبست کرتا تھا اور مجھ پر نگاہ رکھتا تھا۔ اسلم کبھی مہینے' پندرہ دن میں ایک بار میرے پاس آ جاتا تھا۔ یا تو والدین کے خطوط لے کر یا پھر کسی اور مقصد کے تحت۔۔۔۔۔ مجھے اس کی صورت سے نفرت ہو گئی تھی۔۔۔۔۔ لیکن کیا فائدہ؟ جہاں میں پہنچ چکی تھی' وہاں کسی سے نفرت کرنا بھی بے مقصد تھا۔ رفتہ رفتہ میں اس زندگی کی عادی ہوتی گئی۔ سری رام سے بھی اب میرا کوئی واسطہ نہ رہا تھا بلکہ اس کے ایجنٹ' میرے لیے سارا کام انجام دے رہے تھے۔

ایک روز کاروباری اوقات کے دوران' میری ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی۔ اس کا نام شاہدہ تھا۔ وہ بھی اس زندگی کو قبول کر چکی تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ بھی اسلم کی بیوی ہے اور اسلم ہی شادی کر کے اسے یہاں لایا ہے۔ اس کی کہانی بھی مجھ سے مختلف نہ تھی۔۔۔۔۔ اور اب وہ بھی سری رام کی سرگرم کارکن تھی۔

اسلم کا کاروبار یہی تھا کہ بھولے بھالے اور غریب والدین کو دولت کا جھانسہ دے کر اپنے جال میں پھانستا۔ اپنی دولت اور امارت کا مظاہرہ کرتا پھر کسی لڑکی سے شادی کر کے اسے یہاں لے آتا اور یوں وہ' اس کے روزگار کا ذریعہ بن جاتی۔

بعض اوقات ہمارے والدین کتنی بڑی غلطیاں کرتے ہیں۔ بیٹی کے سنہرے مستقبل کے خواب' ان کی آنکھوں میں جگمگاتے رہتے ہیں۔۔۔۔۔ اور وہ چمکتے چہروں کو دیکھ کر خوش فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بیٹی کو راج کرانے کا تصور' ان کی عقل خبط کر دیتا ہے اور ان کی یہ بے عقلی' ان کی اولاد کو جسے انھوں نے بڑے ناز و نعم سے پرورش کیا

ہے' نہ جانے کون کون سے جہنم کی سیر کرا دیتی ہے۔۔۔۔۔ کاش! والدین کے ذہن سے بیٹیوں کے لیے دولتمند رشتوں کا تصور مٹ جائے۔ اور وہ بے زبان مخلوق جو ان کی عزت کی امین ہوتی ہے' لٹنے سے بچ جائے۔ اگر ہم لڑکیاں' برائی کے راستے پر قدم اٹھا لیں تو والدین کی ناک کٹ جاتی ہے لیکن اپنے ہاتھوں سے جو زندگی وہ ہم پر مسلط کر دیتے ہیں' اس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوتا۔ سری رام جیسے وحشی اور اسلم جیسے شیطان' اس دنیا کے چپے چپے میں پھیلے ہوئے ہیں جو معصوم لڑکیوں کو اپنے چمکتے ہوئے جال میں پھانس کر' زندگی کی تاریک راہوں پر ڈال دیتے ہیں۔

اب میں خود اپنے والدین کے خطوط کا جواب دیتی ہوں۔ ان کے ڈھیر سارے خطوط' میرے پاس موجود ہیں جن میں وہ' میرے روشن مستقبل پر مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ مجھے چند روز کے لیے اپنے ہاں بلانے کی ضد کرتے ہیں لیکن میں اپنے بہن بھائیوں کا مستقبل تعمیر کر رہی ہوں۔ میں بھلا کیسے جا سکتی ہوں؟

وہاں جا کر میرا پول کھل جائے گا' ان کا سارا بھرم ختم ہو جائے گا۔ ابھی تو اسلم جوان ہے' دولت مند ہے۔ نہ جانے کہاں کہاں اور کس کس حیثیت سے وہ لڑکیوں کو اپنے جال میں پھانس رہا ہو گا۔۔۔۔۔ اگر میں یہاں سے جانے کی کوشش کروں گی تو مجھے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

صابرہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور میرا دل تہ و بالا ہوا جا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی صورت دیکھتا رہا۔ وہ غم و یاس کی تصویر بنی میرے سامنے بیٹھی تھی۔۔۔۔۔ پھر میں نے آہستہ سے کہا۔

"صابرہ! میں کہانی نویس نہیں ہوں۔ میں بھی درد میں ڈوبا ہوا ایک انسان ہوں۔۔۔۔۔ یقین کرو' کسی ذہنی یا جسمانی تلذذ کے لیے میں نے تمہیں یہاں نہیں بلایا ہے۔ بلکہ تمہیں بلانے کا ایک خاص مقصد تھا۔"

"مقصد۔۔۔۔۔ ؟" اس نے استفہامیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

"ہاں' صابرہ! میں بھی اپنی ایک بہن کو کھو چکا ہوں۔ میری ماں اور بہن ایسے ہی درندوں کی بھینٹ چڑھ کر مجھ سے جدا ہو گئی ہیں۔ مجھے علم ہوا تھا کہ وہ یہاں لائی گئی ہیں۔۔۔۔۔ میں' ان کی تلاش میں آیا تھا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ لیکن تم نے انھیں تلاش کرنے کی بجائے سری رام سے رابطہ قائم کیا اور مجھے یہاں بلا لیا۔ تم نے ایسا کیوں کیا' منصور؟"

"میں' تم سے اپنی بہن کے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"مجھ سے------؟" اس نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں' ظاہر ہے' اسے تمہاری ہی طرح یہاں لایا گیا ہے۔ ممکن ہے' وہ بھی ان لڑکیوں میں شامل ہو' جنھیں تم اس حیثیت سے جانتی ہو۔"

"کیا تمہارے پاس' تمہاری بہن کی کوئی تصویر موجود ہے۔"

"ہاں ہے۔" میں نے کہا اور اپنے سامان سے امی اور فریدہ کی تصویریں نکال لیں پھر امید و بیم کی نظروں سے صابرہ کو دیکھتے ہوئے' تصویریں' اس کے حوالے کر دیں۔ وہ بغور تصویروں کو دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے پر شناسائی کا کوئی تاثر نہیں ابھرا------ پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر' تصویریں مجھے واپس کر دیں۔

"نہیں' مجھے افسوس ہے کہ میں' انھیں نہیں جانتی۔ میں نے ان دونوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا۔"

"اچھا' صابرہ! یہ بتاؤ' رشیدہ بائی نامی کسی عورت کو جانتی ہو؟"

"رشیدہ بائی------" وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے بولی۔ "نہیں------ منصور صاحب! میں نے یہ نام کبھی نہیں سنا۔ میں تو سری رام کے ساتھ ہی ہوں اور آج تک اسی کے لیے کام کر رہی ہوں۔"

مایوسی سے میری گردن لٹک گئی۔ وہ تھوڑی دیر تک مجھے دیکھتی رہی پھر اس نے اٹھ کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"کاش! میرا بھی تم جیسا کوئی بھائی ہوتا------ کاش! کوئی مجھے بھی تلاش کرتا ہوا یہاں آتا اور میرے نہ ملنے پر اس کے چہرے پر بھی ایسی ہی مایوسی کے آثار پھیل جاتے------ یہ ایک بہن کے لیے کتنے فخر کا مقام ہے۔ میں تو یہ تصور بھی ذہن میں نہیں رکھتی۔ میرے سب بہن بھائی مجھ سے چھوٹے ہیں۔" میں نے آنسو بھری نگاہوں سے صابرہ کو دیکھا------ اور گردن جھکائی۔

دفعتاً" دروازے پر دستک سنائی دی اور ہم دونوں چونک پڑے۔

"کون ہے؟" صابرہ نے پوچھا۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ میرے سامنے طارق کھڑا تھا۔

"منصور! ماں اور بہن کی کوئی تصویر ہے' تمہارے پاس؟"

"ہاں------ کیا کرو گے؟"

"ضرورت ہے------ صبح واپس کر دوں گا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایک ایک کاپی ہی ہے۔ احتیاط سے رکھنا۔" میں نے کہا اور دونوں تصویریں اسے

دے دیں۔

صابرہ خاموش تھی۔ کافی دیر اسی طرح گزر گئی پھر اس نے کہا۔ "میں تمہاری کیا خدمت کر سکتی ہوں' منصور بابو؟"

"بیٹھو' صابرہ! بہت سی باتیں کرنی ہیں' تم سے۔"

"دل بہت دکھ چکا ہے' منصور بابو! اب ہمت نہیں رہی ہے۔ اب کوئی ایسی بات نہ کرو------ کاش! میں تمہاری ماں اور بہن کے سلسلے میں' تمہاری کوئی مدد کر سکتی۔ تمہیں ہی دل کا سکون مل جاتا۔"

"مجھے دکھ ہے تمہاری کہانی پر------ واقعی بعض اوقات والدین کی لغزشیں' اولاد کے لیے کیا کیا گل کھلاتی ہیں۔"

"جو ہونا تھا' ہو چکا۔ اب مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے لیکن جب بھی اپنی کہانی کسی کو سناتی ہوں تو دل کے زخم ہرے ہو جاتے ہیں۔"

"میں' تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں' صابرہ!"

"ایسی باتیں مت کرو------ اگر تم دکھی نہ ہوتے اور دوسروں جیسے ہی ہوتے تو میں' تمہیں اس بات کا تلخ جواب دیتی۔"

"کیا مطلب------؟"

"میری کہانی سننے والے ہر شخص نے یہی کہا۔ وعدے کیے لیکن مجھے آس دلانے والے کبھی نہ پلٹے۔"

"میں خود بھی چوٹ کھایا ہوا ہوں' صابرہ! تمہیں بتا چکا ہوں۔"

"ہاں' اسی لیے میں نے تم سے کچھ نہیں کہا------ تم' میرے بھائی نہیں ہو۔ اپنی بہن کو تلاش کرو۔ اس کی عزت بچاؤ۔ مجھے اب کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں تمہیں ان درندوں کے درمیان سے نکال لے جاؤں گا۔"

"اب میں یہ نہیں چاہتی۔"

"کیوں------؟"

"دیکھو' منصور بابو! بات اب میرے لیے ناقابل برداشت ہوتی جا رہی ہے۔ تم نے میری کہانی سن لی' اپنی سنا دی۔ اب آرام سے سو جاؤ۔ صبح جاگو اور اپنے مشن پر روانہ ہو جاؤ۔ مجھے اس جہنم سے نکالنے والے گہری نیند سو رہے ہیں۔ میں اس جہنم میں رہ کر' تمہیں جنت کی سیر کرا رہی ہوں------ مگر ان کے درمیان پہنچ جاؤں تو جانتے ہو' کیا ہو؟ مجھے کیا ملے گا؟ ایک اور جہنم------ نفرت کا دہکتا ہوا جہنم------ ان کی ضرورتیں

رک جائیں گی' وہ پریشان ہو جائیں گے----- اور اس وقت' جانتے ہو' میری سوچیں کیا ہوں گی؟"

میں استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"میرا دل چاہے گا کہ ایک پستول خریدوں اور ان سب کو چن چن کر قتل کر دوں' ایک ایک کو فنا کر دوں----- زمین کو ان کے بوجھ سے نجات دلا دوں۔" اس کا چہرہ آگ کی طرح سرخ ہو گیا۔ "میں ان لوگوں کے لیے مر چکی ہوں۔ کوئی دلچسپی نہیں ہے مجھے اپنے زندگی سے۔ کیا کروں گی' ان کے درمیان جا کر؟ میں تو صرف ایک نوٹ چھاپنے والی----- مشین ہوں' ان کے لیے۔"

"میں تمہارے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں' صابرہ!"

"مجھے دفن کر دو----- دل پر چھوٹ کھائی ہے تو ان کے بارے میں سوچو جو میرے بعد فنا کے گھاٹ اترنے والی ہیں۔ ہمت والے ہو----- تو سری رام کو ختم کر دو۔ جاؤ' اگر ایسا کر سکے تو میں مانوں گی کہ تم سچے مرد ہو۔" وہ اٹھی اور روتی ہوئی باہر نکل گئی۔ میں سکتے کے عالم میں بیٹھا' دروازے کو گھورتا رہا۔

تین راتیں' تین لڑکیاں' تینوں کی کہانیاں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یکساں تھیں۔ میرا دماغ پھوڑا بن کر رہ گیا تھا۔ چوتھی رات' میری ہمت نہ ہوئی۔ میں نے طارق کو منع کر دیا کہ اب میرے پاس کسی لڑکی کو نہ لایا جائے۔ جو کہانیاں میں سن چکا ہوں' ان کے بعد اب مجھ میں مزید کوئی کہانی سننے کی ہمت نہیں ہے۔ طارق خاموشی سے گردن ہلا کر رہ گیا۔

ہمیں بے چینی سے سری رام کا انتظار تھا----- اور وہ مقررہ تاریخ پر پہنچ گیا۔ طارق سے اس کے دیرینہ مراسم تھے۔ اس لیے جس رات وہ پہنچا' اس کی دوسری صبح وہ ہم سے ملنے آ گیا۔ شکل و صورت سے وہ ایک انتہائی شریف آدمی معلوم ہوتا تھا۔ گورا چٹا رنگ' بلند و بالا قد و قامت' گہری سیاہ بھویں اور گھنی مونچھیں۔ اسے دیکھ کر کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ یہ شخص اس قدر گھناؤنی فطرت کا مالک ہو گا۔

"کہو' طارق جی! اچانک کیسے آ گئے۔ مجھے پتہ چلا ہے' کئی دنوں سے آئے ہوئے ہو۔ پہلے ہی اطلاع بھجوا دی ہوتی تو میں کہیں نہ جاتا----- یہ کون ہیں؟"

"یہ منصور ہیں' میرے دوست!"

"بڑی خوشی ہوئی جی' آپ سے مل کر۔ طارق جی سے تو ہمارے تعلقات ہیں۔ اکثر ہم دونوں ایک دوسرے کے کام آتے رہے ہیں----- کیا بھائی بھی دھندہ کرتے ہیں۔ اس

نے میری طرف اشارہ کر کے طارق سے پوچھا----- اور طارق جزبز ہو کر رہ گیا۔

"نہیں----- دوبئی کی سیر کرنے آئے ہیں۔"

"لو جی----- دوبئی بھی کوئی سیر کرنے کی جگہ ہے۔ تپتے ہوئے دن اور جھلستی ہوئی راتیں----- جو لوگ اپنے گھر بار چھوڑ کر' کام دھندے کے لیے آتے ہیں' ان کے لیے تو خیر ٹھیک ٹھاک ہے اور ہم بھی انہی کی خدمت کر رہے ہیں۔"

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا----- وہ پھر طارق سے مخاطب ہوا۔

"کوئی خاص کام تو نہیں' طارق جی' مجھ سے----- جب تک تمہارا دل چاہے' عیش کرو۔ تمہارا یار موجود ہے۔ کوئی خاص کام ہو تو بتاؤ کیونکہ تین دن بعد مجھے پھر جانا ہے۔"

"کہاں جاؤ گے؟"

"بس' مال لینے۔ سارا مال پرانا ہو گیا ہے۔ کافی روز سے نیا مال نہیں آیا۔ اپنے آدمی ناکام ہو رہے ہیں۔ سارے بڈھے ہو گئے ہیں۔ اب جوان چھوکروں کو ڈھونڈنا پڑے گا----- ویسے' طارق جی! یہ اپنے منصور کیسے آدمی ہیں؟ کیا یہ اپنے کام نہیں آ سکتے۔" سری رام نے چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ سجاتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں' ایسی باتیں ان سے مت کرو۔" طارق نے کہا----- اور سری رام ہنسنے لگا۔

"ٹھیک ہے جی----- ٹھیک ہے۔ کوئی بات نہیں۔ شریف آدمی ہوں گے' بے چارے۔" سری رام نے کہا----- پھر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "بھائی جی! شرافت میں تو کوئی حرج نہیں شرافت برقرار رکھنے کے لیے سب سے زیادہ دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر دولت نہیں----- تو شرافت نہیں۔" سری رام بے حیائی سے ہنسنے لگا۔

"تمہارے پاس' ہم ایک اہم کام سے آئے تھے' سری رام!" طارق نے کہا۔

"ہاں جی' کہو----- کہو۔"

"ہمارے پس دو تصویریں ہیں۔ ہمارے اپنے بندوں کی ہیں۔ ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنی ہیں۔"

"دکھاؤ جی' دکھاؤ----- کیسی تصویریں ہیں۔" سری رام نے کہا اور طارق نے وہ تصویریں نکال کر' اس کے سامنے رکھ دیں۔

"اگر اپنے ہی بندے ہیں تو ان کے بارے میں کوئی بری بات نہیں کہوں گا۔ ویسے میں نہیں جانتا----- کبھی دیکھا نہیں ہے' انہیں۔"

"تمہیں یقین ہے' سری رام؟"

"ہاں جی! بالکل یقین ہے۔ اپنی آنکھ تو ایسی ہے کہ جسے ایک بار دیکھ لیا' اسے زندگی

بھر نہیں بھولتے۔"

"رشیدہ نامی کسی عورت کو جانتے ہو؟" طارق نے پوچھا۔۔۔۔۔ تو سری رام گال کھجانے لگا۔۔۔۔۔ پھر دفعتاً" اس نے چونک کر کہا۔

"وہ تو نہیں جو کسی کو قتل کر یک بھاگ آئی تھی؟"

"ہاں' ہاں' وہی۔" طارق نے بے تابی سے کہا۔

"اس کا نام رشیدہ نہیں' فیروز بائی ہے۔ قتل کر کے بھاگی تھی' نا۔۔۔۔۔ شاید پکڑے جانے کے خوف سے سسری نے نام ہی بدل لیا۔ بہرحال' وہ یہیں ایک علاقے میں رہتی ہے۔ ممکن ہے' اس سے ان دونوں کا کوئی پتہ چل جائے۔"

"ٹھیک ہے' سری رام! تم ہمیں اس سے ملوا دو۔"

"ہاں جی' ضرور۔۔۔۔۔ میں اپنا ایک آدمی' آپ کے ساتھ کر دوں گا۔ وہ' آپ لوگوں کو وہاں چھوڑ دے گا۔۔۔۔۔ یا اگر کہیں تو یہیں بلوالوں' سسری کو۔ اپنا تو سکہ چلتا ہے' اس علاقے میں۔"

"نہیں' نہیں' سری رام! تم بس ہمیں اس کا پتہ بتا دو۔۔۔۔۔ ہم لوگ خود ہی مل لیں گے' اس سے۔۔۔۔۔ ویسے کیا وہ دھندہ اپنے گھر ہی پر کرتی ہے؟"

"ہاں جی' بڑے تعلقات ہیں' سسری کے۔ بڑی دولت کما رہی ہے۔" سری رام نے کہا۔

"اس کا پتہ لکھوا دو' سری رام!" طارق نے کہا اور سری رام نے اس کا پتہ لکھوا دیا۔

"تم کب جا رہے ہو؟"

"دیکھو جی۔۔۔۔۔ ابھی جلدی تو کوئی پروگرام نہیں ہے۔ ممکن ہے' دو چار دن لگ جائیں یا ممکن ہے' ہفتہ' دس دن۔۔۔۔۔ یہاں بھی اتنا کام ہوتا ہے کہ بس مصروف ہی رہتا ہوں۔ تم جس طرح چاہو عیش کرو' جس چیز کی ضرورت ہو' بے تکلفی سے بتا دینا۔ مگر اگر نہ مل سکوں تو محسوس نہ کرنا۔"

"نہیں' سری رام! کوئی بات نہیں ہے' تمہارا شکریہ!" طارق نے کہا۔

پھر تھوڑی دیر تک سری رام' طارق سے سیٹھ جبّار کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا۔۔۔۔۔ دوپہر کا کھانا' اس نے ہمارے ساتھ ہی کھایا پھر اس کے بعد معذرت کر ہوا چلا گیا۔

میرے دل و دماغ میں لوفان اٹھ رہا تھا۔ رشیدہ بائی کا پتہ چل گیا تھا۔۔۔۔۔ اور ا

میں اس سے ملنے کے لیے بے چین تھا۔ طارق نے مشورہ دیا کہ شام کا انتظار کیا جائے اور ہم' گاہکوں ہی کی حیثیت سے اس کے پاس چلیں تاکہ اسے کوئی شبہ نہ ہونے پائے۔ مجبوراً" مجھے چند گھنٹے اور صبر کرنا پڑا۔

شام کو ہم دونوں تیار ہو کر چل پڑے۔ طارق ابھی تک بہت صحیح جا رہا تھا۔ وہ ہر معاملے میں میری معاونت کر رہا تھا۔ رشیدہ بائی کا پتہ پوچھتے ہوئے ہم اس کے ٹھکانے پر جا پہنچے۔

رشیدہ ادھیڑ عمر کی ایک خوش شکل عورت تھی۔ چہرے ہی سے خرانٹ معلوم ہوتی تھی۔ اس نے بڑے تپاک سے ہمارا استقبال کیا۔۔۔۔۔ پھر کہنے لگی۔

"پہلی بار آئے ہو۔ تمہیں میرے اڈے کا پتہ کیسے چلا؟"

"بس' فیروزہ جی! تلاش کرنے سے کیا نہیں مل جاتا۔" طارق نے کہا اور وہ ہنسنے لگی۔

"آج کل میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ دو تین لڑکیاں ہیں' وہ مصروف رہتی ہیں۔ تمہیں آج یہاں مایوسی ہو گی۔ ہاں' اگر بہت زیادہ ضروری سمجھتے ہیں تو میں کہیں اور سے منگوا دوں۔"

"اس وقت' اس عمارت میں آپ کے پاس کوئی لڑکی نہیں۔۔۔۔۔ ہے فیروزہ جی؟" طارق نے پوچھا۔

"نہیں' شام پانچ بجے تینوں ہی چلی گئی ہیں۔ ویسے بندو ہے' یہاں پر' کہو تو کسی کو بلوا دوں۔"

"بندو کون ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہمارا نوکر ہے جی۔ یہی کام کرتا ہے۔ کہیں نہ کہیں سے تلاش کر کے لے ہی آئے گا۔۔۔۔۔ ویسے یہاں آپ کو ہر طرح کی سہولت ملے گی۔ محفوظ جگہ ہے' کوئی خطرہ نہیں ہے۔۔۔۔۔ ہوٹل تو آج کل خطرناک ہو گئے ہیں۔ حکومت سختیاں کر رہی ہے اور ہوٹلوں پر خاص طور پر چھاپے پڑ رہے ہیں۔"

"تو ٹھیک ہے' فیروزہ جی! ہم یہیں رک جاتے ہیں۔ آپ' بندو کو بھیج دیں۔" طارق نے کہا اور فیروزہ نے بندو کو بلا لیا۔

لمبا تڑنگا بندو چہرے ہی سے ریا کار نظر آتا تھا۔ فیروزہ نے اس سے کہا کہ ان دونوں کے لیے دو لڑکیاں تلاش کر لائے اور بندو نے طارق کے آگے ہاتھ پھیلا دیا۔

طارق نے دو نوٹ نکال کر بندو کے ہاتھ پر رکھ دیے اور بندو سلام کر کے نکل گیا۔

"اور فیروزہ جی! کیسا کاروبار چل رہا ہے' آپ کا؟"

"اب کہاں جی------ کاروبار تو پہلے تھا۔ اب تو یہاں بڑے بڑے کاروباری پیدا ہو گئے ہیں------ اور پھر ایک دوسرا خطرہ بھی یہاں منڈلانے لگا ہے۔"

"وہ کیا------؟" طارق نے پوچھا۔

"حکومت کو احساس ہو گیا ہے کہ یہ ساری کارروائیاں باہر والوں ہی کو نہیں بلکہ اندر والوں کو بھی نقصان پہنچا رہی ہیں۔ یہاں کی حکومت اپنے عوام کو ان جھگڑوں میں نہیں پڑنے دینا چاہتی۔ اس لیے علاقے ختم کیا جا رہے ہیں۔ فتویٰ کا علاقہ ویران ہو گیا ہے------ بس اب چند گھروں میں اڈے چل رہے ہیں اور ہم لوگ بڑی مشکل سے گزارا کر رہے ہیں۔ مصیبت تو یہ ہے کہ یہاں رشوت نہیں چلتی------ اگر رشوت عام ہو جائے تو پھر کوئی خطرہ نہ رہے لیکن یہاں کی پولیس اور حکومت کا کوئی بھی کارکن رشوت لینے کے لیے تیار نہیں ہے بلکہ رشوت دینے والا عموماً مشکل میں پھنس جاتا ہے۔"

"ہوں------ پھر تو آپ واقعی مشکلات سے گزر رہی ہوں گی------ اخراجات بھی کافی ہوں گے' آپ کے------ کتنے ملازم ہیں' یہاں؟"

"بس جی' کوئی خاص نہیں۔ بندو ہے جو دن رات یہیں رہتا ہے۔ ایک عورت گھر کا کھانا پکا دیتی ہے' ایک لڑکا ہے جو گھر کا سودا سلف لاتا ہے لیکن شام پانچ بجے سارے ملازم چھٹی کر لیتے ہیں۔ صرف بندو رہ جاتا ہے' اپنے پاس۔"

"باتھ روم کس طرف ہے فیروز بائی؟" طارق نے پوچھا------ اور فیروز بائی نے اسے باتھ روم کا راستہ بتا دیا۔ میں' طارق کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ وہ یقینی طور پر باہر کے دروازے بند کرنے گیا تھا۔ دو منٹ بعد وہ واپس آ گیا۔

رشیدہ بائی مسکراتی نظروں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگی۔ طارق نے مجھے اشارہ کیا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہاں تو' فیروزہ بائی! اب ہم' آپ کے بارے میں کچھ جاننا چاہتے ہیں۔" طارق نے کہا اور کمرے کا دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھا دی۔

فیروزہ بائی کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

"دو------ دروازہ کیوں بند کر دیا' تم نے؟" وہ بوکھلا کر جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی------ اور طارق نے جیب سے ایک لمبا سا چاقو نکال لیا۔

"تم سے کچھ سوالات کرنے ہیں' فیروزہ بائی!" وہ غرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ارے' میرے مولا------ یہ------ یہ کیا بدتمیزی ہے؟ مم------ میں پولیس فون کر دوں گی۔"

"رشیدہ بائی! تم پولیس کو فون نہیں کر سکتیں۔ اس سے پہلے ہی ہم تمہیں عدم آباد پہنچا دیں گے۔" طارق آگے بڑھتا ہوا بولا۔

میں بھی طارق کے ساتھ ساتھ آگے بڑھ رہا تھا------ پھر میں نے رشیدہ بائی کے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے۔ طارق نے چاقو کی نوک------ رشیدہ بائی کی گردن پر رکھ دی اور وہ حلق پھاڑ کر چیخ اٹھی۔

"اگر اب تمہارے حلق سے آواز نکلی تو گردن الگ کر دوں گا' سمجھیں؟" طارق غرا کر بولا۔

"ارے' میرے مولا! میں مر گئی------ ارے کیا کرنا ہے' تمہیں؟ کیا چاہتے ہو؟ لوٹنا ہے' مجھے؟ ارے بھائی! میرے پاس کیا رکھا ہے؟ مجھ غریب دکھیاری کو کیوں تنگ کرتے ہو؟" رشیدہ بائی بین کرنے والے انداز میں بولی۔

"تم سے کچھ معلومات حاصل کرنی ہیں اور تم بھول رہی ہو کہ میں نے تمہیں رشیدہ بائی کہہ کر پکارا ہے۔"

"رر------ رشیدہ------ میرا نام تو فیروزہ ہے۔"

"یہاں ہے------ لیکن جب تم کہیں اور تھیں تو تمہارا نام رشیدہ بائی تھا' کیا یہ غلط ہے؟ جھوٹ بولنا' موت کی نشانی ہے' سمجھیں تم؟"

"نن------ نہیں' ٹھیک ہے------ کیا تم پولیس سے تعلق رکھتے ہو؟" وہ گھگھیانے لگی۔

"ہم جو کچھ بھی ہیں' بس تم ہمارے سوالوں کے صحیح صحیح------ جواب دو۔ اسی طرح تمہاری زندگی بچ سکتی ہے۔" طارق نے غراتے ہوئے کہا۔

"ججھ------ چھری تو ہٹا لو' گردن سے۔ میں مری جا رہی ہوں۔ ذرا ہاتھ بہک گیا تو میری گردن کٹ جائے گی۔ تمہیں جو کچھ پوچھنا ہے' پوچھ لو------ لیکن چھری ہٹا لو------ میں کسی بات سے انکار نہیں کروں گی' میں قسم کھاتی ہوں۔"

"گڈ------ تمہارا نام رشیدہ بائی ہے نا؟" طارق نے کہا۔

"ہاں' میں رشیدہ بائی ہوں۔"

"اور تم کسی آدمی کو قتل کر کے بھاگی تھیں؟"

"میں نے قتل نہیں کیا تھا------ اللہ کی قسم! میں نے قتل نہیں کیا تھا۔ تم یقین کرو' وہ تو اس موئی ماری نے' خدا اس کا ستیاناس کرے' اس نے میرا بیڑا غرق کیا تھا۔"

"کام کی بات کرو' رشیدہ بائی! فضول باتوں سے گریز کرو تفصیل بتاؤ' اپنے وہاں سے

آنے کی؟" طارق نے غرا کر کہا۔

"ارے' وہی اللہ مارا' رجب علی سسر منڈھ گیا تھا' ماں' بیٹی کو میرے۔ اچھی خاصی رقم دی تھی' میں نے۔ سوچا تھا' کچھ کما لوں گی------ لیکن خدا غارت کرے' ان دونوں کو' میرا بیڑا غرق کر کے رکھ دیا۔ میرا جما جمایا کاروبار تھا۔ عیش کی زندگی گزار رہی تھی۔ بڑی مشکل سے لڑکی کا سودا کیا تھا۔ بالی عمر تھی۔ میں نے سوچا کہ بڑی رقم مل جائے گی۔ بس ایک بڑے آدمی سے رقم وصول کر کے' اسے دعوت دے دی۔"

"پھر------ ؟" میں نے تڑپ کر پوچھا۔

"بیٹی تو معصوم تھی' کچھ نہ بولی لیکن ماں کلموہی نے اس بڑے آدمی کو قتل کر دیا------ میری تو جان جوکھوں میں پڑ گئی۔ بچنا مشکل ہو گیا۔ کوئی بات سمجھ میں نہ آئی کس طرح جان بچاتی؟ بس ایک ہی راستہ تھا۔ گھر بار چھوڑ کر بھاگ آئی۔ ان دونوں کو بھی ساتھ لے آئی کہ کہیں میرا ستیاناس نہ کرا دیں۔ پولیس کے ہاتھ لگ جاتیں تو یہی بیان دیتیں کہ رشیدہ بائی نے قتل کیا ہے------ اور پھر میرا بچنا مشکل ہو جاتا۔ بہت بہلا پھسلا کر انھیں یہاں تک لے آئی مگر وہ' میرے لیے عذاب ہی بنی رہیں۔" رشیدہ بائی خاموش ہو گئی۔

"رکو' مت۔ بتاتی رہو۔" طارق نے اسے ڈانٹا۔

"پتہ نہیں' کیسے اسے رنگ پر لائی۔ بڑھیا تو بیمار ہو کر پلنگ سے لگ گئی اور بیٹی کو آہستہ آہستہ میں ڈھب پر لے آئی اور پھر میں نے دھندہ شروع کر دیا۔"

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے میرے سینے میں خنجر اتار دیا۔

"ساڑھے پانچ سال تک وہ دونوں میرے پاس رہیں۔ لڑکی بہت اچھی تھی' سیدھی سادی' اللہ میاں کی گائے۔ کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیا۔ ماں بیمار تھی' اس لیے وہ' میرے قابو میں رہی ورنہ وہ دونوں یہاں بھی میری ریڑھ لگا دیتیں------ پر تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ کون ہو' ان کے؟ میں تو بڑی مشکل سے جان بچا کر یہاں زندگی گزار رہی تھی------ اللہ ماری مصیبت جب گلے پڑتی ہے تو اسی طرح پڑتی ہے۔ اس کے بعد پنپ ہی نہ سکی۔ یہاں بھی عذاب ہی عذاب ہے۔ اور اب تم آ گئے------ آخر چاہتے کیا ہو' مجھ سے؟ میری جان بخش دو۔ میں تو ویسے ہی اپنی زندگی کو بڑی مشکل سے گھسیٹ رہی ہوں۔" وہ رو دینے والے لہجے میں بولی۔

"بکواس مت کرو' بیان جاری رکھو۔" طارق نے کہا۔

"لو' اب کیا بیان جاری رکھوں؟ بتا تو دیا تمھیں' ان کے بارے میں۔" رشیدہ بائی نے

کہا۔

میری رگوں میں خون جم گیا تھا۔ سارے بدن میں سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ آنکھوں میں تاریکی سی پھیل گئی تھی۔

رشیدہ بائی کے الفاظ' پگھلے ہوئے سیسے کی طرح' میرے کانوں میں اتر رہے تھے۔ وہ امی اور فریدہ کے بارے میں بتا رہی تھی۔ یہ سانحہ گزر گیا' ان کے ساتھ------ نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ میری بہن کو ایک طوائف کی زندگی گزارنی پڑی تھی------ اسے طوائف بنا دیا گیا تھا۔

"اب کہاں ہیں' وہ دونوں؟" طارق نے پوچھا۔

"وہی تو بتا رہی تھی' تمھیں------ ایک سرپھرا آ گیا تھا۔ پتہ نہیں کون تھا' اللہ مارا۔ کہیں راستے میں اس نے لڑکی کو دیکھ لیا ہو گا------ پاگلوں کی طرح آیا اور میرے سر پڑ گیا------ اس نے بھی میری کھوپڑی پر پستول رکھ دیا۔ پوچھنے لگا' کہاں سے لائی ہو' اس لڑکی کو؟ ایسے میں میں چپ کیسے رہتی' بتانا پڑا۔ ساری باتیں سن کر کہنے لگا وہ اس لڑکی اور اس کی ماں کو لے جانا چاہتا ہے۔"

"کہاں------ ؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

"معلوم نہیں------ میں نے شور تو بہت مچایا مگر بے سود۔ یہاں کا قانون اندھا ہے۔ میری تو کوئی نہ سنتا' اس کی بات سب مان لیتے۔ پھر بھی میں نے داؤ چلا۔ پورے بیس ہزار لے لیے' اس سے اور دونوں ماں بیٹی کو اس کے حوالے کر دیا۔ میں نے سوچا' بھاگتے بھوت کی لنگوٹی سہی۔ اگر وہ' پولیس کو بتا دیتی۔ میں نے بھی جان بچائی' وہی یہاں سے لے گیا' ان دونوں کو------ پھر کہاں گیا' اللہ مارا------ ؟ یہ مجھے نہیں معلوم۔"

طارق نے ایک بار پھر چاقو' اس کی طرف بڑھایا------ اور رشیدہ بائی کانپ گئی۔

"ارے' اب کیوں مار رہے ہو؟ سب کچھ تو سچ سچ بتا دیا۔"

"بکواس کرتی ہے تو------ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بتا کہاں لے گیا وہ' ان دونوں کو؟"

"مولا کی قسم! مجھے نہیں معلوم------ بس' وہ لے گیا' انھیں یہاں سے۔ میری جان چھوٹی۔ اس کے بعد بہت دنوں تک میں یہاں ماری ماری پھرتی رہی۔ فاقوں کی نوبت آ گئی۔ وہ تو بڑی مشکل سے ایک لڑکی ہاتھ لگ گئی۔ گھر سے بھاگی ہوئی تھی' اپنے کسی آشنا کے ساتھ------ وہ اسے یہاں لے آیا اور کسی کے ہاتھ بیچ دیا۔ وہاں سے بھاگی تو میرے ہاتھ لگ گئی۔ میں نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ کافی دنوں تک چھپائے بھی رکھا------ پھر

دھندہ شروع کرا دیا۔ بڑی بھاگوان ثابت ہوئی وہ میرے لیے----- آج کل تین بچیاں ہیں' میرے پاس۔"

"اس کے بارے میں بتاؤ' رشیدہ بائی! کون تھا وہ؟ مقامی تھا یا غیر مقامی؟ کیسی شکل و صورت کا مالک تھا؟ کیا اس نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ' لڑکی اور اس کی ماں کو کیوں لے جانا چاہتا ہے؟" میں نے زخمی لہجے میں پوچھا۔

"نہیں----- بڑا ہی سر پھرا تھا' وہ بھی۔ بس دھمکیاں ہی دیتا رہا اور اس وقت تک نہ ٹلا جب تک انھیں ساتھ نہ لے گیا۔ اگر وہ پیسے بھی نہ دیتا تو میں' اس کا کیا کر لیتی ----- پھر میں نے کبھی اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔"

میرا دل بری طرح ڈوب رہا تھا اور آنسو نکل پڑنے کے لیے بے چین تھے۔ جو کچھ میں نے سنا تھا' وہ میری زندگی کا بدترین واقعہ تھا۔ میری ماں اور بہن کا جو حشر ہوا تھا' اس کی مثال ملنی مشکل تھی۔ بے چاریاں زندگی کی صعوبتیں جھیل رہی تھیں اور میں پرنس بنا حکمرانی کر رہا تھا----- کتنے غم کی بات تھی۔

طارق نے میری طرف دیکھا۔ اس کی نگاہیں شرم سے جھکی جا رہی تھی----- اس نے مجھے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور میں لڑکھڑاتے قدموں سے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔

رشیدہ بائی نے دونوں ہاتھ جوڑ کر خدا کا شکر ادا کیا۔

"میرا خیال ہے' منصور! وہ سچ بول رہی ہے۔" باہر آ کر طارق نے کہا۔ میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ حلق سے آواز ہی نہیں نکل رہی تھی۔

طارق نے مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ اب یہاں رکنا بے مقصد تھا۔ ہم دونوں کار کی طرف بڑھنے لگے۔

کار کے قریب پہنچ کر دفعتاً" طارق نے کہا۔ "منصور! ایک منٹ رکو' میں ابھی آیا۔" وہ واپس اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ آ کر کار میں بیٹھ گیا تو میں نے کار اسٹارٹ کر دی اور ہم اپنی قیام گاہ کی طرف چل پڑے۔ طارق بالکل خاموش تھا۔

دفعتاً" میری نگاہ' طارق کی آستین پر پڑی اور میں چونک گیا۔ اس کی آستین خون سے تر ہو رہی تھی اور تھوڑا سا خون' کوٹ کی آستین پر بھی لگ گیا تھا۔ میں بے اختیار بولا اٹھا۔

"طارق! تمہاری آستین پر یہ-----"

طارق نے چونک کر اپنی آستین دیکھی پھر اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ سی مسکراہٹ

پھیل گئی۔

"ہاں خون ہے' منصور! میں نے دھیان نہیں دیا تھا۔ دھولوں گا' اسے۔"

"کس کا خون ہے؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"رشیدہ بائی کا----- میں نے اس کی گردن کاٹ کر الگ کر دی ہے۔" طارق نے سرد لہجے میں جواب دیا----- اور میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ وہ واپس اسی لیے گیا تھا کہ رشیدہ بائی کو قتل کر دے۔

"مجھے کچھ دنوں سے احساس ہو رہا تھا کہ طارق اپنے کیے پر واقعی نادم ہے۔ اس کے چہرے سے زندگی بالکل غائب ہو گئی تھی----- اور وہ سنجیدہ رہتا تھا۔

بہر طور' میں کچھ نہ بولا----- تھوڑی دیر بعد ہم اپنی قیامگاہ پر پہنچ گئے۔ طارق باتھ روم میں چلا گیا اور میں اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گیا۔ میری ذہنی کیفیت خدا ہی جانتا تھا۔ دل خون کے آنسو رو رہا تھا----- لیکن کیا فائدہ تھا' اس رونے پیٹنے سے۔ امی اور فریدہ پر جو کچھ گزر چکی تھی یا جو کچھ گزر رہی ہو گی' وہ ان کا دل ہی جانتا تھا' میں تو اس کا صحیح طور پر اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔

پھر بھی میرے دل میں آگ بھڑک رہی تھی' میں اندر سے جل رہا تھا۔ میرا ذہن چیخ رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا کہ اب سانسوں کا سلسلہ منقطع ہونے والا ہے۔

یہاں آ کر بھی مایوسی ہوئی تھی----- نہ جانے وہ کون تھا' جو ان دونوں کو لے گیا تھا۔ کہاں لے گیا؟ کچھ معلوم نہ تھا اور اب یہاں رک کر' ان کی تلاش میں وقت ضائع کرنے والی بات تھی۔ چنانچہ شام کو طارق سے کہا۔

"طارق! اب واپس چلنا چاہیے۔"

"ٹھیک ہے' منصور! میں نے بھی یہی سوچا تھا۔ صرف تمہارے فیصلے کا منتظر تھا۔ یہاں رکنے سے اب کوئی فائدہ نہیں۔"

"تو پھر جس قدر جلد ممکن ہو سکے' واپسی کا بندوبست کرو۔"

"ٹھیک ہے' میں' سری رام سے بات کیے لیتا ہوں۔ میرا خیال ہے' کل دن میں ہمیں کوئی فلائیٹ مل جائے گی۔"

دوسرے روز' طارق نے بتایا کہ اس نے سری رام سے بات کر لی ہے۔ آج کوئی فلائیٹ نہیں ہے۔ البتہ کل رات' ہم یہاں سے روانہ ہو سکیں گے۔"

باقی وقت میں نے اپنے کمرے میں ہی گزارا تھا۔ طبیعت پر ایسا بوجھ آ پڑا تھا کہ کسی سے بات تک کرنے کو جی نہ چاہتا تھا۔ چنانچہ بستر ہی پر پڑا رہا۔

دوسرے روز صبح' میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں لباس تبدیل کر کے اپنے کمرے سے نکل آیا۔

دوبئی کی سڑکوں پر کوئی خاص رونق نہ تھی۔ بازار تمام کھلے ہوئے تھے۔ میں نے ایک میڈیکل اسٹور میں داخل ہو کر کچھ چیزیں خریدیں اور واپس اپنی قیام گاہ پہنچ گیا۔

ہمیں' آج رات ساڑھے گیارہ بجے والی فلائیٹ سے وطن واپس روانہ ہونا تھا اور اس کے لیے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے۔

شام ساڑھے سات بجے' سری رام' ہمارے پاس پہنچ گیا۔ اور کافی دیر تک طارق سے بات چیت کرتا رہا۔ وہ طارق کو اپنے کسی خاص کاروبار میں شریک کرنا چاہتا تھا۔ اس سلسلے میں اس نے سیٹھ جبار سے کچھ مراعات مانگی تھیں اور طارق سے کہا تھا کہ وہ' اس کی سفارش کر دے۔ طارق نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

بہر صورت' رات کا کھانا' سری رام نے ہمارے ساتھ ہی کھایا اور اس دوران میں' میں نے اپنا کام کر دیا۔ یہ اتفاق ہی تھا کہ سری رام کے ساتھ کھانے کا موقع مل گیا تھا ورنہ میں نے سوچا تھا کہ اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے' اسے ائر پورٹ چلنے کی دعوت دوں گا۔

بہر طور' تھوڑی دیر بعد وہ یہ کہہ کر اٹھا گیا کہ وہ طبیعت میں کچھ خرابی محسوس کر رہا ہے' اس لیے زیادہ دیر ہمارے ساتھ نہیں رہ سکے گا۔۔۔۔۔ البتہ وقت پر ائرپورٹ پہنچ جائے گا۔۔۔۔۔ اس کے بعد وہ ہم سے اجازت لے کر چلا گیا۔

ساڑھے دس بجے' ہم دونوں ائرپورٹ کی جانب چل پڑے۔ تھوڑا سا وقت وہاں کی ضروریات میں صرف ہوا۔ طارق' سری رام کا انتظار کر رہا تھا۔ گیارہ بج گئے لیکن سری رام ائرپورٹ نہ پہنچا۔

امیگریشن کے قوانین کے تحت' اب ہمیں مخصوص علاقے سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ تھوڑی دیر بعد جہاز کی روانگی کا اعلان ہونے لگا اور ہم رن وے کی طرف چل پڑے۔

جہاز میں' اپنی سیٹ پر بیٹھنے کے بعد' طارق نے کسی قدر تجسس سے کہا۔ "سری رام وعدے کے مطابق پہنچا نہیں۔ اسے تو مجھ سے بہت ضروری کام تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ سیٹھ جبار کے لیے کچھ کاغذات میرے سپرد کرے گا۔"

"اوہ۔۔۔۔۔ وہ کاغذات تمہارے لیے اہم تو نہ تھے؟" میں نے پوچھا تو طارق چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ اس کا اپنا ہی مسئلہ تھا۔۔۔۔۔ لیکن تم نے یہ سوال کیوں کیا؟"

"اس لیے کہ سری رام' اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔" میں نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

○

طارق بری طرح اچھل پڑا' اس نے متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کک کیا مطلب' میں سمجھ نہیں سکا۔" اس نے سرسراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"کیا سری رام کی زندگی مناسب تھی' کیا وہ بھیڑیا کچھ اور لڑکیوں کو زندگی سے محروم نہ کر دیتا' میں نے اسے ختم کر دیا۔ طارق' میں نے اسے کھانے میں زہر دے دیا تھا۔" میں نے جواب دیا اور طارق نے سیٹ کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ اس کے بدن میں ہلکی سی لرزش تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد طیارہ رن وے پر دوڑنے لگا پھر وہ فضا میں بلند ہو گیا۔

راستے بھر طارق گم سم رہا تھا' ہمارے درمیان کوئی بات نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ہم اپنے وطن پہنچ گئے۔ ایئر پورٹ کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ایک ٹیکسی روکی' اور اس میں بیٹھ کر اپنی کوٹھی کی جانب چل پڑا۔ طارق میرے ساتھ تھا۔ وہ بھی ضرورت سے زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

کوٹھی پہنچنے کے بعد میں اپنے کمرے کی جانب چل پڑا۔ طارق سے میں نے کوئی بات نہیں کی تھی' ظاہر ہے کہتا بھی کیا اس سے۔ میں شدید مایوسی کا شکار ہوا تھا' امی اور فریدہ کے بارے میں جو کچھ معلوم ہوا تھا اس نے میری حالت تباہ کر دی تھی۔ میری بہن اور ماں درندوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔

فینی میرے کمرے میں آئی تو میں نے اس سے معذرت کر لی۔ "فینی اس وقت کوئی بات نہیں سن سکوں گا' نا کسی کو میرے آنے کی اطلاع دو اور نہ ہی مجھے کسی کا پیغام پہنچاؤ جب تک میں تم سے خود نہ کہوں' مجھے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔"

"ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گی۔" فینی نے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

میں نے روشنی گل کر دی تھی اور تاریکی کا سہارا لے لیا تھا' شاید اب یہی تاریکی میرا مقدر بن گئی تھی۔ میں اس تاریکی سے لپٹ گیا۔ میرے وجود سے چیخیں اٹھ رہی تھیں لیکن یہ کرب یہ اذیت بے آواز تھی۔ میں کسی لاش کی طرح چت لیٹ گیا تھا' اور آنکھوں سے اپنا ماضی دیکھ رہا تھا۔ وہ کون تھا جو میری ماں اور بہن کو لے گیا تھا' معصوم اور نازک فریدہ کو کیا زندگی گزارنا پڑی تھی' کس کیفیت میں رہ رہی ہو گی

احساسات ہوں گے اس کے' بہت سے خیالات' بہت سے سوالات تھے' جو ساری رات میرے ذہن کو کریدتے رہے اور میرا تکیہ آنسوؤں سے بھیگتا رہا' ساری رات میرے آنسو نہیں رکے تھے' جوں جوں ان کے بارے میں سوچتا' میری کیفیت خراب ہوتی جاتی۔ صبح کو مجھے تیز بخار تھا۔

تقریباً" نو بجے فینی نے دروازے پر دستک دی' میں نے دروازہ کھولا تو وہ اندر آ گئی۔ پھر اس نے بے تکلفی سے ہاتھ بڑھا کر میرا ماتھا چھو لیا اور بے چینی سے بولی۔ "پرنس آپ کو بخار ہے۔"

"مرنے دو مجھے فینی' کوئی بات نہیں' تم لوگ فکر مت کرو۔"

"نہیں پرنس اتنے بڑے امتحان میں نہ ڈالئے مجھے۔ میں یہ امتحان نہیں دے سکوں گی' آپ کی نمک خوار ہوں' آپ کسی بھی تکلیف' کسی بھی کرب کا شکار ہوں' میں آپ کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔"

"فینی پلیز میں کچھ نہیں چاہتا' کچھ بھی نہیں چاہتا۔" میں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے دباتے ہوئے کہا۔

"سر میں آپ سے کوئی سوال کر کے آپ کو پریشان نہیں کروں گی۔ دل چاہے تو مجھے اپنا ہمراز بنا لیجئے۔ سر میں۔ میں۔" فینی کی آواز لرز گئی۔

"فینی۔ خدا کے لئے فینی' میں اس وقت کچھ بھی نہیں چاہتا' بس تنہائی چاہتا ہوں' مجھے تنہا چھوڑ دو' مجھے تنہا چھوڑ دو۔" میں نے بے چینی سے کہا اور وہ آنسو بھری آنکھوں سے مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے بولی۔ "کاش میں اس قابل ہوتی کہ آپ کا درد بانٹ سکتی' چائے تو پی لیجئے سر' صرف ایک پیالی چائے۔" اس نے اتنی لجاحت سے کہا کہ میری زبان بند ہو گئی' تھوڑی دیر کے بعد وہ خود میرے لئے چائے بنا لائی تھی۔ اس کے ساتھ بسکٹ بھی رکھے ہوئے تھے۔ زبردستی اس نے مجھے دو تین بسکٹ کھلائے اور بڑی ہمدردی سے چائے پلاتی رہی' میں چائے پینے کے بعد خود کو کسی حد تک بہتر محسوس کرنے لگا تھا۔

دفعتاً" مجھے باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی چاپ سنائی دی پھر کوٹھی کی منتظم مس نادرہ میرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ وہ بے حد بوکھلائی ہوئی تھی۔

"مس فینی۔ وہ طارق صاحب نے' طارق صاحب نے۔" اس نے ہکلائے ہوئے انداز میں کہا اور میں بری طرح چونک پڑا۔

کیا ہوا۔ "کیا بات ہے مس نادرہ؟"

"سر طارق صاحب نے خودکشی کر لی ہے' انہوں نے چھت میں رسی کا پھندا ڈال کر

خود کو پھانسی دے دی ہے۔" اس نے گھبرائے ہوئے لہجے میں کہا اور میں ساکت رہ گیا۔

نادرہ گھبرائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ فینی کی نگاہ کبھی مجھ پر پڑتی اور کبھی نادرہ پر پھر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔ نادرہ ایک لمحے پریشان کھڑی رہی پھر وہ بھی میری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر خاموشی سے باہر نکل گئی۔

میں دیر تک اسی طرح بیٹھا رہا۔ طارق کی کیفیت ذہن میں آ رہی تھی۔ مجھے اس سے نفرت تھی۔ بے پناہ نفرت۔ وہ اس قابل نہیں تھا کہ اس کی موت پر افسوس کیا جائے۔ نہ جانے کتنی زندگیاں برباد کی تھیں اس نے۔ اس کے لئے یہ سزا مناسب ہے۔ میں نے سوچا اور پھر خود کو سنبھال کر باہر نکل آیا۔ کوٹھی کے بیشتر فرد اسی کمرے میں تھے۔ ادنیٰ قسم کے ملازم باہر کھڑے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھ کر سب منتشر ہو گئے' اور میں اندر داخل ہو گیا۔ طارق کی لاش اب بھی چھت کے کنڈے سے جھول رہی تھی۔ اس کی زبان باہر نکل آئی تھی اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ میں نے اسے ایک نگاہ دیکھا۔ اس وقت فینی نے ایک پرچہ میری طرف بڑھا دیا۔

"کیا ہے یہ؟"

"یہاں زمین پر پڑا ہوا تھا جناب۔" وہ آہستہ سے بولی اور میں پرچہ کھول کر پڑھنے لگا۔ لکھا تھا۔ "ڈیئر منصور۔ میں نے خودکشی کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں۔ میں تم سے درخواست کرتا کہ مجھے قتل کر دو لیکن تم میری درخواست کو مکاری سمجھنا اور شاید مجھے قتل نہ کرتے' ممکن ہے تمہیں مجھ پر رحم آ جاتا۔ میں رحم نہیں موت چاہتا تھا نہ جانے کب آخری وقت میں یہ کمبخت ضمیر جاگ اٹھا۔ ایک پل چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ ویسے ضمیر بڑی ظالم چیز ہے منصور' اس سے بڑا محاسب کوئی نہیں ہے اور کوئی چالاکی اس کی منتخب کی ہوئی سزا سے نہیں بچا سکتی۔ میں نے اس کے فیصلے کو قبول کر لیا ہے اور مر رہا ہوں۔ تم سے معافی نہیں چاہتا' تمہارا کرب' میرے ہاتھوں تباہی کا احساس' اس کی جرات نہیں کرنے دے رہا۔ سنا ہے ہمارے مذہب میں خودکشی حرام ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ زندگی میں جسے دکھ دیئے ہوں اگر وہ معاف نہ کرے تو خدا بھی معاف نہیں کرتا۔ میں اس دنیا سے اپنے لئے عاقبت کا عذاب لے کر جا رہا ہوں۔ اس دنیا میں تو عیش کی گزاری' بہرحال سزا ضروری ہے اور وہ مجھے ملے گی' کس کس سے معافی مانگتا پھروں گا۔ مجھے تو ان کے نام تک یاد نہیں ہیں۔ میں دعا کرنے کے قابل نہیں۔ ورنہ خدا سے یہ دعا مانگتا کہ تمہاری ماں اور بہن تمہیں مل جائیں۔ خدا حافظ۔ تمہارا گنہگار۔ طارق۔"

میں نے خط کے پرزے کر دیئے۔ پھر فینی سے کہا۔ "ملازموں سے اس کی لاش اتروا

اور عدنان کو فون کر کے طلب کر لو۔" اس کے بعد میں اس کمرے سے نکل آیا۔

تقریباً" دو بجے عدنان میرے پاس آیا۔ میں ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ عدنان نے کہا۔ "فینی نے مجھے اطلاع دی تھی کہ آپ نے سب سے ملاقات کے لئے منع کیا ہے لیکن میں خود کو باز نہ رکھ سکا۔"

"کوئی بات نہیں ہے بیٹھو۔"

"شکریہ۔" عدنان بیٹھ گیا۔

"لاش کا کیا کیا؟"

"دفن کرا دی ہے۔ ایک گم نام آدمی کی حیثیت سے۔"

"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی۔

"صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں پرنس۔ کیا ان دونوں کی موت کی تصدیق ہو گئی ہے؟"

"نہیں۔"

"کوئی پتہ نہیں چل سکا۔"

"چلا تھا۔ فریدہ ایک طوائف کی حیثیت سے زندگی گزار رہی تھی۔ ماں بیمار تھی کوئی خدا ترس یا بوالہوس اسے خرید کر کہیں اور لے گیا۔ امی کو بھی وہی لے گیا۔"

"کہاں؟" عدنان نے پوچھا۔

"یہ نہیں پتہ چل سکا۔"

"جھوٹ تو نہیں بولا گیا آپ سے؟"

"نہیں۔ رشیدہ بائی سے ملاقات ہو گئی تھی۔"

عدنان چند لمحات سوچتا رہا' پھر بولا۔ "رشیدہ بائی نے اس کی تفصیل بتائی تھی؟" ایشیائی تھا وہ شخص یا کسی اور ملک کا باشندہ۔

"نہیں ایشیائی ہی تھا' اس سے زیادہ کوئی اور تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔"

"رشیدہ بائی وہیں ہے؟" عدنان نے پوچھا۔

"نہیں طارق نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"اوہ رشیدہ بائی سے اس شخص کا حلیہ بھی پتہ نہ چل سکا۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ عدنان پھر خاموش ہو گیا تھا۔ پھر وہ گہری سانس لے کر بولا۔

"اس کا مطلب ہے پرنس کہ ابھی ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے' براہ کرم مجھے وہاں

کے واقعات سنائیے' پرنس! یہ عدنان کی درخواست ہے۔ اپنے ذہن سے ہر بوجھ جھٹک ڈالئے جو کچھ ہو چکا ہے ہم اسے واپس نہیں لا سکتے' لیکن جو کچھ ہونے والا ہے اسے روکنے کی کوشش جاری رہے گی' خواہ اس میں ہماری زندگی کیوں نہ ختم ہو جائے' میں آپ سے پہلی بار یہ پرزور درخواست کر رہا ہوں' پرنس اس سے قبل میں نے آپ سے کچھ نہیں مانگا۔ میں اس امید کو توڑنا نہیں چاہتا۔ مجھے آج بھی یقین ہے کہ وہ ہمیں مل جائیں گی۔ ہماری تلاش جاری رہے گی۔ یہ میرا عہد ہے اور اگر آپ نے مجھے اس سے روکنے کی کوشش کی' تب بھی میں اسے قبول نہیں کروں گا' اس گستاخی کے لئے میں ہر سزا قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

"جذباتی باتیں مت کرو عدنان' کہاں تلاش کرو گے انہیں؟ وہ ہمیں نہیں ملیں گی۔"

"نہیں ملیں گی' کم از کم ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر تو نہیں بیٹھے رہیں گے۔ ہم اپنا فرض جاری رکھیں پرنس! براہ کرم مجھے سارے واقعات سنائیے۔"

میں نے ایک نگاہ عدنان کو دیکھا' اس کے چہرے پر عجیب سا تاثر تھا اور میں اس کی اس خواہش کو ٹال نہ سکا۔ میں نے آہستہ لہجے میں اسے ساری کہانی سنا دی' سری رام کے بارے میں بتایا۔ صابرہ کی کہانی سنائی اور پھر رشیدہ بائی کی تلاش اور اس کی سنائی ہوئی پوری کہانی عدنان کو بتا دی۔ عدنان صبر و سکون سے یہ سب کچھ سن رہا تھا پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ "جو کچھ بھی ہوا وہ تقدیر میں تھا پرنس ہم سب تقدیر کے ہاتھوں مجبور ہیں' لیکن زندگی کا کوئی مقصد ضرور ہونا چاہئے' ہمارا مقصد ان کی تلاش ہے' سو انہیں تلاش کرتے ہوئے فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے' ہم ان کی تلاش ترک نہیں کر سکتے۔ آپ خود کو پرسکون رکھیں پرنس' میں دنیا بھر کے تمام اخبارات میں امی اور فریدہ کی تصاویر شائع کراؤں گا' ایک ایسے مضمون کے ساتھ کہ اگر وہ شخص ذرا بھی صاحب دل ہے تو انہیں ہمارے پاس پہنچا دے گا' میں یہ سلسلہ مسلسل جاری رکھوں گا' دیکھوں گا کب تک ہمیں کامیابی نصیب نہیں ہوتی' لیکن میری آپ سے درخواست ہے پرنس کے زندگی کے معمولات میں اسی طرح دلچسپی لیتے رہیں۔ اگر آپ ہمت ہار بیٹھے تو کیا رہے گا ہمارے پاس' بتائیے کیا زندگی گزارنے کا کوئی وسیلہ رہ جائے گا۔"

"لیکن عدنان۔"

"نہیں پرنس۔ آپ کو میری یہ بات ماننا ہی ہو گی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں' خدا کے لئے پرنس! عدنان کے لئے جسے زندگی میں کبھی کچھ نہیں ملا' ایک یہ سہارا ملا ہے۔ زندگی گزارنے کے لئے' تو ہم اسے اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے جب تک فریدہ

اور ماں کی لاشیں ہمارے سامنے نہ آجائیں' یا ان کی قبریں ہمیں نہ مل جائیں' سمجھے آپ پرنس! یہ ہو گا' یہی ہو گا۔" عدنان کی آواز میں بھراہٹ پیدا ہو گئی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا پھر میں نے ایک گہری سانس لے کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "ٹھیک ہے عدنان! میں خود کو سنبھالنے کی کوشش کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ پرنس عدنان اس احسان کو کبھی نہیں بھولے گا۔ اب مجھے اجازت دیجئے۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا' میں نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی' چند لمحات کے بعد عدنان دروازے سے باہر نکل گیا اور میں اس سے کئے ہوئے وعدے کے مطابق خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

دل کے اندر جو غبار تھا وہ آنکھوں کے راستے باہر نکل آیا۔ دروازہ اندر سے بند کیا اور جتنا رو سکتا تھا رویا۔ درحقیقت خداوند قدوس نے انسان کے جسمانی نظام میں وہ تمام ضرورتیں پوری کر دی ہیں جن کے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتا۔

آنسو گویا دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے اکسیر ہوتے ہیں۔ میں نے خود کو بہت بہتر حالت میں پایا تھا' البتہ کچھ فیصلے کئے تھے میں نے اس دوران۔

طارق کی موت کا مجھے ذرہ برابر افسوس نہیں تھا۔ وہ اسی قابل تھا' درحقیقت وہ اسی قابل تھا۔ اس کا ضمیر جاگا تو مجھے کیا ملا؟ اسے ایسی ہی موت مرنا چاہئے تھا' میں اس کی موت سے بہت مطمئن تھا۔

وہ رات بھی گزر گئی اور دوسری صبح میں بالکل ٹھیک ٹھاک تھا' میں نے ایک ملازمہ کو بلا کر ناشتہ طلب کیا اور چند ہی لمحات کے بعد ناشتہ لگا دیا گیا' ناشتے سے فارغ ہو کر میں نے فینی کو بلایا اور وہ میرے پاس پہنچ گئی۔ یہ سب بے چارے میرے ملازموں کی حیثیت سے تو ضرور رہتے تھے لیکن میں نے ان کے اندر ایک خاص ہمدردی پائی تھی۔ وہ سب مجھ سے محبت کرتے تھے۔

میں نے فینی کو دیکھا۔ فینی کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ مجھے بہتر حالات میں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "کیسے مزاج ہیں پرنس' میرا خیال ہے اب آپ کچھ بہتر ہیں۔"

"ہاں فینی۔ تم سناؤ میری غیر موجودگی میں کوئی خاص بات تو نہیں ہوئی؟"

"جی نہیں' کوئی خاص بات تو نہیں' بس مس اینجل کئی بار ٹرانسمیٹر پر آپ کو کال کر چکی ہیں' ریٹا نے بھی ٹرانسمیٹر پر آپ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی' میں نے

انہیں یہی جواب دیا کہ پرنس موجود نہیں ہیں' مس اینجل شاید پریشان ہیں آپ کی غیر موجودگی سے۔"

"ہوں' فینی تم خود بھی خیال رکھو اور یہاں موجود ان لوگوں کو بھی ہدایت کر دو جو یہاں فون موصول کرتے ہیں کہ اگر کبھی ریٹا یا اینجل کا فون آئے تو میرے بارے میں انہیں یہی بتایا جائے کہ میں ابھی واپس نہیں پہنچا' انہیں مسلسل یہی بتایا جاتا رہے' جب تک میں خود اس سلسلے میں ہدایات نہ دوں۔"

"بہتر ہے پرنس۔" فینی نے جواب دیا۔

فینی کو یہ ہدایات دینے کے بعد میں تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر تیار ہو کر باہر نکل آیا۔ اب چھپنے کا کوئی جواز نہیں تھا' اس لئے میں نے چہرے پر میک اپ نہیں کیا اور اپنی کار میں بیٹھ کر عدنان کے دفتر چل پڑا۔ میں نے ڈرائیور کو ساتھ لیا تھا' تھوڑی دیر کے بعد میں اس جگہ پہنچ گیا جہاں عدنان سے ملاقات کا امکانات تھے۔

عدنان اچانک مجھے دیکھ کر بھونچکا رہ گیا تھا۔

"پرنس آپ تشریف لائے' مجھے بلا لیا ہوتا۔"

"نہیں' کیا ہو رہا ہے؟"

"بس پرنس' بہت سی مصروفیات ہیں۔" عدنان نے مجھے کرسی پر بیٹھنے کی پیش کش کی' پھر بولا۔ "آپ کے لئے کچھ منگواؤں پرنس۔"

"ہاں کافی منگواؤ۔" میں نے جواب دیا اور عدنان نے خود باہر جا کر اپنے اردلی سے کافی منگوائی۔"

"سیٹھ عبدالجبار کے معاملے میں کام شروع ہو گیا ہے' میں نے اس سے رابطہ قائم کیا ہوا ہے' جو گوشوارے اس نے مجھے پیش کئے ہیں' ان کی تحقیقات کے لئے میں نے مختلف جگہوں پر اپنے لوگوں کو روانہ کر دیا ہے' یا پھر کچھ ایسی جگہیں بھی تھیں جہاں ہمارے نمائندے پہلے سے موجود تھے' مجھے اطلاعات موصول ہو رہی ہیں' مقامی طور پر سیٹھ جبار اپنی دو ٹیکسٹائل ملز اور ایک فیکٹری ہمارے حوالے کر چکا ہے' فیکٹری کو نیلام کیا گیا تھا' اسے میں نے صرف دو دن پہلے خریدا ہے' ایک مختلف نام سے' پروگرام کے مطابق سیٹھ جبار کو اس سلسلے میں باقاعدہ ادائیگیاں کی گئیں' اور اس نے ہمیں وہ رقم جوں کی توں واپس کر دی ہے۔ وہ بیمار ہے۔"

"ٹھیک ہے' میرے بارے میں تو کچھ معلوم نہیں کیا اس نے۔"

"نہیں' بس پوچھ رہا تھا پرنس کہاں ہیں؟" میں نے گول مول سا جواب دے دیا۔ میں

نے کہا وہ مصروف رہتے ہیں اور ان کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس وقت وہ کہاں ہیں؟"

"ٹھیک ہے کام جاری رکھو۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں عدنان کے ساتھ بیٹھا کافی پیتا رہا' کافی کے دوران عدنان نے مجھے بتایا۔ "پرنس میں نے اپنا کام کر لیا ہے' اس کی اطلاع شاید میں نے آپ کو دی تھی۔"

"جاری رکھو عدنان' مجھے اس بارے میں کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔"

"اوکے چیف!" عدنان نے جواب دیا' تھوڑی دیر تک میں اس کے پاس بیٹھا رہا' پھر اٹھ گیا' کہیں دل نہیں لگتا تھا۔ پروفیسر شیرازی کے بارے میں سوچا لیکن پھر خیال آیا کہ وہ لوگ مجھ سے طرح طرح کے سوالات کریں گے۔ بے چارے اپنے تمام اثاثوں پر صبر کئے بیٹھے تھے۔ خواہ مخواہ انہوں نے یہ بوجھ مجھ پر لاد دیا تھا۔ امی اور فریدہ کو نہیں ملنا تھا' وہ میری تقدیر سے نکل چکی ہیں۔ ایک لمحے کے لئے تو دل چاہتا تھا کہ یہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کسی خاموش گوشے میں پناہ لوں' ان تمام چیزوں سے مجھے کیا حاصل ہوا۔ امی اور فریدہ کا پتہ تو سیٹھ جبار کو بھی نہیں معلوم' طارق' جو اس سلسلے میں زیادہ کار آمد شخص تھا' ناکام ہو کر موت کی آغوش میں جا سویا تھا۔ اب کیا کیا جائے' پرنس دلاور کا ڈرامہ کب تک جاری رکھا جائے' بعض اوقات تو مجھے اس ڈرامے سے کوفت ہونے لگتی تھی' بس اگر کوئی چیز اسے قائم رکھنے کے لئے مجبور کرتی تھی تو صرف شیرازی اور گل کا خلوص' کچھ اور لوگ بھی تھے جو مجھ سے مخلص تھے' ان کے بارے میں سوچتا تو سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میرے بعد ان کا کیا ہو گا۔ دل کہتا تھا کہ جہنم میں جائیں سب کے سب' جب میرے لئے جینے کے سہارے چھن چکے ہیں تو میں دوسرے لوگوں کے لئے پریشان کیوں ہوتا رہوں۔

بہت دیر تک سڑکوں پر آوارہ گردی کرتا رہا۔ آنکھیں سڑکوں' بازاروں اور گلیوں میں نجانے کیا کیا تلاش کرتی پھر رہی تھیں' پھر کوٹھی ہی کا رخ کیا اور کوئی کام نہیں تھا۔ کچھ روز یونہی گزر گئے۔ پھر ایک دن سیٹھ جبار اچانک میرے پاس پہنچ گیا۔

اس کی حالت قابل رحم تھی' چہرہ اتر گیا تھا۔ آنکھیں حلقوں میں دھنسی ہوئی تھیں' داڑھی بڑھی ہوئی تھی' بال منتشر تھے' بھکاریوں کی سی شکل بنائے وہ میرے سامنے آیا تھا۔

"میں اپنا کام کر چکا ہوں پرنس' میں نے سارے گوشوارے تمہارے آدمیوں کو دے دئے ہیں' اور تم دیکھ لو' میں نے اب اپنی ساری کارروائیاں ترک کر دی ہیں۔ وعدہ کرتا ہوں اب تمہارے خلاف کبھی کچھ نہیں کروں گا' بہت دن ہو گئے ہیں پرنس..... اینجل مجھے واپس کر دو' جو کچھ تم کہو گے' میں ویسا ہی کروں گا۔ وعدہ کرتا ہوں پرنس؟"

"ابھی نہیں سیٹھ جبار' یہ بات مشروط ہے' اپنا کام مکمل کر لو' اس کے بعد اینجل کے بارے میں بات چیت ہو گی۔"

"سنو تو سہی پرنس! دیر تو تمہاری طرف سے ہو رہی ہے۔ میں تو سب کچھ تمہیں دینے کے لئے تیار ہوں' لکھوا کر لے لو مجھ سے' میں نے تمام چیزیں ظاہر کی ہیں ان کے علاوہ کچھ نہیں ہے میرے پاس' بالکل کچھ نہیں ہے' اگر تم چاہو تو جس کوٹھی میں رہ رہا ہوں وہ بھی تمہارے حوالے کر دوں۔ اسے بھی لے لو' میں اینجل کو لے کر کسی چھوٹے سے مکان میں آباد ہو جاتا ہوں' جب یہ سب کچھ تمہارے نام ہو جائے تو ہمیں یہاں سے جانے کی اجازت دے دینا' ہم لوگ یہاں نہیں رہیں گے پرنس' کہیں دور چلے جائیں گے۔"

"انتظار کرو سیٹھ جبار' انتظار کرو' ابھی وقت نہیں آیا۔ اینجل مل جائے گی تمہیں۔ لیکن اس سے پہلے یہ سارے کام ہونا ضروری ہیں۔ میرے آدمی کام کر رہے ہیں۔ ذرا تفصیل معلوم ہو جائے' اس کے بعد اینجل تمہارے حوالے کر دی جائے گی۔"

"سنو سنو ایسا مت کرو' براہ کرم ایسا مت کرو۔ اب تو میں نے ہار مان لی ہے تم سے' ایک ہارے ہوئے آدمی کے ساتھ یہ سب کچھ کر کے تمہیں کیا ملے گا۔"

"سیٹھ جبار میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے' اس سے اختلاف ممکن نہیں ہے میرے لئے۔"

"تو آواز ہی سنوا دو مجھے اس کی' میں تمہارا بڑا شکر گزار ہوں گا۔"

"یہ بھی نہیں ہو سکتا سیٹھ جبار۔" میں نے سخت لہجے میں کہا اور وہ مایوسی سے گردن جھکا کر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لئے اور رونے لگا۔

"جب تم رو چکو تو یہاں سے چلے جانا' میں مصروف ہوں۔" میں اس کے پاس سے اٹھ کر باہر نکل آیا۔ اس سنگدلی پر مجھے کوئی افسوس نہیں تھا' آدھے گھنٹے کے بعد فینی نے اطلاع دی کہ سیٹھ جبار واپس چلا گیا ہے۔

میں نے لاپرواہی سے شانے ہلا دئے تھے' اس واقعے کے دو دن کے بعد ایک شام جب میں اپنی کوٹھی کے لان پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے گیٹ سے ایک کار اندر آتے ہوئے دیکھی' کار پورٹیکو میں رکی اور تغلق خان اتر کر نیچے آ گیا۔ جس آزادانہ طور پر وہ آیا تھا اس پر مجھے تھوڑی سی حیرت ہوئی' لیکن پھر حالات کا تجزیہ کر کے میں خاموش ہو گیا' تغلق میرے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ اس نے مجھے سلام کیا اور میرے اشارے پر بیٹھ گیا۔

"پرنس سیٹھ جبار شاید بازی ہار چکا ہے اور اس نے اس کا اعتراف بھی کر لیا ہے۔"

"گڈ' دلچسپ اطلاع ہے میرے لئے' تمہیں اس کا علم کیسے ہوا؟"

"بس ان دنوں اس کی حالت عجیب ہے' یہ دیکھئے اس نے مجھے دو لاکھ کا چیک دیا ہے' یہ رقم اس نے مجھے دے دی ہے اور کہا ہے کہ شہر کے جتنے آدمی مجھے حاصل ہو سکتے ہیں' انہیں حاصل کروں اور شہر کے چپے چپے میں اینجل کو تلاش کروں۔ اینجل کہاں ہے پرنس؟"

"میری تحویل میں ہے تغلق خان اور ابھی اسے کوئی تلاش نہیں کر سکتا۔"

"یقیناً میں جانتا ہوں' لیکن سیٹھ جبار کی ذہنی کیفیت بگڑتی جا رہی ہے' وہ تو کسی چوہے کی طرح خوفزدہ رہتا ہے۔ میں نے اسے کئی بار روتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔" تغلق خان نے کہا۔

"وہ روئے گا زندگی بھر اس نے کام ہی ایسا کیا ہے۔ اسے رونے دو تغلق خان' اور میرا خیال ہے اب تمہارا اس کے ساتھ رہنا مناسب نہیں ہے' ظاہر ہے اسے تمہاری ضرورت نہیں رہی۔"

"جیسا آپ حکم دیں پرنس' میں تو بس یونہی آپ کے پاس حاضر ہو گیا تھا' سیٹھ جبار کی طرف سے مجھے کوئی ہدایت نہیں ہے' بہت عرصے سے اس نے آپ کے خلاف کوئی حکم نہیں دیا۔" تغلق خان نے بتایا۔

"ٹھیک ہے تغلق خان' تم اب آرام سے بیٹھو' ظاہر ہے اینجل کو ابھی سیٹھ جبار کے پرد نہیں کیا جا سکتا۔"

"ایک اجازت مانگنے آیا ہوں پرنس' اگر ممکن ہو تو۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"غوزی خان ان دنوں ملک سے باہر ہے' سنا ہے بیمار ہو گیا ہے' اگر اجازت ہو تو اس سے مل آؤں' میرا ایک ہی بھائی ہے اور میں اسے ساری دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا ہوں۔"

"کوئی حرج نہیں ہے' تم آرام کرو' رقم کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے لینا۔"

"نہیں پرنس رقم کی کیا ضرورت ہے ابھی تو سیٹھ جبار کے دئے ہوئے دو لاکھ روپے کئی عرصے تک میرا ساتھ دیں گے۔"

"تو کب جا رہے ہو؟"

"بس آپ کی اجازت مل گئی ہے' ایک آدھ دن میں چلا جاؤں گا' ہاں میرے لائق کوئی اور خدمت ہو تو مجھے بتا دیجئے گا۔"

"نہیں شکریہ' تم اپنے باہر جانے کے انتظامات کرو۔" میں نے جواب دیا۔

تغلق خان تھوڑی دیر تک میرے پاس بیٹھ کر چلا گیا۔

رات کو فینی نے پھر اینجل کے رابطہ قائم کرنے کی اطلاع دی تھی۔ اس نے اینجل کو یہی جواب دیا تھا کہ پرنس کا ابھی تک کوئی پتہ نہیں ہے۔

تقریباً" ساڑھے دس بجے طاہر نے ٹیلی فون کیا۔ ٹیلی فون اتفاق سے میں نے ہی ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو' میں مادام فینی سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"کون بول رہا ہے؟"

"طاہر۔"

"تمہارے آس پاس کون ہے طاہر؟" میں نے پوچھا اور اس بار طاہر میری آواز پہچان گیا۔

"اوہ پرنس آپ تشریف لے آئے' مس اینجل کی کیفیت خراب سے خراب تر ہوتی جا رہی ہے' صبح کو وہ بے ہوش ہو گئی تھیں' دو گھنٹے تک بے ہوش رہیں' میں نے اپنے ایک اعتماد کے ڈاکٹر کو بلایا' اس نے ان کا معائنہ کیا اور بولا کہ یہ شدید ذہنی الجھن کا شکار ہیں' ان کی صحت بھی گرتی جا رہی ہے پرنس' اور وہ اس بات پر متوحش ہیں کہ آپ کہاں چلے گئے۔ وہ آپ کی خیریت کی جانب سے بھی متفکر ہیں۔"

"جو کچھ بھی ہے اسے اسی طرح رہنے دو۔" میں نے جواب دیا۔

"پرنس وہ بار بار کہہ رہی ہیں کہ انہیں وہاں سے جانے دیا جائے۔"

"اگر زیادہ تکلیف دہ بن جائے تو اسے قید کر دو' مرتی ہے تو مر جانے دو' فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا۔ طاہر کی آواز ایک لمحے کے لئے بند ہو گئی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

"جو حکم پرنس' میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔"

"سنو طاہر میرے آنے کی اطلاع ریٹا کو بھی نہیں ملنی چاہئے' بہتر ہے تم اس گفتگو کو میرے اور اپنے درمیان ہی رہنے دو' کسی تیسرے کو اس گفتگو کا علم نہیں ہونا چاہئے۔"

"بہتر ہے پرنس' ایسا ہی ہو گا۔" طاہر نے جواب دیا۔ دوسرے دن صبح کے اخبار میں میں نے سیٹھ جبار کی کوٹھی کی نیلامی کا اشتہار پڑھا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ سیٹھ جبار اپنی کوٹھی نیلام کر رہا تھا۔ میں نے عدنان کو فون کیا تو عدنان نے مجھے بتایا کہ وہ یہ اشتہار دیکھ چکا ہے۔ سیٹھ جبار نے رات ہی کو اس سے رابطہ قائم کر کے اس

اشتہار کے بارے میں اطلاع دے دی تھی۔

"تو پھر جا رہے ہو سیٹھ جبار کی کوٹھی خریدنے؟"

"جی ہاں پرنس۔"

"ہمارے اوپر کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہئے عدنان' جو کام بھی کرو' سوچ سمجھ کر کرو۔"

"آپ مطمئن رہیں پرنس' یہ سارے کام باآسانی کر لوں گا۔"

"اوکے' ویسے عدنان' میں خود بھی کوٹھی کے نیلام ہوتے وقت وہاں موجود ہوں گا۔" میں نے کہا اور عدنان نے فون بند کر دیا۔

بڑا ہی دلچسپ منظر تھا۔ دن کے دس بجے کوٹھی کے قریب ہی ایک جگہ مقرر کر لی گئی اور وہاں کوٹھی نیلام کی جانے لگی۔ عدنان کے ایک آدمی کو میں نے بڑھ چڑھ کر بولی دیتے ہوئے دیکھا تھا' ظاہر ہے وہ جو بولی دے رہا تھا' دوسرے اس کا جواب نہیں دے سکتے تھے' کیونکہ ہمیں جو رقم خرچ کرنی تھی وہ تو ہمارے پاس واپس پہنچ ہی جاتی۔ اور یہی ہوا' بولی ہمارے آدمی کے نام رک گئی..... سیٹھ جبار کے تمام اثاثے ہماری تحویل میں آتے جا رہے تھے اور میں اس پر مسرور تھا۔ پھر ایک دن ڈی آئی جی آفتاب احمد نے میری کوٹھی پر مجھ سے ملاقات کی' بڑے افسردہ سے نظر آ رہے تھے' میرے پاس پہنچ کر چند لمحات مجھے دیکھتے رہے۔

"کیا بات ہے آفتاب احمد صاحب' خیریت۔"

"منصور برائی کا خاتمہ یقینی ہے' کوئی نہ کوئی وقت ہر انسان پر ایسا آ جاتا ہے جب اس کے تمام کس بل نکل جاتے ہیں' میں سیٹھ جبار سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتا' نا ہی تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم اس سے کوئی رعایت برتو۔ میں انسانیت کے نام پر تم سے ایک اپیل کرنے آیا ہوں۔"

"جی فرمایئے آفتاب احمد صاحب۔"

"سیٹھ جبار کے تمام اثاثے فروخت ہو رہے ہیں۔ میں ان کی وجہ جاننا چاہتا ہوں۔"

"آپ نے سیٹھ جبار سے بات نہیں کی؟"

"کی تھی۔"

"پھر اس نے کیا جواب دیا؟"

"وہ کچھ نہیں بولا' اس کی حالت تو عجیب ہوتی جا رہی ہے۔ سنا ہے اس کی بیٹی ابھی تک اسے نہیں ملی۔"

"ممکن ہے۔"

"منصور میں تمہارا بزرگ ہوں' کوئی نہیں لگتا میں تمہارا' بلکہ صحیح بات تو یہ ہے کہ تمہیں کوئی حکم دیتے ہوئے میری گردن خود ہی شرم سے جھک جاتی ہے' لیکن درخواست تو کر سکتا ہوں تم سے۔"

"جی فرمایئے۔ میں نے کہا۔"

"اسے معاف نہیں کر سکتے۔"

"نہیں' آفتاب احمد صاحب آپ میری شرط پوری کر دیجئے۔ میں اسے معاف کر دوں گا۔"

"شرط؟" آفتاب احمد صاحب نے پوچھا۔

"جی ہاں مجھے میری امی اور بہن سے ملوا دیجئے' آپ جو کچھ کہیں گے میں بخوشی مان لوں گا۔"

آفتاب احمد خان کی گردن جھک گئی' چند لمحات وہ خاموش بیٹھا گہری گہری سانسیں لیتا رہا پھر بولا۔ "کاش یہ میرے بس میں ہوتا۔ کاش یہ میرے بس میں ہوتا۔"

"بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں آفتاب احمد صاحب جو کسی کے بس میں نہیں ہوتیں۔ سیٹھ جبار کی تباہی اس کی تقدیر بن چکی ہے اور اب اسے روکنا کسی کے بس میں نہیں ہے۔"

"اسے کہا گیا ہے کہ پرنس کے خلاف تحریری رپورٹ دے دے' کچھ مخصوص ذرائع سے یہ اطلاعات ملی ہیں کہ سیٹھ جبار کے تمام اثاثے پرنس دلاور خرید رہے ہیں چنانچہ حکومت کے اعلیٰ ارکان کو اس بات پر تشویش ہے کہ آخر یہ کایا پلٹ کیوں ہو رہی ہے' آخر اس کی وجہ کیا ہے؟"

"حکومت پرنس دلاور کے خلاف تحقیقات کر سکتی ہے۔" ہمارا کاروبار اتنا وسیع نہیں آفتاب احمد صاحب کہ ہم یہ تمام چیزیں خرید سکتے ہیں' آپ کسی بھی وقت قانونی طور پر ہمارے دفتر تشریف لائیے یا وہاں چھاپہ ماریئے اور ہر وہ چیز تلاش کرنے کی کوشش کیجئے جو قانون کی گرفت میں آتی ہو۔"

"میں جانتا ہوں منصور' تم نے اپنے ہاتھ..... بے حد مضبوط کئے ہیں' ان کے لئے تمہیں کیا کچھ کرنا پڑا ہے یہ میرے علم میں نہیں ہے' لیکن نہ صرف میں بلکہ آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب خود بھی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آپ بہت مضبوط شخصیت کے مالک ہیں۔ آپ کے خلاف کوئی جرم ثابت کرنا ناممکن ہے' اس کے لئے حکومت..... اور عوام کے ساتھ آپ نے جو تعاون کیا ہے اس سلسلے میں حکومت آپ

شکر گزار ہے' میرا خیال ہے اگر آپ کے خلاف کوئی کارروائی کی جائے تو شاید صدر مملکت بھی اس میں مداخلت کر سکتے ہیں' ہر چند کہ آپ کی پہنچ براہ راست ان تک نہیں ہے' لیکن آپ کا نام ان کے کانوں تک پہنچ چکا ہے۔"

"ان ساری باتوں میں میرا کوئی قصور نہیں ہے ڈی آئی جی صاحب۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"جب میں آپ کو پرنس کہتا ہوں تو آپ کا احترام میرے دل میں پیدا ہوتا ہے اور جب منصور کہہ کر مخاطب کرتا ہوں تو محبت کا ایک اور جذبہ میرے دل میں گھر کر لیتا ہے نجانے کیوں میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں گا' اسے منوا لوں گا۔"

"نہیں! ڈی آئی جی صاحب' صرف سیٹھ جبار کے مسئلے میں خاموشی اختیار کر لیجئے' باقی ساری بات ذہن میں آ جائے تو منصور سمجھ کر کہہ دیجئے گا' آپ کو کبھی مایوسی نہیں ہو گی۔"

"میں جانتا ہوں بیٹے' تمہارے دل کا درد بھی اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ وہ کم بخت نہ جانے کیوں ضد پر اڑا ہوا ہے' اگر وہ صحیح طور پر ان دونوں کی نشاندہی کر دے تو میرا خیال ہے اس کے بعد تم اسے ضرور معاف کر دو گے۔"

"جی ہاں یہ میرا وعدہ ہے آپ سے' مجھے امی اور فریدہ چاہئیں' انہیں میرے سامنے لے آیئے' مجھ سے جو کہیں گے میں مان لوں گا۔" میں نے کہا اور ڈی آئی جی گردن ہلانے لگے۔ پھر بولے۔ "تمہارا مطالبہ درست ہے' اجازت ہو تو میں اس سے بات کروں؟"

"جیسی آپ کی مرضی۔ ویسے میں آپ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہاں ہاں کہو۔"

"کیا اس نے کسی سے یہ بات کہی ہے کہ ایٹم بم میرے قبضے میں ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر آپ نے ایسا کیوں سوچا؟"

"بس عام خیال یہی ہے منصور بیٹے کے تم نے اسے اسی طرح زیر کیا ہے۔"

"تو پھر ڈی آئی جی صاحب اس سے میرے خلاف تحریری رپورٹ لے لیجئے اور اس خیال کے مطابق میرے خلاف تحقیقات شروع کرا دیجئے۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

"نہیں نہیں بھئی' میں قانون کی بات کب کر رہا ہوں' میرے ذہن میں ایک اور سوال آ رہا ہے۔"

"وہ بھی پوچھ ڈالئے۔"

"پروفیسر شیرازی کہاں گئے؟"

"میں آپ سے اس سلسلے میں کوئی گفتگو کرنے سے معذور ہوں آفتاب احمد صاحب۔"

"تم اپنے اصولوں میں بہت سخت ہو گئے ہو' بہر طور منصور اس بات کو ذہن میں رکھو' حکومت کے بعض ارکان بلاشبہ جانبداری برت لیتے ہیں' لیکن سیٹھ جبار بھی ایک شخصیت رکھتا ہے' اس کے ہمدرد بھی ہیں' ممکن ہے بات آگے بڑھ جائے' میں تمہیں ہوشیار کرنا چاہتا ہوں' اپنے آپ کو محتاط رکھنا' کسی بھی وقت کوئی الجھن پیش آ سکتی ہے۔"

"میں یہی چاہتا ہوں آفتاب صاحب کہ میرے خلاف الجھنیں کھڑی کی جائیں' میں اور سیٹھ جبار کمرۂ عدالت میں آمنے سامنے کٹہروں میں کھڑے ہوں' تب میں کمرہ عدالت میں سیٹھ جبار سے' اراکین حکومت سے' جج سے سوالات کروں گا کہ سرمائے کی فراوانی انسان کی ذات کو اتنا بلند کیوں کر دیتی ہے کہ وہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگے۔ یہ مملکت اسلامی ہے اور ہمارے مذہب نے کسی کو اتنا حق نہیں دیا کہ وہ دوسروں کی زندگی چھین لے' تو پھر اس اسلامی مملکت میں ایسے لوگ کیوں موجود ہیں جو صرف کسی کی دولت کو دیکھ کر اس کے پیچھے دم ہلانے لگتے ہیں اور دوسرے انسانوں کی زندگی کتوں کی مانند تصور کر لی جاتی ہے۔ میں آپ سے مودبانہ درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ بھی اس سلسلے میں کیا جا سکتا ہے کیا جائے' مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ سیٹھ جبار کو کوڑی کوڑی کے لئے محتاج کر دیا جائے گا' میں اسے سڑکوں پر بھیک مانگنے کے لئے مجبور کر دوں گا' اگر ان تمام کارروائیوں کو روکنا ہے تو سیٹھ جبار سے میری ماں اور بہن واپس دلوا دی جائیں' اس کے بعد منصور ایک شریف شہری کی حیثیت سے آپ کے سامنے گردن جھکا دے گا۔" اس کے بعد ڈی آئی جی صاحب کوئی گفتگو نہ کر سکے اور مجھ سے اجازت لے کر چلے گئے۔

ان کے جانے کے بعد میں نے عدنان کو ایک بار پھر ان باتوں سے ہوشیار کر دیا اور کہ کہ آئندہ جو بھی اقدامات ہوں وہ بہت ہی سائنٹیفک انداز میں کئے جائیں تاکہ حکومت کو ہمارے خلاف کوئی واضح ثبوت نہ مل سکے۔

"عدنان نے مجھ سے وعدہ کیا اور مجھے بتایا کہ وکیلوں کا ایک پورا پینل اس کے ساتھ ہے جن کی زیر نگرانی یہ کام ہو رہے ہیں اور قانونی مشوروں کو نگاہ میں رکھا جا رہا ہے' اس نے یہ بھی کہا کہ سیٹھ جبار کی بہت سی صنعتیں پرنس دلادر کے نام سے بھی خریدی جا رہی ہیں اور ان رقومات کی ادائیگی کے سلسلے میں بہترین حوالے پیش کئے جا رہے ہیں' انکم ٹیکس کا تمام نظام درست ہے' اور ہر وہ قانونی پوائنٹ محفوظ ہے جو ہمارے خلاف جا سکتا ہے کہ پرنس میں نے ہمیشہ یہی کوشش کی ہے اور انہی بنیادوں پر اپنے کاروبار کو آگے بڑھایا ہے کہ ان میں کوئی قانونی سقم نہ رہے' ہم لاکھوں روپے انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں' ہر کاروبار کی

گوشوارہ ہے ہمارے پاس' بلکہ ہم نے کچھ ایسے کاروبار بھی فرض کر رکھے ہیں جن کا وجود نہیں ہے لیکن جن سے ہمیں معقول آمدنی ہے اور ہم حکومت کو اس آمدنی پر ٹیکس ادا کرتے ہیں۔"

"عدنان تم میرے لئے ایک مضبوط قلعے کی مانند ہو جس کی پتھریلی دیواروں کے پیچھے مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی' میرے دوست! میں اپنی زندگی میں تمہاری شمولیت کو ایک نیک فال تصور کرتا ہوں اور یہی سمجھتا ہوں کہ میری تقدیر بنانے میں تمہارا بھی ہاتھ ہے اور حقیقت میں میں ان تمام چیزوں کو نہیں سمجھتا' لیکن تم نے مجھے جس طرح سنبھالا ہے۔ اس کے لئے میں تمہارا ممنون ہوں۔"

"پرنس اگر مناسب سمجھیں تو عدنان کو منصور کا دوسرا روپ دے دیں' اسے اپنی زندگی کا ایک حصہ تصور کر لیں' جب کسی کے مشن سے متفق ہو جایا جائے تو بہتر یہی ہے کہ خود کو اس مشن کا ایک حصہ بنا لیا جائے' یہی انسانیت کی طلب ہوتی ہے۔ آپ شکریہ ادا کر کے میری توہین نہ کریں۔ میرا پیار منصور کے ساتھ ہے اور میرا دل اس کی تڑپ میں اس طرح شامل ہے جیسے خود اس کا دل۔" عدنان نے جذباتی لہجے میں کہا' اس کے بعد رسمی گفتگو ہوئی اور پھر ہمارے درمیان رابطہ منقطع ہو گیا۔

میں کافی دیر تک بیٹھا سوچتا رہا' پھر میں نے ٹرانسمیٹر واچ پر ریٹا سے رابطہ قائم کیا۔ رابطہ قائم ہو گیا اور میں نے ریٹا سے اینجل کے بارے میں پوچھا۔ ریٹا نے کسی قدر اسف سے بتایا۔ "اینجل کو ایک کمرے میں بند کر دیا ہے جناب۔ وہ بہت زیادہ الجھ گئی ہے' اگر آپ سے ملاقات ہو جاتی جناب! تو شاید وہ پرسکون ہو جاتی' آپ کے نہ ملنے سے بے حد بے چین ہے' میں کوشش کر رہی ہوں کہ اسے نارمل رکھوں' لیکن اب صورتحال میرے ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ پرنس کی گمشدگی اس کے لئے خوفناک ہے' کیا وہ خود اس سے ملنا نہیں چاہتے' کم از کم صحیح صورت حال سے آگاہ کیا جائے۔ اس نے وہاں سے نکلنے کی کوشش کی تھی جس پر طاہر صاحب نے اسے بند کر دیا ہے' کل سے اس نے کھانا بھی نہیں کھایا' ہر چیز کو اٹھا کر پھینک دیتی ہے۔ ہم اس کے لئے بے حد پریشان ہیں۔"

"ریٹا صورت حال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ ہم اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برت سکتے' جس طرح بھی مناسب سمجھو اسے ٹریٹ کرو' اگر صورت حال زیادہ ہی خراب ہو جائے تو پھر اسے بے ہوشی کے انجکشن دینا ہوں گے' بہر طور میں اسے ابھی کسی قیمت پر حاصل نہیں کر سکتا' نا ہی اسے میرے بارے میں اطلاع دی جائے۔"

"جو حکم جناب۔" ریٹا نے جواب دیا اور میں نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

دراصل اینجل کے لئے میرے دل میں کوئی برائی نہیں تھی لیکن نئی صورت حال نے مجھے اس سے بھی بددل کر دیا تھا' اگر میرا مقصد حل نہ ہوا تو پھر ان ساری باتوں سے کیا حاصل' میں تو مایوس ہی ہو گیا تھا۔

سیٹھ جبار کو میری ماں اور بہن کا پتہ معلوم نہیں تھا۔ طارق مر چکا تھا' ان کی تلاش کی تگ و دو ناکام ہو گئی تھی تو اب میری زندگی کے لئے کیا گنجائش رہ گئی تھی۔ سوائے اس کے کہ سیٹھ جبار کو فنا کر دوں اور اس کے بعد خود بھی فنا ہو جاؤں۔ میں ان حالات میں زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔ اگر میری ماں اور بہن اسی طرح ذلیل و خوار زندگی گزارتی رہیں میری زندگی پر لعنت ہے' ان کی تلاش میں کامیاب نہیں ہو سکا تو مر تو سکتا ہوں اور ایک ایسے شخص کو زندگی میں کسی سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے' جو خود ہی موت کا آرزو مند ہو۔ چنانچہ اینجل کی طرف سے میں نے اپنا دل سخت کر لیا تھا' میں صرف اسے سیٹھ جبار کے لئے اپنے پاس رکھ رہا تھا۔ سیٹھ جبار کو اس کی آخری منزل تک پہنچا دوں' اس کے بعد اینجل میرے لئے بے مقصد ہو گی۔

زندگی کے وہ حسین تصورات جو میں نے اینجل کی ذات سے منسوب کئے تھے خاک میں مل گئے تھے' اب میں اپنے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا' فریدہ جس حال میں پہنچ گئی تھی اس کی مجھے اطلاع مل گئی تھی۔ اس کے بعد کوئی بھی غیرت مند بھائی کم از کم ایک ایسی لڑکی کو زندگی کا ساتھی نہیں بنا سکتا تھا جس کے باپ کی وجہ سے اس کی ماں اور بہن ایسی زندگی گزار رہی ہوں' میں نے اپنے دل کے تمام دروازے بند کر لئے تھے اور اب ان دروازوں کا کھلنا ممکن نہیں تھا۔

میں زندگی کے اس اتار چڑھاؤ سے تنگ آ گیا تھا۔ زندگی بے مقصد ہو کر رہ گئی تھی اور اس بے مقصد زندگی کو گزارنا آسان کام نہیں تھا۔ میں مرنا چاہتا تھا لیکن موت ابھی مجھ سے دور تھی' میں اپنی ماں اور بہن کو تلاش کرنا چاہتا تھا' اور اس کام کے لئے میرا سب سے بڑا معاون عدنان تھا۔ عدنان جس کی شخصیت کسی قلعے کی طرح مضبوط تھی' گو وہ بھی دنیا بھر کا ٹھکرایا ہوا انسان تھا' لیکن بزدل نہیں تھا اور اسی نے مجھے ماں اور فریدہ کے لیے میں بزدلی کے بھنور سے نکالا تھا' اس کی ذات میرے لئے بہت بڑا سہارا تھی' وہ میرے اور ذہنی ہر قسم کے مسئلے کو حل کرنے میں کوشاں تھا' اور اس کی یہ کوششیں معمولی نہیں تھیں۔

میں اس کے احسانات کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور اس سلسلے میں کئی بار اس کا اظہ

کر چکا تھا۔ لیکن عدنان بے حد وسیع دل و دماغ کا مالک تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جب کسی کے لئے سوچ ہی لیا تو پھر پیچھے کیا ہٹنا۔ اس دن بھی وہ میرے پاس پہنچا تھا۔ کافی دیر مجھ سے ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر اینجل کے بارے میں پوچھنے لگا۔ "پرنس اینجل کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کوئی خاص نہیں ہے عدنان' وہ میرے دل سے اتر چکی ہے' اس کے باپ نے جو کچھ کیا ہے وہ اتنا معمولی نہیں ہے کہ اسے نظرانداز کر دیا جائے۔"

"لیکن پرنس آپ اس سے محبت بھی تو کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے عدنان' میں اسے چاہتا تھا' لیکن اپنی ماں سے زیادہ نہیں۔ میری فریدہ اس کے باپ کی وجہ سے کن حوادث کا شکار ہوئی' یہ کوئی معمولی بات ہے۔ میرا ضمیر اس لڑکی کو کیسے قبول کر سکتا ہے جس کے باپ کی وجہ سے میری بہن کی زندگی برباد ہو گئی۔ بتاؤ عدنان جواب دو؟"

"ہاں پرنس' آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" عدنان نے تاسف سے جواب دیا۔

عدنان کا کام جاری تھا۔ سیٹھ جبار کے دیئے ہوئے گوشوارے کے تحت وہ قانونی طور تمام اثاثوں کی خریداری میں مصروف تھا۔ سیٹھ جبار اپنا قول نبھا رہا تھا۔ اس دوران تین بار اس نے مجھے فون کر کے بتایا تھا کہ وہ شرط کی پابندی کر رہا ہے بہت نڈھال نظر آتا تھا۔ اس نے بہرحال آنے کی کوشش نہیں کی تھی..... میرے پاس ہر بار گڑگڑاتا تھا کہ کم از کم اینجل کی آواز سنا دی جائے۔ لیکن اب میرے دل میں اس کے لئے رحم کا کوئی شائبہ نہیں تھا' میں خود جس آگ میں جل رہا تھا اس کا اظہار ناممکن تھا جو کچھ میرے ساتھ بیت چکی تھی اس پر تو نہیں بیتی تھی کم از کم اینجل کی عزت محفوظ تھی جب کہ میری نہ جانے کتنے درندوں کا شکار ہو چکی تھی اور نجانے اس پر کیا بیت رہی تھی۔ تصور کرتا تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ میری معصوم فریدہ جس نے میری انگلی پکڑ کر چلنا سیکھا جس کا لمس آج بھی مجھے اپنے سینے پر محسوس ہوتا تھا۔ وہ فریدہ زندگی کی غلاظتوں کی نذر چڑھ چکی تھی اور اس کا محرک یہی شخص تھا۔ اگر میں اس شخص پر رحم کھاتا' تو یہ میری فطرت نہ ہوتی اور میں فرشتہ نہیں تھا۔

عدنان نے مجھے اپنا کام مکمل ہو جانے کی اطلاع دی۔ اس نے مجھے بتایا کہ سیٹھ جبار کے دیئے ہوئے گوشواروں کے تحت اس کا تمام کاروبار ہمارے قبضے میں آ چکا ہے۔ قانونی طور پر تمام دستاویزات کی لکھا پڑھی ہو چکی ہے اور اب ہم اس کے کروڑوں روپے کی جائیداد کے مالک ہیں۔ عدنان نے مجھ سے کہا کہ اگر میں چاہوں تو ان تمام تفصیلات کو دیکھ

سکتا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس نے چند قانونی نمائندے مقرر کئے ہیں اور انہیں اُن ممالک روانہ کرنے والا ہے تاکہ وہ وہاں کا چارج لے لیں۔ اس سلسلے میں اس نے چند نا میرے سامنے پیش کئے تو میں نے درمیان میں اس کی بات قطع کر کے کہا۔ "عدنان برا کرم مجھے ان الجھنوں میں نہ ڈالو جب تم میری تمام ذہنی الجھنیں سمیٹ چکے ہو تو پھر مجھے کیوں پریشان کرتے ہو۔ جس طرح مناسب سمجھو کرتے رہو۔"

"ٹھیک ہے پرنس' میں اپنے طور پر مطمئن ہوں' اب آپ اس سلسلے میں جو آئند اقدامات کرنا چاہیں۔" میں نے عدنان سے کہا کہ میں اب دوسری کارروائی کا آغاز کر دوں' وہ مطمئن رہے۔

تیسرے دن صائمہ روشن علی نے مجھے اطلاع کی کہ وزارت داخلہ کی جانب سے کچ نوٹس موصول ہوئے ہیں جن میں کہا گیا کہ وہ تمام اثاثے ظاہر کئے جائیں جو پرنس دلاور کی ملکیت ہیں۔ کاروبار کی ایک مکمل تفصیل فراہم کر دی جائے اور جو رفاہی ادارے کام کر رہے ہیں ان کے اخراجات کے ذریعہ اور ان سے متعلق ضروری کاغذات فراہم کئے جائیں۔ عدنان نے بھی ایک ایسی ہی اطلاع مجھے دی تھی۔ میں نے اس سلسلے میں عدنان سے مشورہ کیا اور عدنان نے ایڈووکیٹس کی ایک فہرست مجھے فراہم کر دی۔ اس نے کہا اسی بات کا انتظار کر رہا تھا۔ ظاہر ہے سیٹھ جبار اگر اپنے طور پر کسی سے کچھ نہ بھی تب بھی سرکاری طور پر تشویش لازمی بات تھی کیونکہ جس طرح سیٹھ جبار کے اثاثوں کی فروخت شروع ہوئی تھی اور جس طرح وہ دوسروں کی تحویل میں چلے گئے تھے۔ اس بارے میں حکومت کو تشویش ضرور ہو گی۔ بہر صورت میرے وکلاء کا پینل ان تمام کاغذات کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا جو حکومت کو پیش کئے جانے تھے۔ مجھے اس سلسلے میں کو تشویش نہ تھی البتہ چند ہی روز کے بعد مجھے ایک اور نوٹس موصول ہوا جس میں مجھ میرے بارے میں سوالات کئے گئے تھے۔ مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ میں نے اپنے کاروبار کا آغاز کہاں سے کیا اور اس کے لئے میرے پاس دولت کہاں سے آئی' نیز یہ کہ پرنس دلا کا تعلق کہاں سے ہے اور اس سے قبل وہ کہاں تھے؟"

یہ نوٹس بھی مجھے وزارت داخلہ کی جانب سے ملا تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ہ سیکرٹری سے بات کی۔ انہوں نے بڑے نرم لہجے میں مجھ سے کہا کہ پرنس' سیٹھ جبار جانب سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی بلکہ یہ کارروائی ایک قانونی حیثیت رکھتی ہے اور اس جواب دہی آپ کی شخصیت پر اثر انداز نہیں ہوتی اگر ممکن ہو سکے تو اس سلسلے میں حکومت کو مطمئن کر دیا جائے۔

"ٹھیک ہے جناب۔ میں حکومت کو مطمئن کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا اور ہوم سیکرٹری صاحب نے اس بات پر میرا شکریہ ادا کیا۔ اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اب تک کی تمام کارروائی کی رپورٹ پروفیسر شیرازی اور گل کو دوں اور ان سے کہوں کہ اب پرنس دلاور کی حیثیت کو منظر عام پر لے آیا جائے۔ ماں اور بہن کی طرف سے تو اب ایک طرح کی مایوسی ہو گئی تھی چنانچہ میں اپنی یہ تمام ذمہ داریاں ختم کرنے کا خواہشمند تھا۔ یہ سارے بوجھ میری ذات کے لئے ناگوار تھے۔ پرنس دلاور کی حیثیت سے ایک دولت مند شخص کی طرح اب تک جو کچھ میں کر چکا تھا۔ وہ صرف ایک ذلت تھی۔ یہ سب میری پسند کی باتیں نہیں تھیں۔ میں تو ایک معمولی سی زندگی گزارنے کا خواہشمند تھا۔ امی اور فریدہ نہ ملیں تو کسی بھی گوشے میں جا چھپوں گا۔ سیٹھ جبار تباہ ہو چکا ہے۔ رہی سہی کسر اب اس سے جو ملاقات ہو گی اس میں پوری ہو جائے گی اور اس کے بعد میرے لئے کوئی راہ عمل نہیں رہی۔ دنیا گردی کروں گا اپنی مرضی سے زندگی گزاروں گا' اگر زندگی کے کسی حصے میں ان لوگوں کا کوئی پتہ چل گیا تو خاموشی سے ان کے ساتھ زندگی گزار لوں گا۔ ورنہ صرف موت کا انتظار کروں گا۔

زندگی کی دلچسپیوں سے اب میرا کوئی واسطہ نہیں رہ گیا تھا۔ سوچ رہا تھا کہ پروفیسر سے اس موضوع پر بات کروں اور اسی رات اس ڈرامے کا ڈراپ سین نزدیک آ گیا۔ سیٹھ جبار میرے پاس پہنچا تھا۔ پہلے اس نے مجھے فون کر کے مجھ سے ملاقات کی اجازت چاہی اور میں نے اسے طلب کر لیا اور وہ میرے پاس پہنچ گیا..... ڈرائنگ روم میں' میں نے اس سے ملاقات کی۔ سیٹھ جبار کی حالت قابل دید تھی۔ اس کے گال پچک گئے تھے اور آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔ ہاتھوں میں رعشے کی سی کیفیت تھی۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ وہ کروفر' رعونت اور غرور اب اس کے چہرے پر کہیں نظر نہیں آتا تھا جو اس کی شان تھی۔ میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بھکاریوں کی سی شکل بنا کر بولا۔ "پرنس' پرنس میں سیٹھ جبار ہوں۔ میں عبدالجبار ہوں۔"

"اوہ۔ اچھا اچھا ہاں۔ لیکن آپ کی حالت تو بہت خراب ہو گئی ہے عبدالجبار صاحب سیٹھ عبدالجبار صاحب۔ کیا ہوا آپ کو بیمار ہیں کچھ؟"

"مذاق نہ اڑاؤ۔ خدا کے لئے میرا مذاق نہ اڑاؤ پرنس!"

"کمال ہے آپ تو بار بار خدا کا نام بھی لینے لگے۔ وہ خدا کہاں گیا جو انسانوں کی تقدیر کا مالک تھا جس کے ہر لفظ سے غرور ٹپکتا تھا جس کی آنکھوں میں فرعونوں کی سی رعونت

تھی۔ سیٹھ جبار صاحب میں اس عبدالجبار سے ملنا چاہتا ہوں جس نے مجھ سے کہا تھا کہ ابھی میں دنیا کی ٹھوکریں کھاؤں انسان بن جاؤں گا' اور کما کھاؤں گا۔ آپ نے مجھے اس دنیا میں امتحان کے لئے بھیجا تھا۔ تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجا تھا مجھے آپ نے' میں نے تھوڑی بہت تربیت حاصل کی ہے' کیا خیال ہے آپ کا؟ کیا اب اس دنیا میں رہنے کے قابل بن چکا ہوں یا پھر ابھی کچھ اور ٹھوکروں کی ضرورت ہے مجھے بتایئے سیٹھ عبدالجبار؟"

"کچھ نہ کہو۔ کچھ نہ کہو۔ میں ہارا ہوا جواری ہوں۔ میری درخواست ہے۔ مجھ سے کچھ نہ کہو۔ جو کچھ میں کر چکا ہوں اس کا ازالہ نہیں کر سکتا لیکن احساس ہے دل میں' میں نے اپنا سب کچھ لٹا دیا ہے جانتے ہو میں کہاں رہتا ہوں آج کل۔ ایک چھوٹے سے مکان میں بہت مختصر سا سرمایہ رکھا ہے میں نے اپنے پاس۔ تم میری اینجل مجھے واپس کر دو' میں اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا' یہاں رہوں گا یا کہیں اور نکل جاؤں گا۔ از سر نو زندگی کا آغاز کروں گا' اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا۔ کسی اچھے سے انسان کے ساتھ اور پھر باقی زندگی کسی تاریک گوشے میں گزار دوں گا۔ میں نے جو کچھ کیا اس کا صلہ مجھے مل چکا ہے۔"

"نہیں سیٹھ جبار صاحب ابھی نہیں۔"

"کک۔ کیا مطلب؟ کیا اب بھی تم اینجل کو میرے حوالے نہیں کرو گے؟"

"کیسے کر دوں سیٹھ صاحب؟" میری فریدہ کہاں ہے میری ماں کہاں ہے؟"

"تم جانتے ہو منصور کہ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"ہاں میں جانتا ہوں لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں سیٹھ صاحب کہ آپ نے طارق کو اس بات کی اجازت دی تھی کہ مجھے تباہ کر دیا جائے۔ مجھے جیل بھجوا دیا جائے' میرا دماغ درست کر دیا جائے اور آپ کی اس ہدایت کے تحت مجھے جیل بھیجا گیا۔ پانچ سال کی سزا ہوئی تھی۔ بتایئے کیا چرس فروشی کی سزا پانچ سال ہوتی ہے۔ سیٹھ جبار صاحب' آپ نے تو اپنے تعلقات سے کام لے کر میری زندگی برباد کر دی تھی' مجھے تباہ کیا تھا آپ نے' چلئے میں تباہ ہو گیا تھا کوئی حرج نہ تھا۔ جب میں جیل سے آتا تو مجھے میرا وہ گھر پھر سے تو مل جاتا۔ میری ماں اور بہن کی جس طرح بھی زندگی گزر رہی ہوتی۔ میں کسی دفتر میں کلرکی کر کے ان کا سہارا تو بن جاتا۔ میرے دل میں بھی خواہش تھی کہ میں اپنی فریدہ کی شادی کروں۔ اس کے بعد میں اپنی زندگی گزارنے کے لئے بھی کچھ منصوبے رکھتا تھا۔ سیٹھ جبار صاحب کیا آپ نے مجھے تباہ نہیں کر دیا۔ کیا آپ ہی کے ایما پر یہ سب کچھ نہیں ہوا تھا؟"

"ہوا تھا۔ مجھے اعتراف ہے لیکن اب جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔"

"ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ گزرا ہوا وقت واپس نہیں لایا جا سکتا اگر وقت واپس آ سکتا ہے تو میری ماں اور بہن کو بھی میرے پاس آنا چاہئے اور اگر وقت واپس آ سکتا ہے تو اینجل بھی آپ کو ملنی چاہئے۔"

"کیا کہہ رہے ہو۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"یہی کہ جب تک میری ماں اور بہن مجھے نہیں ملیں گی اینجل آپ کو نہیں ملے گی۔ میں نے جتنا وقت اذیت کے عالم میں کاٹا ہے اور جتنا وقت میں آئندہ کاٹوں گا کم از کم آپ کو اس کا شریک رہنا چاہئے۔ سیٹھ جبار صاحب! سمجھے آپ۔ طارق کے ساتھ میں دوبئی گیا تھا۔ طارق نے میری ماں اور بہن کو بازار حسن میں فروخت کر دیا تھا۔ دوبئی میں میری بہن گھناؤنے قسم کی زندگی گزارتی رہی ہے اور اس کے بعد کسی گاہک نے اسے ہمیشہ کے لئے خرید لیا اور کہیں لے گیا۔ کہاں؟ آپ بتا سکتے ہیں سیٹھ جبار صاحب؟"

"مم۔ میں۔ میں' کیا بتا سکتا ہوں؟"

"آپ اینجل کے بارے میں بھی کبھی نہیں جان سکتے' جس طرح آپ مجھے میری ماں اور بہن کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتے۔ اسی طرح میں آپ کو اینجل کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ سمجھے آپ اب اینجل بھی وہی زندگی بسر کرے گی جو میری بہن کو بسر کرنا پڑی ہے۔"

"نہیں نہیں۔" سیٹھ جبار حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ میں تمہیں فنا کر دوں گا سمجھے تم۔ میں لاکھ کمزور ہو گیا ہوں لیکن اب بھی' اب بھی میرے اندر اتنی قوت باقی ہے کہ میں تمہاری جان لے سکوں۔"

"تو یہ بھی کر کے دیکھ لو۔ سیٹھ جبار سمجھے تم' میں تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں آؤ مجھ پر حملہ کرو اور مجھے قتل کر دو۔" میں نے سینہ تان کر کہا اور سیٹھ جبار کپکپانے لگا۔ اس کا ذہنی ہیجان عروج پر پہنچ گیا تھا۔ چہرہ آگ کی طرح سرخ نظر آ رہا تھا۔ آنکھیں شیشے کی گولیاں لگ رہی تھیں۔ وہ وحشت کی حدود میں داخل ہو چکا تھا۔

"تو اینجل کو مجھ سے جدا نہیں کر سکتا' سمجھا کتے' میری اینجل کہاں ہے؟ مجھے اینجل واپس دے دو۔"

"کون اینجل' میں کسی اینجل کو نہیں جانتا۔"

"تو جانتا ہے' تو جانتا ہے' میں کہہ رہا ہوں تو جانتا ہے۔"

"تم کون ہو؟ میں تمہیں نہیں جانتا۔ نکال دو اس بوڑھے پاگل کو یہاں سے۔" میں نے غرا کر کہا اور میرے کچھ ملازم اندر گھس آئے۔

"اسے لے جاؤ اور کوٹھی سے دور دھکے دے کر نکال دو۔ لے جاؤ اسے۔" میں نے گرج کر کہا اور میرے ملازموں نے سیٹھ جبار کے بازو پکڑ لئے۔ سیٹھ جبار بری طرح چیخ رہا تھا۔

"نہیں نہیں۔ اینجل مجھے دے دے' اینجل' فرشتے' خدا' کہاں ہے تو' میری اینجل کہاں ہے۔" وہ دیوانہ وار بکواس کرنے لگا اور پھر اس کے قہقہے میرے کانوں میں گونجنے لگے۔ وہ دماغی توازن کھو بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے بال نوچ ڈالے' کپڑے پھاڑ ڈالے لیکن میرے آدمی اسے باہر کھینچتے ہوئے لے گئے تھے۔ فینی' نادرہ اور دوسرے تمام لوگ عجیب سی نگاہوں سے سیٹھ جبار کو دیکھ رہے تھے۔ ان سب ہی کو اب حالات کا علم ہو گیا تھا اور وہ جانتے تھے کہ میرے اور سیٹھ جبار کے درمیان کیا چپقلش ہے' آج وہ فرعون کا غرور خاک میں ملتے دیکھ رہے تھے۔

سیٹھ جبار کو کوٹھی سے کافی دور بھگا دیا گیا وہ قہقہے لگا رہا تھا اور اچھل اچھل کر چیخ رہا تھا۔ اس کے الفاظ بے ربط تھے' وہ ذہنی توازن کھو چکا تھا۔ اس نے اپنا چہرہ نوچ لیا تھا اور جگہ جگہ اس کے چہرے پر خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ میں نے ملازموں سے کہا کہ اسے دھکے دے کر کوٹھی سے اور دور چھوڑ آؤ اور ملازم اسے گھسیٹتے ہوئے لے جانے لگے۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ آنکھوں کے حلقوں سے دو انگارے سلگ رہے تھے۔ کنپٹیاں گرم ہو رہی تھیں اور کانوں سے آگ نکل رہی تھی۔

میرے دل و دماغ پر بھی لرزہ طاری تھا جو کچھ میں نے کیا تھا وہ انتقام تھا۔ ہاں۔ وہ منصور کا انتقام تھا۔ سارے منصور سولی پر نہیں لٹکائے جاتے۔ کبھی کبھی دوسروں کو بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

میں اپنے اس اقدام سے مطمئن تھا۔

فینی نے اخبارات میرے سامنے لا کر رکھے تھے۔ ایک خبر کو سرخ پینسل سے انڈر لائن کیا گیا تھا۔ میں وہ خبر پڑھنے لگا' سیٹھ جبار سے متعلق تھی۔ شہر کا انتہائی دولت مند شخص سیٹھ جبار اچانک دیوالیہ ہو کر پاگل ہو گیا۔ یہ سرخی لگائی گئی تھی اور اس کے بعد جو خبر تھی وہ کچھ اس طرح کی تھی۔ نامہ نگار۔ شہر کی سڑکوں پر ایک باوقار شخصیت کو خاک اڑاتے اور قہقہے لگاتے دیکھا گیا۔ وہ گاڑیوں پر پتھراؤ کر رہا تھا اور لوگوں کو نقصان پہنچا رہا تھا۔ اس لئے پولیس نے اسے گرفتار کر لیا جب اس شخصیت کے بارے میں معلومات حاصل کی گئیں تو پتہ چلا کہ یہ ملک کا ایک بہت بڑا سرمایہ دار اور بہت سے رفاہی اداروں کا سربراہ سیٹھ جبار تھا جو اچانک دیوالیہ ہو گیا۔ اس کا کاروبار بہت سے ممالک میں پھیلا ہوا

تھا لیکن یہ سارا کاروبار فروخت کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کی اپنی کوٹھی بھی نیلام ہو گئی۔ وہ دولت جو اس سرمایہ دار نے اپنے اثاثے بیچ کر حاصل کی تھی لاپتہ ہے اور اس کے بارے میں کوئی نشان نہ مل سکا کہ وہ کہاں گئی؟ پولیس اس سلسلے میں اعلیٰ حکام کے ایما پر تحقیقات کر رہی ہے کہ سیٹھ جبار کے ساتھ یہ سب کچھ کیسے ہوا' سیٹھ جبار کی ایک بیٹی اس کی تمام دولت اور جائداد کی وارث تھی وہ لاپتہ ہے اور اس کے بارے میں کہیں سے سراغ نہیں مل سکا۔ سیٹھ جبار کو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ایک دماغی ہسپتال میں داخل کرا دیا گیا ہے اور پولیس تندہی سے اس کی اس کیفیت کے بارے میں تفتیش کر رہی ہے۔

میں نے اس خبر کو پڑھ کر فینی کی جانب دیکھا۔ فینی منتظر کھڑی تھی۔

"ٹھیک ہے فینی اچھی خبر ہے اور کچھ!"

"نہیں جناب۔ بس میں نے سوچا شاید آپ کو اس خبر سے کچھ دلچسپی ہو۔"

"شکریہ فینی آرام کرو۔" میں نے جواب دیا اور پھر آرام سے ناشتہ کرتا رہا۔ ناشتہ کرنے کے بعد میں تیار ہو کر باہر نکل آیا۔

ڈرائیور کو میں نے عدنان کے دفتر چلنے کو کہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں عدنان کے سامنے تھا۔ عدنان کافی مصروف نظر آ رہا تھا لیکن غیر مطمئن نہیں تھا۔ اس نے ہمیشہ کی طرح میرا استقبال کیا اور میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"سیٹھ جبار کے بارے میں خبر دیکھی عدنان؟"

"جی ہاں۔ اور دوسری خبر آج کے اخبارات کو نہیں مل سکی یقیناً کل کے اخبارات میں یا آج شام کے اخبارات میں وہ خبر چھپی ہو گی۔"

"وہ کیا؟"

"سیٹھ جبار دماغی اسپتال سے نکل بھاگا ہے۔ اس نے ایک ڈاکٹر اور دو نرسوں کو زخمی کر دیا ہے۔ ابھی تک وہ پولیس کے ہاتھ نہیں لگ سکا غالباً کہیں روپوش ہو گیا ہے۔"

"گڈ۔ گڈ۔ سیٹھ جبار اب اپنی زندگی کا صحیح لطف حاصل کر رہا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے جناب سرکاری پیمانے پر بڑی ہنگامہ آرائیاں ہو رہی ہیں۔ نجانے یہ کون ہمدرد ہیں' سیٹھ جبار کے جو ہمارے بارے میں باقاعدہ چھان بین کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے وزارت داخلہ کی طرف سے آپ کے لئے کچھ اور کارروائی ہو گی۔ حکام اس معاملے میں کافی سنجیدہ ہیں اور یقیناً ہوں گے کیونکہ سیٹھ جبار کافی عرصے تک بہت سے لوگوں کا دوست رہا ہے اور اب وہ لوگ اس سے وفاداری کا ثبوت تو دیں گے ہی۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا عدنان۔ ہمارے ہاتھ صاف ہیں۔ میں اس سلسلے میں اپنے طور پر بھی کچھ منصوبہ بندی کر رہا ہوں۔ تمہیں بہت جلد اس سے آگاہ کروں گا۔"

"یقیناً جناب ہم جن چیزوں کو قانونی طور پر کرتے رہے ہیں ان کا پورا پورا حساب دیں گے۔ میں بھی ان دنوں کافی مصروف ہوں۔ بلکہ میں نے کچھ اور لوگوں کو اپائنٹ کیا ہے۔ جو میرے ساتھ تعاون کر رہے ہیں۔"

"بہت اچھا کیا تم نے۔ سارے کام اسی انداز ہونے چاہئیں جس طرح میں نے تمہیں ہدایت کی ہے۔"

"بہتر پرنس۔ آپ مطمئن رہئے۔" عدنان نے جواب دیا۔

اس رات جب میں کھانے سے فارغ ہوا دفعتاً فینی نے مجھے ایک اطلاع دی اور میں چونک پڑا۔ اس سے قبل کبھی بھی پروفیسر شیرازی میرے پاس نہیں آئے تھے۔ اس کوٹھی میں انہوں نے پہلی بار قدم رکھا تھا۔ فینی نے مجھے ان کے اور ڈی آئی جی آفتاب احمد کے آنے کی اطلاع دی تھی۔ میں فوراً ہی ڈرائنگ روم کی جانب بڑھ گیا۔

ڈرائنگ روم میں پروفیسر شیرازی موجود تھے اور ڈی آئی جی آفتاب احمد ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

"اوہ۔ آپ تشریف رکھئے۔ آپ نے کیسے زحمت کی؟" میں نے ان دونوں سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا تھا۔

"بھئی یہ اپنے آفتاب احمد مجھے گھسیٹ لائے سر راہ ملاقات ہو گئی تھی۔ ان سے بہت سی باتیں ہوئیں اور اس کے بعد یہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ وہاں سے سیدھے ہم یہاں آ رہے ہیں۔" پروفیسر شیرازی نے جواب دیا۔

"شکریہ۔ تشریف رکھئے! فرمایئے کیا خدمت کر سکتا ہوں' میں آپ دونوں حضرات کی؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ڈی آئی جی آفتاب احمد مجھے گھور رہے تھے پھر انہوں نے کہا۔ "سیٹھ جبار کے بارے میں آپ نے آج کے اخبارات میں خبر پڑھ لی ہو گی پرنس دلاور!"

"جی ہاں۔ بڑی دلچسپ خبر تھی۔ ایک بڑا آدمی اچانک ہی دیوالیہ ہو گیا۔ اچانک تو اس طرح دیوالیہ نہیں ہوا جا سکتا ڈی آئی جی صاحب!"

"منصور مجھ سے تو کم از کم ایسی گفتگو نہ کرو۔"

"اوہو ہو۔ آپ مجھے غلط نام سے مخاطب کر رہے ہیں ڈی آئی جی صاحب۔ پرنس دلاور کہئے۔ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں منصور ہوں۔" ڈی آئی جی صاحب نے

گہری سانس لے کر پروفیسر شیرازی کی طرف دیکھا اور پھر بولے۔

"پروفیسر آپ بھی انہیں پرنس دلاور کہیں گے؟" پروفیسر خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھے رہے پھر بولے۔ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں آفتاب صاحب؟"

"پروفیسر میں جو بھی گفتگو کر رہا ہوں ایک قانونی آدمی کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک انسان کی حیثیت سے کر رہا ہوں۔ کیا مجھے اس کی اجازت دلا سکتے ہیں' پرنس دلاور سے؟"

"جی' جی فرمائے۔"

"پروفیسر کیا میں جان سکتا ہوں کہ پرنس دلاور سے آپ کا کیا تعلق ہے؟"

"آپ کا یہ سوال پولیس آفیسروں کا سا ہے کیا میں اس کا جواب دینے کے لئے مجبور ہوں۔" شیرازی نے کہا۔

"نہیں اگر اس میں پولیس افسران کے سے لہجے کی کچھ بات آگئی ہے تو اس کے لئے معافی چاہتا ہوں۔ میں اسی حیثیت سے آپ سے یہ سوال کر رہا ہوں جس حیثیت سے آپ کی پہلی کوٹھی میں حاضر ہوا تھا اور آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ منصور کی مدد کی جائے اور اس کے لئے میں نے اپنے عہدے کو داؤ پر لگا دیا تھا۔ میں صرف اسی حیثیت سے یہاں آیا ہوں اگر اس حیثیت سے مجھے قبول نہ کیا جا سکے تو میں واپسی کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"کیوں پرنس کیا خیال ہے؟"

"پروفیسر! آپ کے بہت گہرے تعلقات ہیں ڈی آئی جی صاحب سے بھلا میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان کی کوئی حیثیت قبول نہ کریں۔"

"یہ حیثیت تمہیں بھی قبول کرنا ہو گی منصور بیٹے! میری بات مان جاؤ۔ آخر تمہارے والد بھی تھے' تم ان کا احترام تو کرتے ہو گے۔"

ڈی آئی جی آفتاب احمد کہنے لگے۔

"خوب' تو آپ احترام کے رشتے سے بات کر رہے ہیں۔ ڈی آئی جی صاحب۔"

"ڈی آئی جی صاحب نہ کہو۔ چچا کہہ لو۔ آفتاب احمد کہہ لو' جو دل چاہے کہہ لو۔ وقت مجھے ڈی آئی جی نہ کہو۔"

"جی حکم دیجئے چچا جان۔ کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟"

"اینجل کے بارے میں بتا دو جو کچھ ہوا ہے وہ تمہارے اور حکومت کے درمیان ہے۔ اس کی بیٹی اسے دے دو تو شاید اس کا ذہنی توازن درست ہو جائے۔"

"شرط وہی ہے ڈی آئی جی صاحب' امی اور فریدہ مجھے دے دیں تاکہ میرا ذہنی توازن بھی درست ہو جائے۔"

"کاش میں انھیں لا سکتا۔"

"تو پھر آپ مجھ سے ایک ایسی شے کا مطالبہ کیوں کر رہے ہیں جس کا میں نے اعتراف بھی نہیں کیا۔"

"صرف انسانیت کے نام پر۔"

"انسانیت تو میرے لیے بھی کچھ کر سکتی ہے۔ آفتاب احمد صاحب! خدا کے لیے میرے لیے بھی کچھ کیجئے۔"

"مگر ان کا پتہ اسے نہیں معلوم وہ جو کچھ کر چکا ہے' میرے خیال میں اس کو اپنے کیے کی بھرپور سزا مل چکی ہے۔ شاید ہی کسی کو زمانے میں یہ دن دیکھنا نصیب ہوا ہو۔"

"کمال کی بات ہے آپ سب کو اس سے ہمدردی ہے مجھ سے نہیں۔"

"نہیں منصور۔ تم سے بھی اتنی ہمدردی ہے لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھارے لیے کیا کیا جائے۔"

"صرف ایک کام۔" میں نے انگلی اٹھا کر کہا۔

"کیا---- بتاؤ؟"

"آپ لوگ بالکل خاموش رہیں۔ اسے سزا ملنے دیں' اسے موت کے گھاٹ اترنے دیں۔ یوں سمجھ لیں آفتاب احمد صاحب کہ خدا نے مجھے میرے ذہن و دل پر قابو دیا ہے ورنہ میں اس طرح سڑکوں پر گھسٹ رہا ہوتا تو آپ لوگ میرے لیے یہ جد و جہد نہ کرتے۔"

"ہاں۔ میں اعتراف کرتا ہوں اس بات کا' شاید حکومت کو اور دوسرے لوگوں کو تم سے اتنی ہمدردی نہ ہوتی۔"

"اس کے باوجود۔ میں آپ کو اپنے دوستوں میں تصور کروں۔"

"نہیں منصور۔ تم سے بحث نہیں کی جا سکتی لیکن بیٹے میں تمہیں آفتاب احمد کی حیثیت سے اور اس رشتے کی حیثیت سے جو ابھی ابھی میرے اور تمھارے درمیان قائم ہوا ہے ایک اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

"حکم فرمایئے۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"وزیر داخلہ براہ راست تمہیں طلب کرنے والے ہیں۔ تمھارے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی۔ تمھارا پس منظر پوچھا جائے گا۔"

"تو آپ کا خیال کیا ہے؟ کیا میں یہاں کمزور پڑوں گا؟"

"نہیں لیکن تم سے پوچھا جائے گا کہ تم منصور سے پرنس ولاور کیسے بنے؟"

"نام تبدیل کرنا کوئی جرم تو نہیں ہے۔ آفتاب احمد صاحب۔"

"بے شک نہیں ہے لیکن وہ دولت وہ سرمایہ جس سے تم نے یہ کاروبار شروع کیا۔" آفتاب احمد صاحب بولے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"میں اس کا بھی تسلی بخش جواب دوں گا' آفتاب احمد صاحب لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ میں یہ بھی مطالبہ کروں گا اس میٹنگ میں کہ سیٹھ جبار کا پس منظر اس کی دولت اور اس کے حصول کا ذریعہ بھی معلوم کیا جائے اور اس کے بعد مجھ سے پوچھا جائے کہ میرے پاس یہ دولت کہاں سے آئی۔ میں ان لوگوں کو بھی بے نقاب کروں گا جو سیٹھ جبار کو ایک سرمایہ کار سے خدا بنانے میں معاون رہے ہیں' بہت سی باتیں سامنے آئیں گی' آفتاب احمد صاحب جب ان باتوں سے میری تشفی ہو جائے گی تو میں اپنے بارے میں بھی بتا دوں گا اگر مجھے غلط کاریوں کا مجرم پایا گیا اگر میرا سرمایہ ناجائز ذرائع سے سامنے آیا تو میں بھی وہ سزا قبول کر لوں گا۔ جو میرے لیے تجویز کی جائے گی۔" آفتاب احمد صاحب پریشان کن نگاہوں سے مجھے دیکھتے رہے پھر وہ پروفیسر سے بولے۔ "پروفیسر آپ ہی میری مدد کریں اس سلسلے میں۔"

"میاں تم اتنے پریشان کیوں ہو آخر' مرے کیوں جا رہے ہو' سیٹھ جبار کے لیے۔ اس بچے کو بھی تو جواب دو۔ تمہیں اندازہ ہے کہ یہ کتنا معصوم تھا۔ تمھارے تو علم میں ہے یہ بات کہ اس پر قتل کا جھوٹا الزام لگایا گیا تھا' اگر تم میرے کہنے سے میرے اوپر احسان کرتے ہوئے اس کی جان نہ بچالیتے تو کیا پھانسی نہ چڑھ چکا ہوتا۔ کس منہ سے کہہ رہے ہو یہ بات۔ کس بنیاد پر کہہ رہے ہو---- ہر ذی روح برابر کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کیا بات ہوئی کہ ایک آدمی کو تم نے آسمان پر چڑھا دیا اور دوسرے کو زمین ہی پر دیکھنے کے خواہش مند ہو۔ ہاں ٹھیک ہے یہ بات میں کہہ رہا ہوں اگر اعلیٰ سرکاری پیمانے پر پرنس کے بارے میں تحقیقات کی جاتی ہے تو میں چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ پرنس ولاور اپنی جگہ پر بالکل صحیح نکلے گا۔ اس نے کوئی بلیک مارکیٹنگ نہیں کی' کوئی جعل سازی' ڈاکا زنی نہیں کی۔ دولت اس کے پاس جہاں سے آئی ہے۔ یہ اس کا ثبوت دے گا اور اس کے بعد دولت جس طرح بڑھی ہے' یہ اس کا بھی ثبوت دے گا۔ سارے کاروبار صاف ہیں اس کے' اس نے کہیں بھی غلط کاریاں نہیں کی ہیں۔ آفتاب میاں! سمجھے' ان چکروں میں مت پڑو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ جو کچھ کیا گیا ہے ٹھوس بنیادوں پر اور سوچ سمجھ کر کیا گیا ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا صرف ایک آدمی ذہین ہو سکتا ہے؟"

"میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا پروفیسر شیرازی کہ آپ منصور کے ساتھ ہیں' میں آپ کے

بارے میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں آپ کی بڑی عزت اور بڑی قدر کرتا ہوں پروفیسر! آپ کو میں نے ہمیشہ ایک آئیڈیل سمجھا ہے۔ درحقیقت پرنس دلاور بے سبب پرنس دلاور نہیں بنا۔ اس کے پس پشت بہت بڑے بڑے لوگ تھے۔"

"تو تم ان بڑے بڑے لوگوں کو پکڑ کر پھانسی دے دو' پھانسی چڑھا دو۔ صرف اس جرم کی بنا پر کہ انھوں نے ایک بے سہارا' بے کس انسان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیوں کیا؟"

"نہیں۔ میں خود بھی منصور کے ساتھ ہوں' پرنس دلاور کے ساتھ ہوں۔ میری خدمات ہر طرح حاضر ہیں بس یونہی چاہتا تھا کہ منصور اتنے برے نہ بنیں۔ مجھے ان سے دلی لگاؤ ہے۔" آفتاب احمد صاحب ڈھیلے پڑ گئے۔

"آفتاب احمد صاحب' میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ سے گفتگو کرتے ہوئے میرا لہجہ تلخ ہو گیا لیکن میرے حقائق پر بھی تو غور کیجئے۔ مجھے بھی تو بتایئے کہ میں کیا کروں؟۔۔۔۔۔ اگر میں آپ کو سڑکوں پر اسی طرح پتھر مارتا ہوا نظر آتا تو آپ مجھ سے اتنی ہمدردی کا مظاہرہ کرتے؟ اگر کرتے تو صرف اتنا کہ مجھے کسی دماغی امراض کے ہسپتال میں داخل کرا دیتے اور میرے علاج کا بوجھ اٹھا لیتے۔ ڈی آئی جی صاحب! میں وہ سب کچھ نہیں بن سکا لیکن میری اندرونی کیفیت بھی وہی ہے۔ خدا کے لیے مجھ سے ہمدردی کیجئے اور مجھے بھی انسانوں ہی میں شمار کیجئے۔" ڈی آئی جی صاحب اس کے بعد کچھ نہ بولے۔ بس گہری گہری سانسیں لیتے رہے پھر انھوں نے پروفیسر شیرازی سے کہا "پروفیسر میں شکر گزار ہوں آپ کا کہ آپ نے میرے لئے اتنی زحمت کی۔ درحقیقت مجھے اندازہ ہو چکا ہے کہ پرنس دلاور کے خلاف کوئی جرم ثابت کرنا ممکن نہ ہو گا اور پھر اعلیٰ حکام میں بھی آپس میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ پرنس دلاور کے خلاف باقاعدہ تفتیش کی جائے اور کچھ کا کہنا ہے کہ پرنس دلاور جیسا نیک طینت انسان جرائم میں ملوث نہیں ہو سکتا۔ اس کی توہین نہ کی جائے۔ بہر صورت دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے منصور میاں! اجازت دو مجھے۔"

"میری خواہش تھی کہ آپ کافی پی کر جاتے۔"

"ٹھیک ہے منگواؤ بھئی' مجھے تم سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں۔ میں تمہارا ہمنوا ہوں لیکن ان تمام باتوں کا کوئی حل نہیں نکل رہا۔ کاش میں اس سلسلے میں خود بھی کچھ کر سکتا۔"

کافی پی گئی' پروفیسر شیرازی' آفتاب احمد کے ساتھ باہر تک آئے۔ انھوں نے کہا کہ "یہاں کچھ دیر تک رکیں گے۔" آفتاب احمد صاحب شکریہ ادا کر چلے گئے۔ پروفیسر شیرازی

ہاتھ ملتے ہوئے میرے ساتھ اندر آ گئے۔

"منصور میاں! ساری تفصیلات مجھے نہیں معلوم ہو سکیں' میں تو اخبار پڑھ کر خود حیرت زدہ رہ گیا تھا' اور سچ مانو تو میں سیٹھ جبار کا یہ حشر دیکھنے کے لیے ہی باہر نکلا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ ہسپتال جا کر ذرا اس کی عیادت کروں' دیکھوں تو سہی کس کیفیت میں ہے کہ ڈی آئی جی آفتاب احمد مجھے مل گئے اور انھوں نے مجھ سے بہت سی باتیں کیں' تمہارا حوالہ دیا اور کہنے لگے کہ میں نے تم پر سے ہاتھ نہیں اٹھایا ہو گا۔ میں نے انحراف نہیں کیا۔ اس بات سے منصور میاں کیونکہ جھوٹ بولتے ہوئے مجھے وحشت سی ہوتی ہے۔ میں نے ان سے کہا کہ ہاں منصور سے میرا رابطہ ہے۔ جب انھوں نے یہ کہا کہ وہ منصور اور پرنس دلاور سے اچھی طرح واقف ہیں تو پھر میں نے ان کے ساتھ یہاں آنا منظور کر لیا۔ بڑی درخواست کی تھی۔ انھوں نے مجھ سے۔ میں انکار نہ کر سکا۔"

"ٹھیک کیا آپ نے۔ میں نے اب یہ بات صاف صاف کہہ دی ہے لوگوں سے کہ میں منصور ہوں پرنس دلاور کس طرح بنا' یہ میرا اپنا ذاتی معاملہ ہے اسے میں جانوں اور میرا کام۔ پروفیسر شیرازی اگر حکومت ہمارے سلسلے میں اعتراض کرتی ہے تو کیا آپ اپنے سرمائے کی تفصیل نہیں پیش کر سکیں گے؟"

"کیوں نہیں بھئی؟"

"کیا گل کا کاروبار ناجائز تھا؟"

"ہرگز نہیں۔"

"کیا آپ دونوں کا سرمایہ اتنا نہ تھا کہ منصور پرنس دلاور بن سکتا؟"

"یقیناً تھا اور ہے اور اس کے بعد ہم نے جو کاروبار کیا' اس نے ہمارے اثاثے بڑھائے اس میں تشویش کی کیا بات ہے۔" پروفیسر شیرازی نے کہا۔

"تو ٹھیک ہے میں عدالت میں پیش ہوں گا اور اپنے بارے میں یہی تفصیلات بتا دوں گا۔ اس میں حرج کیا ہے؟"

"کوئی حرج نہیں منصور! سرمایہ ہمارا اپنا تھا۔ ہم نے جس مد میں بھی خرچ کیا وہ ہمارا اپنا معاملہ ہے کسی کو اس سے کیا؟"

"تو پھر پریشانی کس بات کی؟"

"نہیں پریشانی کوئی نہیں ہے' لیکن تم مجھے تفصیل نہیں بتاؤ گے؟"

"ہاں یقیناً یہ میری ذمے داری ہے بلکہ میں تو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا۔ کھیل ختم ہو چکا ہے پروفیسر۔ اب اس کھیل کو مزید آگے بڑھانے کی کوئی گنجائش نہیں رہی

ہے۔ بہتر ہوتا کہ گل بھی ہمارے پاس ہوتیں بلکہ یوں کرتے ہیں' گل کو ہم ٹیلی فون کر کے بلائے لیتے ہیں۔ میں اپنی ساری رپورٹ آپ کے سامنے پیش کروں گا۔"

پروفیسر نے گردن ہلا دی اور ہم دونوں ٹیلی فون کے نزدیک پہنچ گئے۔ میں نے ایگل اسکوائر کے بنگلے کے نمبر ڈائل کیے اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ دوسری طرف سرخاب نے فون ریسیو کیا تھا۔

"ہیلو سرخاب۔ میں منصور بول رہا ہوں۔"

"بھیا۔ خیریت۔ آپ نے خبر پڑھی؟"

"ہاں سرخاب پڑھی ہے دل چاہے تو تم بھی آ جاؤ۔ ذرا گل کو بلا دو۔"

"اچھا اچھا ابھی بلاتی ہوں۔" سرخاب نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد گل فون پر موجود تھی۔

ہیلو منصور یہ خبر سچ ہے کیا؟"

"کمال ہے سیٹھ جبار سے میرا کون سا ایسا گہرا رشتہ ہے گل جو آپ اس کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہی ہیں۔ خبر سچ ہی ہو گی' تب ہی تو اخبار میں چھپی ہے۔"

"لیکن منصور یہ سب کیسے ہوا؟ بڑی عجیب سی باتیں ہیں۔ کیا میں ان پر یقین کر لوں۔"

"اگر یقین کرنے میں کوئی دشواری ہو رہی ہے تو پرنس دلاور کی کوٹھی پہنچ جاؤ۔"

"کیا مطلب۔ مم۔ میں۔"

"ہاں پروفیسر شیرازی بھی یہاں موجود ہیں۔ تم اور سرخاب بھی چلی آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"مگر۔ کیا۔ کیا میرا وہاں آنا مناسب ہو گا؟"

"بالکل مناسب ہو گا تم آ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"اچھا میں پہنچ رہی ہوں۔" گل نے جواب دیا اور ریسیور رکھ دیا۔ پروفیسر شیرازی اور میں' گل اور سرخاب کا انتظار کر رہے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں پہنچ گئیں۔ گل نے شاید پہلی بار پرنس دلاور کی کوٹھی دیکھی تھی مسکراتی ہوئی میرے پاس آئی اور معنی خیز انداز میں کہنے لگی۔ "تو یہ ٹھاٹ ہیں جناب کے۔ دیکھا سرخاب' پرنس دلاور نے کبھی ہمیں اپنی کوٹھی پر مدعو نہیں کیا۔ اگر ایک وقت کا کھانا کھلا دیتے تو کیا حرج تھا۔" سرخاب مسکرانے لگی تھی۔ میں مسکراتا ہوا ان دونوں کو اندر لے آیا' پروفیسر شیرازی اندر ہی صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر تھکن کے آثار نمایاں تھے۔

گل اور سرخاب کو میں نے بڑے پیار سے بٹھایا اور خود بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا۔

"پروفیسر بہتر ہو گا کہ آپ ان لوگوں کو تفصیل سے آگاہ کر دیں۔"

"نہیں بھئی میں اپنے اندر یہ ہمت نہیں پا رہا۔ تم خود ہی بتاؤ۔ پروفیسر نے جواب دیا ور میں خاموش ہو کر الفاظ کا انتخاب کرنے لگا۔ پھر میں نے کہا۔ "گل صاحبہ! پروفیسر یرازی اور سرخاب بہن! تفصیل میں جانا بے کار ہے۔ میرے حالات آپ لوگوں کے علم یں ہیں۔ امی اور فریدہ کے بارے میں آپ کو یہ علم ہے کہ کس طرح انھیں مجھ سے جدا کر دیا گیا۔ میں نے ان کی تلاش کے سلسلے میں جو جو صعوبتیں اٹھائیں ان میں سے کچھ آپ کے علم میں ہیں لیکن کچھ اور بھی میں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ سیٹھ جبار سے بہت سے معاملات چلے' اس کا ایک خاص کارکن طارق جو در حقیقت ذاتی طور پر میری امی اور فریدہ کی تباہی کا باعث بنا اب مر چکا ہے۔ ذرا اس کی تفصیل عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ آپ نے مجھے منصور سے پرنس دلاور بنایا۔ اس سے قبل میں جن حالات کا شکار ہوا تھا۔ اس کی تفصیل میری اور بہروز کی زبانی سن چکے ہیں۔ پرنس دلاور بننے کے بعد میں نے آپ کے زیر ہدایت سیٹھ جبار کے خلاف عمل کا آغاز کر دیا۔ اور عدنان میرا پشت پناہ ہی نہیں بلکہ میرے اس تمام سلسلے کو مکمل طور پر آگے بڑھانے میں سرفہرست رہا ہے۔ اس ذہین آدمی نے ہر مرحلے پر جتنی ذہانت سے میری عزت رکھی ہے۔ اسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا اور آپ لوگوں نے جس طرح میرے لیے ایثار کیا' اس کے لیے میں آپ سے عرض کر سکتا ہوں کہ خدا آپ کو اس کا اجر دے گا۔ ایک مظلوم اور بے سہارا انسان کو آپ نے کیا سے کیا بنا دیا۔ یہ آپ کی شرافت اور نیک نیتی ہے۔ میں آپ کے کون کون سے احسانات کا تذکرہ کروں گا۔ اب میں اصل موضوع پر آتا ہوں۔ سیٹھ جبار میرے ہاتھوں پے در پے شکست کھاتا رہا۔ میں اس کے بارے میں مکمل طور پر منصوبہ بندی کرتا رہا کہ کس طرح اس کو زچ کیا جا سکتا ہے۔ میں نے اس کے بے شمار افراد کو قتل کیا وہ جس راستے سے بھی آگے بڑھا میں نے اس راستے کو مسدود کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ میرے سامنے چاروں خانے چت آ گرا۔ اس کی بیٹی اینجل میری جانب ملتفت ہوئی اور میرے لیے اپنے باپ کے خلاف کام کرنے کو تیار ہو گئی۔ میں نے اسے اپنی تحویل میں لیا تو سیٹھ جبار کے تابوت میں آخری کیل ٹھک گئی۔ اور اس کے بعد میں نے اینجل کے بل پر سیٹھ جبار کو مجبور کیا کہ وہ اپنے تمام اثاثے میرے ہاتھ فروخت کر دے۔ قانونی طور پر ان اثاثوں کا اندراج مکمل ہے۔ لیکن جو رقم میں سیٹھ جبار کو ان کے عوض دیتا رہا۔ وہ میرے پاس واپس آتی رہی اور اب میں اس کی ہر چیز کا مالک ہوں' یہاں تک کہ اس کی کوٹھی بھی

میرے قبضے میں ہے اور وہ سڑکوں پر پاگل کتے کی طرح پھر رہا ہے لیکن اس کا پس منظر بہت المناک ہے اور میں آپ کی ہمدردی کا متمنی ہوں۔ طارق نامی شخص نے اس وقت جب کہ میں جیل میں تھا۔ سیٹھ جبار کے ایما پر میری ماں اور بہن کو گھر سے اغوا کیا اور انھیں ایک بیسوا کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ وہ عورت انھیں لے کر دوبئی چلی گئی۔

وہاں میری بہن کو عصمت فروشی پر مجبور کیا گیا پھر کوئی شخص ان دونوں کو اس عورت سے خرید کر لے گیا۔ میں خود دوبئی گیا۔ طارق میرے ساتھ تھا' وہاں سے مجھے یہ تمام معلومات حاصل ہوئیں جو حقائق پر مبنی ہیں اور ان میں کوئی شک نہیں ہے۔ اب وہ کہاں ہیں' ان کا پتہ چلانا ناممکن ہے میرے لیے۔" میری آواز بھرا گئی تھی اور ان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

دفعتاً" سرخاب پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ "یہ نہیں ہو سکتا۔" وہ بلکتے ہوئے کہہ رہی تھی۔ گل کے رخسار بھی بھیگ گئے۔

"یہ ہو چکا میری بہن۔ سرخاب یہ ہو چکا ہے۔ میں کتنا بے غیرت بھائی ہوں۔ دیکھو لو ایک بے غیرت انسان کو۔ میری معصوم فریدہ بیسوا بن گئی ہے اور میں زندہ ہوں۔ کیا مجھ جیسے انسان کو خود کشی نہیں کر لینی چاہیے کیا میں اس کے بعد بھی زندہ رہوں؟"

"نہیں منصور بھیا۔" تم خود کشی نہیں کرو گے۔ تم زندہ رہو گے۔ میرے لیے' اپنی سرخاب کے لیے۔"

اس کے باوجود ڈی آئی جی صاحب کہہ رہے تھے کہ میں سیٹھ جبار کو معاف کر دوں۔ اس کے ہمدرد اس کی زندگی کے خواہاں ہیں۔ کیا سمجھتے ہیں مجھے۔ پاگل ہوں یا میں فرشتہ ہوں۔ میں ساری دنیا سے جنگ کروں گا۔ اس کے ایک ایک ہمدرد کو مٹا دوں گا۔ روئے زمین سے۔ دیکھتا ہوں کون میرا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ میں قتل عام کروں گا۔ بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی سیٹھ جبار سے ہمدردی کرنے والوں کو۔"

پروفیسر شیرازی کی پیشانی کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ وہ ذہنی طور پر بہت منتشر نظر آ رہے تھے۔ گل کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے تھے۔ سرخاب بدستور رو رہی تھی۔

"ہاں بیٹے۔ اب بھی تم ہمیں غیر سمجھتے ہو۔ میں تمہارا باپ نہیں ہوں لیکن کیا تم مجھے میری محبت کی سزا دو گے۔ کیا میں تمہاری جدائی برداشت کرنے کے لیے زندہ رہوں گا۔" پروفیسر نے کہا اور سرخاب کی سسکیاں پھر جاری ہو گئیں۔

"میں تو آپ کو سگے بھائی کی طرح جانتی ہوں بھیا۔ جب سے آپ ملے ہیں۔ میں نے ہمیشہ اپنی پشت پر آپ کا ہاتھ محسوس کیا ہے۔ کیا آپ مجھے یہ مان نہیں دیں گے۔"

"نہیں سرخاب۔ میں تم سب کے سہارے جیوں گا بیٹے۔ مجھے جینا ہو گا۔" میں نے گلوگیر ہو کر کہا۔

"فریدہ فرشتوں کی طرح معصوم ہے۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں اس کا کیا قصور ہے؟ اگر وہ ہمیں مل گئی تو ہم اس کے دل سے سارے داغ دھو دیں گے۔" گل نے کہا۔

"چھوڑو بھی ان باتوں کو گل! اب اس کا انتظار کرو کہ منصور کے بارے میں ہم وضاحت کر دیں۔ منصور کے سارے کام قانونی ہیں کوئی سقم نہیں۔ کچھ نہیں مل سکے گا ہمارے خلاف۔ میں اور گل اپنا مافی الضمیر کھل کر بیان کریں گے۔ ہم نے کاروبار کیا ہے۔ کوئی فراڈ نہیں کیا۔"

"میں سیٹھ جبار کے سلسلے میں کوئی لچک نہیں پیدا کروں گا۔ اینجل کو اس کے حوالے نہیں کروں گا۔ خواہ کچھ ہو جائے۔"

"اینجل محفوظ جگہ ہے۔"

ہاں۔ ابھی اس کی تلاش ناممکن ہے۔ ہاں اگر پولیس کسی طرح اس تک پہنچ گئی تو میں اسے ہلاک کر دوں گا۔"

"ابھی نہیں منصور۔ ابھی اس طرح مت سوچو------ وہ لڑکی بے قصور ہے۔ اگر وہ ہماری راہ کی رکاوٹ نہ بنے تو اس بے قصور کو ہلاک کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ میں اس کی مخالفت کرتا ہوں------" پروفیسر نے کہا۔

"یہ اس شکل میں ہو گا جب مجھے اس کا سیٹھ جبار کے ہاتھ لگ جانے کا خطرہ ہو گا۔"

"اگر ایسا ہو بھی جائے تو تم اسے میرے حوالے کر دینا' میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ کبھی سیٹھ جبار تک نہیں پہنچ سکے گی!" پروفیسر نے کہا۔ کافی دیر تک ان لوگوں کے ساتھ نشست رہی پھر پروفیسر نے واپسی کی اجازت مانگی۔

"آپ لوگ جائیے ڈیڈی' میں بھیا کے پاس رہوں گی آج رات' باتیں کریں گے ہم لوگ"۔

"او۔ کے"۔ پروفیسر نے کہا اور پھر وہ دونوں چلے گئے۔ سرخاب میرے ساتھ خواب گاہ میں آ گئی تھی۔

"بھیا اب موڈ بدل دو۔ ٹھیک ہو جاؤ اب۔ میں تم سے باتیں کروں گی"۔

"میں ٹھیک ہو سرخاب"۔

"میں اگر ایک تجویز پیش کروں تو برا تو نہیں مانو گے؟"

"کہو"۔

"دیکھو جو منہ میں آرہا ہے بک رہی ہوں۔ اچھا نہ لگے تو ڈانٹ دینا' کینہ دل میں نہ رکھنا۔"

"ٹھیک ہے"۔

"اینجل کا رویہ تمہارے ساتھ کیسا ہے؟"

"میں جانتا تھا کہ تم یہی سوال کرو گی؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"آپ جانتے تھے ------ کیسے؟"

"سرخاب کو جانتا ہوں بس یہی کہہ دینا کافی ہے" میں نے کہا۔

"تو یہ بھی جانتے ہوں گے کہ میں کیا تجویز پیش کروں گی؟"

"جو تجویز تم پیش کرو گی سرخاب' اب اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"مجھے آپ میرے سوال کا جواب دیں۔"

"سیٹھ جبار نے اسے میرے سامنے خود پیش کیا تھا۔ اس کا مقصد یہی تھا کہ اینجل میرے بارے میں کھوج لگائے کہ کیا میں منصور ہی ہوں۔ اینجل مجھ سے ملی .... اور پھر وہ مجھ سے متاثر ہو گئی۔ اس نے میری کہانی سنی تو مجھ سے مخلص ہو گئی اور اپنے باپ کے خلاف کام کرنے پر تیار ہو گئی۔ اس نے خوشی سے خود کو میری تحویل میں دے دیا اور سرخاب میں نے بھی سوچا کہ اگر امی اور فریدہ مجھے مل گئیں تو شاید میں سب کچھ بھول جاؤں۔ اینجل مجھے منصور کی حیثیت سے قبول کرنے کو تیار ہے لیکن دوبئی سے واپسی پر جب مجھے حقیقت حال کا علم ہوا تو میرے دل سے جینے کی خواہش ہی نکل گئی۔ میں اس بدترین شخص کی بیٹی کو دل اور اپنی زندگی میں کیسے جگہ دے سکتا ہوں۔"

"گویا آپ بھی بھیا' آپ بھی اس سے متاثر ہوئے تھے۔"

"یہ سارے کھیل اس وقت تک کے تھے جب مجھے فریدہ کے بارے میں معلومات نہیں حاصل ہوئی تھیں۔ اس کے بعد مجھے اس سے بھی نفرت ہو گئی۔ میں نے سیٹھ جبار کی کوٹھی خریدلی ہے۔ میں اس کی کوٹھی پر بلڈوزر چلوا کر وہاں اصطبل بنواؤں گا یا کارپوریشن کو دے کر وہاں پیشاب گھر تعمیر کروا دوں گا۔ مجھے جبار سے متعلق ہر شے سے بے پناہ نفرت ہے۔ اور اب یہ گفتگو مت کرو سرخاب۔"

سرخاب خاموش ہوگئی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی پھر اس نے کہا۔ "مجھے اینجل سے ملوا دو گے منصور بھیا!"

"ابھی یہ کیسے ممکن ہے سرخاب ممکن ہے پولیس بھی اس کی تلاش میں ہو۔ ہماری

ذرا سی لاپرواہی ہمارے لئے خطرہ بن سکتی ہے۔"

"ابھی نہ سہی لیکن تمہیں میری قسم بھیا۔ اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا۔ یہ ظلم ہوگا۔ میں تمہیں ظلم کرنے نہیں دوں گی۔ ویسے تمہارا جو دل چاہے کرو اسے کوئی نقصان نہ پہنچانا۔"

"ابھی میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا"۔ میں نے کہا۔ سرخاب مجھے خوب سمجھاتی رہی۔ دوسرے دن بھی وہ دوپہر تک میرے ساتھ رہی تھی اور پھر اس کی خواہش پر میں نے اسے واپس بھجوایا۔

سیٹھ جبار کے بارے میں اور بھی کئی خبریں ملیں۔ وہ ایک پارک میں پکڑا گیا۔ اور اسے دوبارہ دماغی ہسپتال بھجوایا گیا تھا اور خبر ملی کہ اس نے خود کو زخمی کر لیا ہے۔ کافی دن گزر گئے۔ میرے خلاف سرکاری طور پر کارروائی کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ میری ہدایت پر عدنان نے خود ہی اس سلسلے میں ہوم منسٹری اور ایڈمنسٹریشن سے معلومات حاصل کیں اور منسٹری میں اسے میرے کارندے کی حیثیت سے طلب کر لیا گیا۔ واپسی میں اس نے مجھے کافی دلچسپ اطلاعات دی تھیں۔ اس نے بتایا کہ منسٹری میں میری فائل بند کر دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں ہوم منسٹر نے بذات خود احکامات جاری کیے اور لکھا کہ پرنس دلاور نے اس قدر سماجی خدمات انجام دی ہیں کہ حکومت ان کے خلاف کسی تحقیقاتی کارروائی کا آغاز کر کے ناسپاسی کا ثبوت نہیں دے سکتی۔ سیٹھ جبار کے کیس کی تفتیش کا حکومت کو اس وقت تک کوئی اختیار نہیں ہے جب تک سیٹھ جبار خود کوئی الزام نہ لگائے اور رپورٹ نہ کرائے۔ اس کی دولت کہاں گئی۔ اس کے اثاثے کیا ہوئے؟ اس کی جواب دہی کسی طور پرنس دلاور پر واجب نہیں ہے۔ ہاں اگر سیٹھ جبار کا ذہنی توازن درست ہو جائے اور وہ ثبوت کے ساتھ کوئی رپورٹ دے تو کیس درج کیا جا سکتا ہے اور اس کے بعد ان ثبوتوں کی روشنی میں تحقیقات کی جا سکتی ہے۔"

عدنان بہت خوش تھا۔ "ہمیں بہت بڑی فتح حاصل ہوئی ہے پرنس اور سیٹھ جبار کے جو پوشیدہ دوست یہ سب کچھ کر رہے ہیں انھیں شرم سے ڈوب مرنا چاہئے۔"

"اینجل کے بارے میں کوئی بات معلوم ہوئی؟"

"کوئی خاص نہیں۔ بس پرنس دنیا کے رنگ ہیں اگر سیٹھ جبار کا سورج چڑھا ہوتا تو شاید شہر کے گھر گھر کی تلاشی لینے سے بھی دریغ نہ کیا جاتا۔"

میں خاموش ہو گیا لیکن دل کو ایک بار پھر سکون کا احساس ہوا تھا۔ سیٹھ جبار اور اس کے حواری شکست پر شکست کھا رہے تھے۔ آج اس کی وہی کیفیت تھی جو کبھی میری تھی۔

آج وہ بے سہارا تھا اور اس کا کوئی دوست نہیں تھا۔

عدنان نے میرے سامنے بہت سے غیر ملکی اخبارات پیش کیے جن میں امی اور فریدہ کی تصویریں شائع ہوئی تھیں۔ ان میں بڑے بڑے انعامات کا اعلان کیا گیا تھا لیکن ان کا کوئی بھی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ مجھے امید بھی نہیں رہی تھی۔ خود عدنان بھی الجھا ہوا تھا۔ میں اس کے چہرے سے اندازہ لگا لیتا تھا۔ اخبارات دیکھنے کے بعد طبیعت پر کسی قدر تکدر چھا گیا تھا۔ دل بہت بے چین ہوا تو باہر نکل آیا۔ کار لی اور چل پڑا۔ بس یونہی سڑکوں پر مارا مارا پھر رہا تھا پھر ایک سڑک سے گزرتے ہوئے کار روکنی پڑی۔ آگے کسی وجہ سے ٹریفک رک گیا تھا۔ سیٹیوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ پھر ایک کار آگے بڑھی پھر دوسری اور پھر تیسری تب میں نے اسے دیکھا۔ وہ سیٹھ جبار ہی تھا۔ بدن پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔ داڑھی بڑھی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں وحشت تھی۔ ایک ہاتھ میں سیٹی دبی ہوئی تھی اور وہ زور زور سے سیٹی بجا کر گاڑیوں کو روک رہا تھا۔ ہر کار کی کھڑکی میں سر ڈال کر وہ کچھ کہتا تھا اور پھر مایوسی سے کار کو آگے بڑھنے کا اشارہ کرتا تھا۔

پھر اس نے سیٹی بجائی اور میری کار کے پاس آ گیا۔ "رکو، خبردار رک جاؤ۔" اس نے کہا۔ وہ مجھے پہچان نہیں سکا تھا پھر اس نے گردن اندر ڈال کر کار کی سیٹیں دیکھیں اور راز داری سے بولا۔ "اینجل ہے۔"

میرے بدن میں جھرجھری آ گئی۔ رونگٹے کھڑے ہو گئے——— اس نے ایک سسکی سی لی اور رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہ بھی خالی ہے۔ پتہ نہیں کہاں گئی۔ راستہ بھول چکی ہو گی۔ جاؤ جاؤ۔ آگے بڑھو۔ جاؤ آگے بڑھو۔" اس نے سیٹی میں پھونک ماری اور دوسری کار کی طرف بڑھ گیا۔

میرے ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔ سر چکرانے لگا۔ سینہ بوجھل ہو گیا۔ مجھے یوں لگا جیسے مجھے سردی سے بخار آنے والا ہو۔

"دو ڈیوٹی کانسٹیبل تیزی سے اس طرف دوڑتے ہوئے آئے اور صورت حال معلوم کرنے لگے۔ پھر انھوں نے سیٹھ جبار کو بازوؤں سے پکڑ لیا۔

"پاگل ہے۔ سارا ٹریفک جام کر دیا۔"

"ٹھوکر مارو——— سالے کو۔" دوسرے کانسٹیبل نے کہا۔ ان میں سے ایک دھکے دیتا ہوا سیٹھ جبار کو سڑک کے کنارے لے گیا۔

"چلیے بابو جی۔ سارا ٹریفک رک رہا ہے۔" کانسٹیبل نے گاڑی کو دیکھ کر نرم لہجے میں کہا۔

میں نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے گیئر ڈالا اور گاڑی آگے بڑھا دی لیکن چند گز چل کر ہی مجھے احساس ہو گیا کہ میں کار ڈرائیو نہیں کر سکوں گا۔ چنانچہ میں نے بائیں سمت کا انڈیکیٹر دیا اور گاڑی سڑک کے کنارے کر کے روک دی۔ میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ دماغ ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ سیٹی کی آواز میرے حواس پر مسلط ہوتی جا رہی تھی۔ چاروں طرف سے سیٹیاں بج رہی تھیں اور ان میں سے ایک آواز ابھر رہی تھی۔ "اینجل ہے۔ پتہ نہیں کہاں گئی۔ راستہ بھول گئی شاید۔"

زور سے بادل گرجے اور زمین و آسمان تاریک ہو گئے۔ کانوں میں سیٹیوں کا شور بڑھتا گیا پھر اس شور میں ایک آواز ابھری' اور جو ایسے غیرت مند ہیں کہ جب ان پر کسی طرف سے زیادتی ہوتی ہے تو وہ بدلہ لے لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے اس پر بھی جو معاف کر دے اور صلح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔ بے شک وہ ظلم کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'

بادل زور سے گرجے اور میں نے لرز کر کان بند کر لیے لیکن یہ آواز تو میرے سینے سے اٹھ رہی تھی۔

"ہر نیک و بد کے ساتھ نیکی کر اگر وہ نیکی کرنے کے قابل نہیں۔ تو تو اس لائق ہے۔ جنت ان پرہیزگاروں کے لیے تیار ہے جو خدا کے نام پر غصے کو روکتے ہیں اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں بے شک انھیں خدا دوست رکھتا ہے۔"

"اور جب وہ فاتح کی حیثیت سے مکے میں داخل ہوئے تو انھوں نے معاف کر دیا انھیں جو ستانے والے تھے۔"

شور' بے پناہ شور۔ بہت سی آوازیں پھر کسی نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "——— یہ نو پارکنگ۔ گاڑی سائڈ روڈ پر لے جائیے۔ ٹریفک میں گڑبڑ ہو رہی ہے۔ اوہ۔ شاید آپ کی طبیعت خراب ہو رہی ہے۔" میں نے جلتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ڈیوٹی کانسٹیبل تھا۔

"سوری۔" میں نے کار دوبارہ اسٹارٹ کر دی' تو پھر وہ بولا۔

"اگر طبیعت خراب ہے سر تو براہ کرم تھوڑی سی ہمت کیجیے اس سائڈ روڈ پر گاڑی لے آئیے۔"

"نہیں کانسٹیبل شکریہ۔ میں ٹھیک ہوں۔ ایک بات سنو۔ وہ بوڑھا کہاں گیا جو سیٹیاں بجا کر گاڑیاں روک رہا تھا؟"

"پاگل ہے بے چارہ۔ وہ فٹ پاتھ پر بیٹھا ہے۔" کانسٹیبل نے ایک طرف اشارہ کیا

اور میری نگاہ اس طرف اٹھ گئی۔ میں نے گاڑی آگے بڑھائی اور اسے گھما کر سائڈ روڈ پر کھڑا کیا اور پھر میں نیچے اتر آیا۔ میرے پیروں میں لرزش تھی۔ سر چکرا رہا تھا لیکن میرے قدم سیٹھ جبار کی طرف اٹھ رہے تھے۔ نہ جانے میں نے کس طرح سڑک پار کی اور اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"اینجل سے ملو گے؟" میرے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی اور وہ اچھل پڑا۔

"اینجل۔ ہاں اینجل۔" لیکن یہ الفاظ ادا کرتے ہوئے اس نے میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ "میری بیٹی ہے وہ۔ میری چھوٹی سی بیٹی۔ منی سی بیٹی۔ اواو۔ اواو۔ اواو۔" وہ پیار سے کسی کو چمکارنے لگا۔

"آؤ۔ میں تمہیں اینجل کے پاس لے چلوں۔" میں نے کہا۔

"چلو۔ چلو۔" وہ بولا۔ اور میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ اس نے ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا تھا۔ خاموشی سے سڑک پار کر کے وہ میری کار کے قریب آگیا۔ میں نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اسے اندر بٹھا لیا تھا۔

کمپاؤنڈ میں طاہر اور اعظم موجود تھے۔ فوراً" ہی میرے پاس آئے اور مجھے سلام کیا۔ پھر ان کی نگاہ اس بوڑھے پر پڑی لیکن وہ اسے پہچان نہیں سکے تھے۔

"اسے باہر نکالو۔" میں نے آہستہ سے کہا اور سیٹھ جبار سیٹیاں بجانے لگا۔ دفعتاً" طاہر بے اختیار بول اٹھا۔

"ارے ارے۔ یہ تو۔ یہ تو۔"

"اوہ۔ یہ سیٹھ جبار ہے۔" اعظم نے کہا۔ دونوں متحیر رہ گئے تھے۔ انھوں نے بمشکل سیٹھ جبار کو باہر نکالا۔

"اینجل ہے۔" سیٹھ جبار نے راز دارانہ انداز میں پوچھا۔ وہ دونوں تھوک نگل کر رہ گئے تھے۔

"اندر لے چلو اسے۔" میں نے کہا اور پھر خود بھی ان کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

"یہ سیٹھ جبار ہی ہے نا سر؟" طاہر نے پوچھا۔

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔

"پاگل ہو گیا ہے نا یہ۔ ہم نے اخبار میں پڑھا تھا۔" اعظم بولا۔۔۔۔۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میرے کہنے سے سیٹھ جبار کو ایک ایسے کمرے میں پہنچایا گیا جہاں فرنیچر وغیرہ نہیں تھا۔ بغرض احتیاط میں نے یہ ہدایت کی تھی۔ اسے وہاں بند کر

ے میں باہر نکل آیا۔

"اینجل کیسی ہے؟"

"بری حالت ہے اس کی۔ بہت مختصر کھاتی پیتی ہے۔ بے حد چڑچڑی ہو گئی ہے۔ تہہ انے میں رکھا ہے ہم نے اسے۔" طاہر نے جواب دیا۔

"نکال کر لاؤ اسے۔" میں نے کہا اور طاہر گردن خم کر کے چلا گیا۔ میں انتظار کرنے لا۔ ماحول میں ایک حبس سا تھا۔۔۔۔۔ فضا میں گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک عجیب سی نسنی میرے رگ و پے پر طاری تھی۔ باہر قدموں کی چاپ ابھری اور پھر اینجل اندر داخل ہوئی۔

"کہاں ہے وہ۔ کہاں ہے۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ بتاؤ۔۔۔۔۔" اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور اس کی آنکھوں میں چبھن پیدا ہو گئی۔ "اوہ تم واقعی موجود ہو۔ تو تم موجود ہو۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ تم میری موت کی اطلاع پر ہی آؤ گے۔ دشمنی ہے نا تمہاری سیٹھ جبار سے۔ چھوٹے انسان' تم سے کسی بڑی بات کی توقع کی تھی میں نے' میں نے تمہارے قدم کو اپنے دل میں محسوس کیا تھا۔ تم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا یا ابھی کچھ باقی رہ گیا ہے؟ اس سے زیادہ کچھ اور کر سکتے تھے تم۔ میں سب سمجھ گئی ہوں۔ میری ہمدردی' میری محبت حاصل کر کے تم نے ضرور میرے باپ کو بلیک میل کیا ہو گا؟ میں نے تو خود اس پر آمادگی ظاہر کی تھی۔ میری ہمدردی حاصل کرنے کے لیے محبت کا کھیل کیوں کھیلا تم نے؟"

"غلطی کی تھی اینجل۔ غلطی کی تھی۔" ضبط کے باوجود میری آواز نکل گئی۔

"غلطی نہیں۔ وہ تمہارا منصوبہ تھا۔ ایک ڈرائیور کا بیٹا۔ ایک نمک حرام اس سے بڑا منصوبہ اور کیا بنا سکتا تھا۔ پرنس دلاور۔ نام ہی سنا ہے صرف پرنس کا یا کسی شہزادے کو دیکھا بھی ہے۔ منصور ہو تم۔ منصور بھی نہیں ہو۔ تم نے میرے ساتھ وہ سلوک کیا ہے جو کبھی کسی نے کسی کے ساتھ نہ کیا ہو گا۔ باپ کا بدلہ بیٹی سے۔ تمہارے ایما کے بغیر کوئی مجھے قید کر سکتا تھا۔ بولو جواب دو؟" وہ میرے نزدیک آگئی اور اسی وقت اس کی نگاہ سیٹھ جبار پر پڑی اور وہ ٹھٹک گئی۔ پہلے اس نے سرسری نگاہ سے اسے دیکھا تھا۔ پھر اس کی آنکھوں میں دہشت نظر آنے لگی۔ پھر اس کے حلق سے دلدوز چیخ نکلی۔

"ڈیڈی۔ آہ یہ تم ہو۔" وہ دوڑ کر سیٹھ جبار سے لپٹ گئی۔ "ڈیڈی یہ کیا حالت ہو گئی تمہاری۔ ڈیڈی۔ آہ ڈیڈی۔" سیٹھ جبار سکتے کے عالم میں تھا۔ وہ خلا میں نظریں گاڑے کھڑا تھا۔ "کیا ہو گیا انھیں۔ منصور کمینے ذلیل' یہ کیا کر دیا تو نے؟ یہ کیا کر دیا تو نے میرے ڈیڈی کو؟ یہ سیٹھ جبار ہے یہ؟ آہ ڈیڈی۔ میرے ڈیڈی۔ خدا اسے غارت کرے۔ خدا

کرے منصور تو ہمیشہ تڑپتا رہے۔ تیری ماں اور بہن تجھے کبھی نہ ملیں۔ تیرے ساتھ جو کچھ ہوا اچھا ہوا تو اسی قابل تھا۔ ڈیڈی کچھ بولتے کیوں نہیں آپ؟" وہ سیٹھ جبار سے لپٹ گئی۔

میں اس کمرے سے نکل آیا۔ طاہر اور اعظم باہر موجود تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ "وہ اگر جانا چاہے تو ان دونوں کو جانے دینا۔"

"بہتر ہے۔" طاہر نے کہا اور میں واپس اپنی کار میں آ بیٹھا۔ دل ڈوب رہا تھا۔ احساس شکست سارے وجود پر حاوی تھا۔ ہاں مجھے شکست ہو گئی تھی۔ اینجل سیٹھ جبار کو مل گئی تھی اور میں محروم تھا۔

دیر تک سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا رہا۔ ذہن بہت سے فیصلے کر رہا تھا۔ اب مجھے ان ہنگاموں سے دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔ میں اب کسی سنسان گوشے میں پناہ چاہتا تھا۔ پھر میں نے کار کا رخ ایگل اسکوائر کی طرف کر دیا۔ ان سب لوگوں کو اپنی شکست کی کہانی سنانا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس بنگلے میں داخل ہو گیا۔

پروفیسر ابھی کہیں سے آئے تھے۔ کار کے دروازے لاک کر رہے تھے' مجھے دیکھ کر رک گئے۔

"ہیلو۔" انھوں نے مسکراتے ہوئے میرا خیر مقدم کیا۔

"ہیلو پروفیسر۔"

"آؤ۔ بڑے افسردہ ہو۔ میں راشدہ کو دیکھنے گیا تھا۔ عظمت کے گھر۔ کچھ طبیعت خراب ہے اس کی۔"

"جی۔" میں نے آہستہ سے کہا۔ پروفیسر مجھے لیے اندر پہنچ گئے۔ گل اور سرخاب نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا۔

"اوہ۔ منصور بھیا آئے ہیں۔ آیئے منصور بھیا۔۔۔۔۔ شاید کافی آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی' ڈیڈی بھی آ گئے۔ چلو بھئی حسینہ' اے حسینہ کافی لے آؤ' بیٹھے منصور بھیا' سرخاب نے حسب معمول پر تپاک انداز میں کہا۔

"کیا بات ہے منصور' بہت مضمحل سے ہو' کوئی خاص بات تو نہیں؟" گل نے کہا اور میرے ہونٹوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔۔۔۔۔

"نہیں گل' میری زندگی میں اتنی ساری خاص باتیں۔ ہو چکی ہیں کہ اب خاص باتوں کی کوئی اہمیت نہیں رہ گئی۔" میں نے پھیکے انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور سب میری شکل دیکھنے لگے۔

"کوئی نئی بات ہوئی ہے' منصور؟" پروفیسر شیرازی آہستہ سے بولے۔

"ہاں میں ہارا ہوا جواری ہوں پروفیسر' سب کچھ ہار چکا ہوں اور آج میں نے اپنے کھیل کا اختتام کر دیا۔"

"کیا ہوا بھئی کیوں پریشاں کر رہے ہو؟"

"معافی چاہتا ہوں پروفیسر' طویل عرصے آپ کو پریشان کیا ہے اور اب اس دنیا کو پریشان کرتے کرتے تھک گیا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے کوئی پر سکون گوشہ دے دیں۔" میری آواز بھرا گئی اور وہ سب پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگے۔

"کوئی خاص بات ہے منصور؟"

"نہیں' گزر رہا تھا راستے سے تو سیٹھ جبار کو دیکھا' گاڑیوں میں جھانکتا پھر رہا تھا اور ایک ایک سے پوچھ رہا تھا کہ اینجل اس کی گاڑی میں تو نہیں ہے' کہہ رہا تھا پتہ نہیں کہاں گئی' راستہ بھول گئی ہے۔ میں نے اسے راستہ بتا دیا پروفیسر' اس سے زیادہ قوت برداشت میرے اندر نہیں تھی۔"

"کیا ہوا۔ کیا ہوا آخر کچھ بتاؤ تو سہی' کیا کیا تم نے؟"

"اسے اینجل کے پاس پہنچا دیا' بس میں نے کہا نا چھوٹا سا آدمی ہوں اس سے زیادہ قوت برداشت نہیں تھی مجھ میں۔ ہم لوگ تو شاید مظالم سہنے کے لیے پیدا ہوتے ہیں' شاید خالق حقیقی نے ہی دو طبقے پیدا کیے ہیں' ایک ظالم دوسرا مظلوم۔ ظالم کو اس نے ظلم کرنے کے لیے پیدا کیا ہے اور مظلوم کو ظلم سہنے کے لیے۔ مظلوم' ظالم بننے کی کوشش کرے تو مضحکہ خیز ہو جاتا ہے جیسے میں' ہمیں تو وہ قوت ہی عطا نہیں ہوتی جو ظلم کرنے کے قابل ہو' سیٹھ جبار کو اس کیفیت میں دیکھ کر میری قوت برداشت جواب دے گئی اور میں نے اپنے سارے حساب بند کر لیے' اس سے زیادہ انسانیت کی تذلیل میں برداشت نہ کر سکا پروفیسر میں نے اسے سڑک سے اٹھایا اور وہاں پہنچا دیا جہاں اینجل موجود تھی' میں نے دونوں باپ بیٹی کو ملا دیا۔ اور اس کے بعد اینجل نے مجھے بددعائیں دیں' کہنے لگی کہ میں نے اس کے باپ کی یہ حالت کی ہے۔ خدا مجھے میری ماں اور بہن سے محروم رکھے' ٹھیک ہے پروفیسر خدا اگر مجھے میری ماں اور بہن سے محروم رکھنا چاہتا ہے تو ظاہر ہے اس کے کاموں میں مداخلت کون کر سکتا ہے؟"

پروفیسر کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اس کے بدن میں کپکپاہٹ پیدا ہو گئی تھی' پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھے اور میرے نزدیک پہنچ گئے۔

"تو نے۔ تو نے سیٹھ جبار کو اس کی بیٹی سے ملا دیا منصور! تو اس کی یہ کیفیت برداشت

نہیں کر سکا' کیوں یہی کیا ہے نا تو نے؟" پروفیسر نے پوری قوت سے میرا بازو پکڑ لیا۔

"ہاں پروفیسر' یہی کیا ہے میں نے۔" میں نے بمشکل تمام جواب دیا۔

تب پروفیسر کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے' وہ روتے ہوئے بولے۔ "خداوند قدوس میں نے جب محسوس کیا کہ میرے افکار و خیالات میری نیکیوں کے ارادے' دنیا کے بارے میں میرا یہ خیال کہ نیکی اور اچھائی کے راستے برتر ہیں۔ بدی کے راستوں سے۔ باطل ثابت ہوا تو میں نے ان ہی راستوں کو اپنا لیا' جن پر دنیا چل رہی تھی۔ میں نے اپنا سب کچھ اس راہ پر لٹا دیا' میں تجربہ کرنا چاہتا تھا اس دنیا کے بارے میں اور کائنات کا یہ کھیل میری سمجھ میں آنے لگا لیکن مجھے احساس تھا کہ یہ تیرے احکامات کے منافی ہے۔ میں نے خود کو مجرم سمجھا میرے معبود! میں نے دنیا کے خلاف تو سب کچھ کیا لیکن اب بتا میں کیا کروں۔ اب تو یہ کھیل صرف تیرا ہے' میرے معبود مجھے روشنی دکھا' میرا ایمان بھٹک رہا ہے میرے آقا۔ مجھے روشنی دے۔" پروفیسر ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔

"ڈیڈی۔ خدا کے لیے ڈیڈی۔ خود کو سنبھالیے۔ خدا کے لیے۔"

"پروفیسر آپ تو سمجھدار ہیں۔" گل بھی روتے ہوئے بولی۔

"کیا خاک سمجھدار ہوں گل۔ کچھ بھی تو نہیں سمجھ سکا۔ کچھ بھی تو نہیں جان سکا۔ کیا معلوم کسی کو مجھ پر کیا بیتی ہے۔ کون جانتا ہے کہ میں نے کتنا کٹھن وقت گزارا ہے خود پر۔ میں نے ساری زندگی کے لیے ایک لائحۂ عمل بنایا تھا۔ میں کشاں کشاں اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ کتابیں میری دوست تھیں اور ان ساری کتابوں کو پڑھنے میں' ان پر یقین کرنے میں زندگی بسر کی تھی---- سچ سمجھا تھا میں نے سب کچھ۔ ایک راستہ منتخب کر لیا تھا میں نے کہ ایک سنسان رات میں یہ بھٹکا ہوا میرے پاس آیا' میں نے اپنے علم کی نگاہ سے اسے دیکھا اور جانا کہ بچہ ہے حالات کے ستم کا شکار ہے۔ میں نے برتر سمجھا خود کو اس سے اور اس کا رہنما بننے کی کوشش کی۔ میں نے اسے برائی کا جواب بھلائی سے دینے کے لیے مجبور کیا اور خود اس کا ہم رکاب ہو گیا۔ یہ کٹھن ترین سفر تھا لیکن میں سچائی کی راہ سے کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ کونسی کوشش نہیں کی میں نے لیکن یہ کوشش ناکام رہی تب ان کتابوں سے میرا ایمان اٹھ گیا۔ میں نے انھیں جلا دیا۔ ان کی تحقیر کی اور ان سے کنارہ کش ہو گیا۔ اس کے بعد سے کتاب سے مجھے نفرت ہو گئی۔ اس کے بعد سے میں نے کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ پھر میں نے دنیا گردی کی۔ اپنا سب کچھ لٹا کر پرنس ولاور تخلیق کیا۔ میری تخلیق نے جو تخریب کی میں اس پر ہر لمحہ رو دیا لیکن میں مجبور تھا۔ میں نے اپنی ہر رات کرب میں گزاری اور دعا مانگی کہ معبود مجھے منزل دے۔ میری منزل منصور کا سکون

تھا۔ اس کی جائز طلب تھی لیکن جواب تمہارے علم میں ہے اور اس کے بعد آج یہ سب ہو گیا۔ اس کے اندر کی اچھائی جاگ اٹھی۔ یہ انسانیت کے لیے قتل ہو گیا۔ کیا اس نام کی یہی تقدیر ہے۔ کیا منصور صرف سولی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ کیوں آخر کیوں؟"

"خدا کے لیے ڈیڈی۔ خدا کے لیے خود کو سنبھالیے----" سرخاب نے روتے ہوئے کہا۔

"پروفیسر خاموش ہو جائیں۔" گل بولی۔ میں خاموش بیٹھا تھا۔ بڑی ٹوٹ پھوٹ ہو رہی تھی میرے اندر۔

اسی وقت حسینہ کافی لے آئی۔ ہنس رہی تھی وہ بے چاری۔ ماحول کو سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتی تھی۔

"لو جی۔ چھلے میاں کی صبح ہو گئی۔ لوٹ کے بدھو گھر کو آئے۔" اس نے کافی کی ٹرے رکھتے ہوئے کہا۔ کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو اس نے چونک کر سب کو دیکھا پھر یکسر بول پڑی۔ "آئے ہائے۔ یہاں تو مرثیے ہو رہے ہیں۔ تازیے نکل رہے ہیں۔

"کیا بکواس کر رہی ہو حسینہ۔" گل جھلا کر بولی

"میں بکواس نہیں کر رہی بی بی جی اور ڈرامہ ہو رہا ہے۔ ہیرو ہیروئن گلے مل رہے تھے۔ سنسر ہو رہی ہے بی بی جی۔"

گل نے بے چینی سے ایک ایک کو دیکھا پھر بولی "اچھا ٹھیک ہے تو جا۔"

"تو جا رہے ہیں بی بی۔ بھوندو۔ ارے او بھوندو۔" اس نے آواز لگائی لیکن دروازے سے شمو نے اندر جھانکا اور پھر رک گئی۔ "لو جی ہیروئن آ گئی۔" پھر ہنس پڑی۔

شمو کے پیچھے ایاز بھی تھا۔ جھجکتا ہوا اندر داخل ہوا تھا۔ میں چونک پڑا۔ ایاز کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایک کی شکل دیکھی اور مجھ پر نگاہ پڑی تو وہ بے اختیار ہو گیا۔

"بھیا۔ منصور بھیا۔" اس کی آواز بھرا گئی اور میں جلدی سے کھڑا ہو گیا۔ یہ اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی تھی کہ ایاز کا ذہنی توازن درست ہو گیا ہے۔ ایاز پاگلوں کی طرح مجھ سے لپٹ گیا۔ وہ مجھے بے پناہ چاہتا تھا۔ حسینہ کی بات اب سب کی سمجھ میں آ گئی۔

ایاز بچوں کی طرح رو رہا تھا۔ "میرے منصور بھیا---- میرے بھیا۔" پروفیسر' گل اور سرخاب بہت متاثر نظر آ رہے تھے۔

"کیسی طبیعت ہے تمہاری ایاز؟"

"ٹھیک ہوں بھیا۔ بالکل ٹھیک ہوں۔ امی کہاں ہیں؟ فریدہ بہن کہاں ہیں؟" اس نے

ادھر ادھر دیکھ کر کہا اور میرے دل پر ایک گھونسہ سا پڑا۔

"بیٹھو ایاز۔" میں بھاری' لہجے میں بولا۔

"کہاں ہیں وہ دونوں؟" اس نے پھر کہا۔ وہ بے چارا سمجھ رہا تھا کہ شاید امی اور فریدہ مل گئی ہیں۔"

"حسینہ کافی بناؤ۔" میں نے کہا۔ ایاز گل وغیرہ کی وجہ سے خاموش ہو گیا تھا۔ حسینہ کافی بنانے لگی پھر اس نے بھوندو کو آواز دے کر کہا کہ کچن سے کچھ اور پیالیاں لے آئے۔

"تم بھی بیٹھو شمو۔ کیسا محسوس کر رہے ہو ایاز؟" میں نے ماحول بدلنے کی غرض سے کہا۔ ایاز کے ٹھیک ہو جانے سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔

"بڑا پریشان ہوں بھیا۔ یہ ماحول میری سمجھ میں بالکل نہیں آ رہا۔" ایاز نے کہا۔

"یہ پروفیسر شیرازی ہیں۔ یہ سرخاب ہے اور یہ گل۔"

"جی۔ میں جانتا ہوں۔ شمو نے بتایا ہے یہ منصور بھیا کی کوٹھی ہے۔"

"اور کیا بتایا ہے شمو نے؟"

"یہ کہ آپ اسے یہاں لے آئے ہیں۔ بس پھر میں نے اور کچھ نہیں پوچھا۔ آپ کا نام سن کر دل پر قابو نہیں رہا تھا۔ شمو نے بتایا کہ آپ ابھی آئے ہیں اس نے دیکھا تھا آپ کو ——— میں ادھر آ گیا۔"

"لو کافی پیو۔" میں نے کہا اور ایاز نے گردن ہلا دی پھر بولا۔ "اس شیطان سے کیسے پیچھا چھوٹا بھیا؟"

"چمن سے؟"

"ہاں!"

"طویل کہانی ہے۔ تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی تھی کہ چمن نے دھوکا کیا تھا میرے ساتھ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں لیکن بہت بعد میں۔ جب وہ جزیرے سے چلا تو اس نے مجھے بے ہوش کر دیا تھا اور پھر بس تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد مجھے ہوش آتا رہا۔ وہ کوئی بے ہوشی کی دوا دے دیتا تھا کھانے پینے میں پھر شہر آ کر ہی ہوش آیا تھا جب میں نے اس سے تمہارے بارے میں پوچھا کہ تم کہاں ہو تو اس نے بتایا کہ تمہارا مشن بہت طویل ہے اور تم لمبے عرصے کے لیے باہر رہو گے۔ اس نے مجھ سے پھر دھندا شروع کرا دیا مگر تمہارے لیے میں بے چین تھا۔ پتہ نہیں کیوں میرا دل کہتا تھا کہ تمہارے ساتھ کوئی گھپلا ہوا ہے مگر میں کیا کرتا۔ کوئی

ترکیب نہیں تھی اس کی زبان کھلوانے کی۔ میں کام کرتا رہا بھیا اور پھر خدا نے مجھے امی اور فریدہ بہن سے ملا دیا۔"

پروفیسر کے ہاتھ سے کافی کی پیالی چھوٹ گئی تھی۔ گل کے حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکل گئی۔ مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا لیکن ایاز ان تمام کیفیات سے بے خبر کہہ رہا تھا۔ "فیضان نے تمہیں وہ قصہ بھی سنایا ہو گا۔ ہوا یوں کہ میں دھندے پر نکلا ہوا تھا۔ آر ایم اسپتال کے سامنے میں نے ایک شکار تاڑا۔ میڈیکل اسٹور کی طرف بڑھ رہا تھا وہ۔ میں نے اس سے ٹکرا کر اس کی جیب صاف کر دی لیکن جب وہ میڈیکل اسٹور کے سامنے رکا تو میرے دل کو ایک احساس ہوا کہیں وہ کسی بیمار کے لیے دوا خریدنے نہ جا رہا ہو۔ میرے قدم رک گئے۔ میں نے اسے دوائیں نکلواتے ہوئے دیکھا پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اسے چکر آ گیا۔ مجھ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی اور میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا اس کی جیب کٹ گئی ہے تو اس نے گردن ہلا دی۔ میں نے اس کی رقم واپس کی تو وہ چونک پڑا۔ تب میں نے اعتراف کیا کہ میں جیب کترا ہوں اور میں نے ہی اس کی جیب کاٹی تھی تو وہ بڑا حیران ہوا۔ میں نے اسے بتایا کہ اسے میڈیکل اسٹور کے سامنے رکتے دیکھ کر میرے قدم رک گئے تھے۔ اور پھر میرے دل نے اس کی اجازت نہیں دی کہ کسی بیمار کی دوا کے پیسے اڑا لوں۔ میں نے اسے وہ رقم واپس کر دی اور یوں ہماری دوستی کا آغاز ہو گیا ——— فیضان نے دوائیں خریدیں۔ مجھے چائے کی پیش کش کی اور میں اس کے ساتھ اسپتال چلا گیا۔ وہاں بھیا میں نے ماں جی کو پہلی بار دیکھا۔ میں انھیں فیضان کی ماں سمجھا تھا۔ فیضان سے میری ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ماں جی جس دن اسپتال سے ریٹائر ہوئیں میں بھی فیضان کے ساتھ تھا لیکن جب ہم ماں جی کو لے کر گھر گئے تو انھیں تمہارے گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ میں نے فیضان سے کہا کہ یہ گھر کیا اس نے خرید لیا ہے تو اس نے بتایا کہ یہ اس کے بچپن کے دوست منصور کا مکان ہے۔ یہ معلوم کر کے کہ فیضان تمہارے بچپن کا دوست ہے میں اس سے لپٹ گیا۔ میں نے اسے بتایا کہ میں بھی منصور بھیا کا بھائی ہوں تو اس کی حالت خراب ہو گئی۔ تب اس نے مجھ پر انکشاف کیا کہ ماں جی اس کی ماں نہیں بلکہ منصور کی ماں ہیں' اور اندر فریدہ بہن بھی موجود ہیں۔ یہ سن کر میری جو حالت ہو گئی تم خود اس کا انداز لگا لو بھیا میں ان کے قدموں سے لپٹ گیا۔ میں نے فریدہ کو سینے سے لگا لیا اور رو رو کر انھیں بتایا کہ منصور پر کیا گزری۔ ان دونوں کی بھی بری حالت ہو گئی تھی بھیا۔ فیضان نے بتایا کہ وہ خود منصور کو تلاش کر کے تھک گیا ہے نہ جانے وہ کہاں گیا؟ میں نے انھیں اور کچھ نہیں بتایا

اور وہاں سے سیدھا چمن کے اڈے پر پہنچا اور میں نے اس سے پوچھا کہ منصور کہاں ہے؟
چمن نے حیرانی سے مجھے دیکھا اور بولا۔" آج پھر تجھ پر منصور کا بھوت سوار ہوا ہے۔"

"منصور جہاں بھی ہے اسے فوراً" واپس بلاؤ چمن استاد!" میں نے غرا کر کہا اور وہ ہنسنے لگا! پھر بولا۔ "وہ اب کبھی واپس نہیں آئے گا۔ جہاں وہ پہنچ گیا ہے وہاں سے کوئی واپس نہیں آتا۔ چمن کے یہ الفاظ سن کر میں پاگل ہو گیا تھا۔ منصور بھیا اور پھر میں اس پر ٹوٹ پڑا۔ میں نے اسے بہت مارا بھیا لیکن اس کے گرگے آ گئے اور انھوں نے میرے سر ہلواڑہ بنا دیا بس اس کے بعد مجھے ہوش نہیں رہا اور اب یہاں ہوش آیا ہے۔"

"خداوند۔ خداوند۔" پروفیسر کے حلق سے ایک چیخ نکلی اور وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سجدے میں گر گئے۔ وہ بری طرح رو رہے تھے۔ ان کے حلق سے روتے ہوئے آوازیں نکل رہی تھیں۔ تو عظیم ہے مالک تو نے میرا ایمان بچا لیا۔ میرے معبود۔ تو نے مجھے مایوسی سے بچا لیا۔"

ایاز حیرانی سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا پھر بات کسی حد تک اس کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ تعجب سے بولا۔ "تت تو کیا۔ تو کیا تم ابھی تک ان لوگوں سے نہیں ملے بھیا۔ کیا تمہیں۔"

"نہیں ایاز۔ ہمیں ان کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ جلدی چلو ارے جلدی تیاری کرو۔" گل نے کہا اور باہر دوڑ گئی۔۔۔۔۔ تھوڑی دیر کے بعد کئی گاڑیاں اس علاقے کی طرف دوڑ رہی تھیں جہاں میرا گھر تھا۔ میں اپنے دل کی کیفیت بیان نہیں کر سکتا تھا۔

راستے میں پروفیسر نے کہا۔ "بولو منصور اور کیا چاہتے ہو؟ اس سے۔ اب بھی اسے نہیں مانو گے۔ بتاؤ وہ کسی کا قرض رکھتا ہے۔ کتنی دیر گزری تمہیں اس سے سودا کیے ہوئے منافع مل گیا نا۔ تم نے ادھر درگزر کرنے کے حکم پر عمل کی اور اس نے تمہیں انعام سے نواز دیا۔ بتاؤ۔۔۔۔۔ اس سے بڑا کوئی اور انعام چاہتے؟" میرے حلق سے کوئی آواز نہیں نکل سکی تھی۔

تمام کاریں انہی شناسا جگہوں میں داخل ہوئیں' اور میرے گھر کے سامنے رک گئیں۔ سب لوگ نیچے اتر آئے۔ دروازے کا پردہ ہل رہا تھا۔ میں پاگلوں کی طرح اندر بھاگا۔۔۔۔۔ میرے پیچھے باقی لوگ بھی لپکے تھے۔ برآمدے میں تخت پڑا ہوا تھا جس پر امی بی بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ بادرچی خانے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

"کون ہے۔ کون ہو بھائی؟" اماں بی آنکھیں پھاڑنے لگیں۔

"تیرا منصور۔ امی میں تیرا منصور ہوں۔ منصور ہوں تیرا میں امی۔ میری ماں۔" میں

نے اپنا سر امی کی آغوش میں رکھ دیا۔ فریدہ باورچی خانے سے دوڑی آئی تھی۔

"بھیا۔ اس کے حلق سے دلدوز چیخ نکلی۔ وہ گرنے لگی تو سرخاب نے اسے سنبھال لیا۔ لاغر پریشان سی فریدہ میرے سینے سے لپٹ گئی۔ امی کے حلق سے آہستہ سے آوازیں نکل رہی تھیں۔ "میرا یقین نا قابل شکست تھا۔ مجھے یقین تھا۔ میں نے اسے خدا سے مانگا تھا۔ کسی انسان کے سامنے میں نے دست سوال دراز نہیں کیا تھا۔" وہ بے ہوش ہو گئیں۔ اسی وقت عظمت ڈاکٹر کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔ اس کے ساتھ راشدہ بھی تھی۔ یہ گل کا کارنامہ تھا جب وہ باہر کاروں وغیرہ کا بندوبست کرنے گئی تھی تو اس نے عظمت کو فون کر کے کہا تھا کہ ڈاکٹر کو لے کر فوراً" منصور کے پرانے مکان پر پہنچے۔ اس کی ماں اور بہن مل گئی ہیں۔ ڈاکٹر نے فوراً" امی کو سنبھال لیا۔ فریدہ بلک بلک کر رو رہی تھی اور میں نے اسے کلیجے میں سمو لیا تھا۔

باہر بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ وہ صورت حال معلوم کرنا چاہتے تھے اور پھر ایاز باہر نکل کر انھیں صورت حال بتانے لگا۔ دوسری بہت سی عورتیں بھی اندر گھس آئی تھیں ان میں کچھ شناسا عورتیں بھی تھیں جو مجھے پہچانتی تھیں۔ کون کیا کہہ رہا تھا۔ مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔ میں تو فریدہ کو سنبھالے ہوئے تھا۔

"فریدہ بیٹے خود کو سنبھالو۔ ہمارا امتحان پورا ہو گیا ہے۔ خدا نے ہمیں پھر یک جا کر دیا ہے۔" میں نے بمشکل خود کو سنبھال کر کہا۔

"مجھے یقین دلا دو بھیا۔ مجھے یقین دلا دو۔ مجھے اس خواب کا یقین دلا دو۔" فریدہ ایک ہی تکرار کر رہی تھی۔

"منصور میاں! باجی کی حالت اب بہت بہتر ہے۔ لوگ مجمع لگائے ہوئے ہیں۔ اگر مناسب سمجھو تو ان دونوں کو یہاں سے لے چلو؟" پروفیسر نے کہا۔

"نہیں پروفیسر۔ فیضان نہیں ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر میں انھیں یہاں سے نہیں لے جاؤں گا۔ میرے دوست نے میرے بھائی نے مجھ پر جو احسان کیا ہے میں اسے نظر انداز نہیں کر سکتا۔"

"اوہ۔ ہاں واقعی میں بھول گیا تھا۔ فریدہ بیٹی فیضان کہاں ہیں؟"

"دلاور سوپ فیکٹری۔" فریدہ نے جواب دیا۔ کیسی ستم ظریفی تھی۔ کیسے کیسے انکشافات ہو رہے تھے۔ لیکن کارخانہ قدرت یہی ہے۔ عظمت خاموشی سے باہر نکل گیا۔ غالباً" وہ فیضان کے لیے فون کرنے گیا تھا۔ پھر فیضان آ گیا۔ وہ بے چارہ باہر موجود کاروں اور ہجوم کو دیکھ کر بری طرح گھبرا گیا تھا اور پھر جب اسے صورت حال معلوم ہوئی تو وہ بھی

بے اختیار ہو کر مجھ سے آ لپٹا۔

"میرے دوست! میرے بھائی! میں نے کچھ نہیں کیا۔ یہ تو دوستی کا قرض تھا مجھ پر۔ مجھے شرمندہ نہ کرو منصور۔" بہرطور لاتعداد جذباتی مناظر سے گزر کر ہم لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ گھر کو تالا لگا دیا گیا۔ امی ہوش میں آ گئیں۔ کار میں وہ پچھلی نشست پر میرے دائیں سمت بیٹھی ہوئی تھیں' بائیں سمت فریدہ تھی آگے فیضان ڈرائیور کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری گاڑیوں میں دوسرے لوگ تھے۔

پھر سب پہلی بار ایک ساتھ دلاور ہاؤس میں داخل ہوئے تھے۔ فینی اور مس نادرہ مصروف ہو گئیں۔ ایک عجیب ہنگامہ برپا تھا چاروں طرف۔ میں اس منظر پر یقین نہیں کر پا رہا تھا۔ یہی کیفیت فریدہ کی تھی لیکن امی جائے نماز پر جا بیٹھی تھیں۔ انکا یقین آسمان تھا۔ انھیں یقین تھا کہ ایک دن ایسا ضرور ہو گا۔

فیضان سے تفصیل معلوم کرنے کا موقع کئی دن کے بعد ملا تھا۔ خدا کے فضل سے سب ٹھیک تھا۔ سب لوگ دلاور ہاؤس میں جمع تھے۔ پروفیسر نے چراغاں کر ڈالا تھا۔ امی فریدہ اور فیضان میرے کروفر دیکھ کر دنگ تھے۔ اور جب عظمت نے اسے بتایا کہ وہ منصور کی ہی فیکٹری میں ملازم ہے تو وہ ہنس پڑا تھا۔

"ہاں تقدیر کی کہانیاں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ بہرحال میری اس سے تنہائی میں گفتگو ہوئی تھی۔ "فریدہ اور امی تمہیں دوبئی میں ملی تھیں فیضان؟"

"ہاں منصور بھیا۔ فریدہ کی کہانی۔"

"مجھے معلوم ہے۔ میری بہن۔ میری بہن-----"

میں نے سسکی لے کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ فیضان نے گردن جھکالی پھر وہ بولا۔ "فریدہ کو اس حال میں دیکھ کر میں پاگل ہو گیا تھا۔ بہرحال خدا کے فضل سے میرے پاس رقم جمع ہو گئی تھی۔ میں نے اس کمبخت کو منہ مانگی رقم ادا کر دی تھی۔ امی کی حالت بہتر نہیں تھی۔ میں انہیں علاج کی غرض سے لے آیا اور منصور بھیا میرے پاس جو کچھ تھا میں نے۔ تمہاری تلاش میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن تقدیر کا متعین کردہ وقت پورا نہیں ہوا تھا۔"

"تمہاری امی اور نانی کہاں ہیں فیضان؟"

"انتقال ہو گیا تھا ان کا اب میرا کوئی نہیں ہے۔"

"میری زندگی میں۔ امی اور فریدہ کی موجودگی میں بھی یہ الفاظ کہہ رہے ہو فیضان۔"

"اب نہیں کہوں گا۔" فیضان مسکراتے ہوئے بولا۔

ایک ہنگامہ تھا۔ پروفیسر بچے بن گئے تھے۔ بچوں کی طرح ہر وقت شرارتیں کرتے رہتے تھے۔ سرخاب' گل' بہروز' راشدہ' عظمت' ایاز ان کے شریک کار تھے۔ فریدہ کو ایک پھول کی حیثیت دی گئی تھی۔ سرخاب تو اس پر جان نچھاور کیے دے رہی تھی----- ہنستے ہنستے رو پڑتی تھی۔ میں اس کی کیفیت سمجھ رہا تھا۔ میرا دل روتا تھا لیکن فریدہ کے گزرے دن نہیں بدل سکتا تھا۔ اس کے دل کا داغ نہیں مٹا سکتا تھا۔ اس کی زندگی میں بہار خزاں بن کر آئی تھی اور وہ احساس کے کچوکوں کا شکار تھی۔ ایک محرومی ہمیشہ اس کے چہرے سے جھلکتی رہتی تھی۔ بہت سمجھدار ہو گئی تھی۔ اب نپی تلی باتیں کرتی تھی۔

اس شام عدنان امی سے ملنے آیا تھا۔ فریدہ امی کے پاس تھی۔ دونوں باتیں کر رہی تھیں نہ جانے کیوں میں نے انھیں گفتگو پوری کرنے کا موقع دیا تھا اور دروازے پر دستک نہ دی۔

فریدہ کہہ رہی تھی۔ "آپ نے مجھے جنم دیا ہے امی۔ میرے بدن کی ساری غلاظتیں آپ ہی کے وجود میں پروان چڑھی ہیں۔ آپ میرے تعفن زدہ وجود کو ہر شکل میں برداشت کر سکتی ہیں لیکن بھیا۔ آپ نے ان کے اطراف پھیلے ہوئے فرشتے نہیں دیکھے۔ ان فرشتوں نے میرے بھیا کو ایک پاکیزہ زندگی دی ہے۔ کیا ان پاک روحوں کے درمیان ایک سڑا ہوا بدن زیب دیتا ہے۔ امی میں احساس کمتری کا شکار رہتی ہوں۔ سرخاب میرے بدن سے چھو جاتی ہے تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں نے گناہ کیا ہے۔ وہ میری گھناؤنی زندگی سے نا واقف ہیں۔ وہ نہیں جانتی کہ میں کیا بن چکی ہوں۔ طوائف ایک کوڑھ ہوتی ہے۔ کوڑھ میں جراثیم ہوتے ہیں امی۔ یہ پاک فضا میرے وجود سے آلودہ ہو رہی ہے۔ میں کیا کروں؟ بھیا کو نہیں چھوڑ سکتی۔ لیکن میرا بھیا' میرا منصور وہ کیا سوچے گا میرے بارے میں۔ امی کیا فیضان بھیا نے میرے بارے میں بھیا کو نہ بتا دیا ہو گا؟"

"میں نے فیضان سے نہیں پوچھا فریدہ۔" یہ امی کی آواز تھی۔ "آپ نے بھی بھیا کو نہیں بتایا؟"

"جرات نہیں ہوئی۔ اس نے بھی نہیں پوچھا۔"

"ممکن ہے بھیا جانتے ہوں۔ کیسی نگاہوں سے دیکھتے ہوں گے وہ مجھے۔ کیا سوچتے ہوں گے اپنی بہن کے بارے میں۔ کیسا کیسا دل کٹتا ہو گا' ان کا میرے بارے میں سوچ کر۔"

"اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں ہے فریدہ۔ تمہیں زبردستی بیسوا بنایا گیا تھا۔"

"قصور کی بات چھوڑیئے امی۔ ہم ہونے کی بات کرتے ہیں۔ میں ان کے درمیان بیٹھ کر خود کو بہت پست محسوس کرتی ہوں۔"

"تو پھر بتاؤ کیا کروں؟"

"امی اگر بھیا کو ابھی تک معلوم نہ ہوا اور پھر معلوم ہوا تو کیا وہ اپنے ہم چشموں میں نگاہ اٹھانے کے قابل ہو گے۔"

"بتا دوں اسے؟"

"نہیں۔ خدا کے لیے نہیں۔ آہ نہیں امی۔ خدا سے رہنمائی طلب کیجئے۔ وہی ہماری مشکل حل کرے گا۔" فریدہ سسکنے لگی----- میرا وجود سرد پڑ گیا تھا۔ ہاتھ پیروں کی جان نکل گئی تھی۔ عدنان نے سب کچھ سن لیا تھا۔ وہ مجھے سنبھال کر خاموشی سے ایک کمرے میں لے آیا۔

"میں کسی وقت امی سے مل لوں گا پرنس۔ میری گزارش ہے کہ پوری ہمت سے اس طوفان کو سنبھالیے۔ یہی لمحے فیصلہ کن ہیں۔ آپ سے کوئی لغزش ہو گئی تو پائے ہوؤں کو ہمیشہ کے لیے کھو بیٹھیں گے۔ یہ فیصلے صرف آپ کو کرنے ہوں پرنس----- کوئی اس سلسلے میں آپ کا مددگار نہیں ہو گا۔" عدنان نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔ میرے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے۔ فریدہ کی یہ کہانی مجھے معلوم تھی لیکن بہن بھائی سے شرمندہ تھی۔ پگلی ایک ایسی بات سے شرمندہ تھی جس میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔

دو تین دن مزید گزر گئے۔ سب کی خوشیوں کی انتہا نہیں تھی۔ تیسرے دن عدنان نے ہم سب کو ایک دعوت نامہ پیش کیا۔ اس کی سالگرہ تھی۔ امی کے پاس جاکر اس نے کہا۔

"امی جان میری دلی آرزو ہے کہ آپ اپنے ہاتھوں سے میری سالگرہ منائیں۔ میری ماں نہیں ہے۔ میں تنہا ہوں۔ آپ کو خدا نے آپ کا بیٹا دے دیا لیکن میں جانتا ہوں کہ میری ماں مجھے کبھی نہیں ملے گی۔ کیا آپ میری یہ حسرت مٹا سکتی ہیں؟"

"یہ عدنان ہیں امی۔ میرے ساتھی! انھوں نے مجھے زندہ رہنے میں مدد دی ہے۔" میں نے امی سے عدنان کا تعارف کرایا۔

"بیٹے۔ اگر مجھے اس قابل سمجھتے ہو تو ٹھیک ہے-----"

عدنان کی سالگرہ بھی اسی جشن کا ایک حصہ بن گئی----- عدنان پوری تقریب کے دوران فریدہ کے قریب رہا تھا۔ فریدہ کچھ الجھی الجھی نظر آ رہی تھی۔ لیکن عدنان نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ بات اس وقت میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

دوسرے دن عدنان پھر دلاور ہاؤس آ گیا۔ وہ فریدہ سے ملا تھا۔ امی کے پاس بیٹھا رہا تھا۔ پھر تیسرے اور چوتھے دن بھی اس نے زیادہ وقت ان لوگوں کے ساتھ گزارا۔ امی مجھ سے اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکی تھیں۔

"اس نے مجھے ماں کہا ہے تو اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے۔ اتنا پیار کرنے لگا ہے مجھ سے کہ میں شرمندہ ہو جاتی ہوں۔ دیکھو آج یہ جانے کیا کیا خرید لایا ہے میرے اور فریدہ کے لیے۔"

"وہ بہت اچھا انسان ہے امی۔" میں نے جواب دیا۔

سارے کاروبار بدستور تھے۔ وہ ساری رونقیں جو ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں اب دلاور ہاؤس میں لوٹ آئی تھیں۔ امجد بھائی بھی یہیں آ گئے تھے۔ ایک شام سیٹھ جبار کا ذکر نکل آیا۔ امی وغیرہ بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھیں اس روز تمام واقعات بتا دیئے گئے تھے۔

"وہ منحوس اب کس حال میں ہے؟" امی نے پوچھا۔

"پتہ نہیں کہاں ہے؟ لعنت بھیجیں امی اس پر۔"

"خداوند قدوس نے ہم سب کو دکھا دیا کہ کئے کی کیا سزا ملتی ہے۔ پرسوں اینجل مجھے بازار میں ملی تھی۔" امجد بھائی نے بتایا۔

"اوہ کہاں؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"رابسن روڈ کے ایک میڈیکل اسٹور کے سامنے کھڑی بے بسی سے راہگیروں کو دیکھ رہی تھی۔"

"پھر آپ سے بات ہوئی امجد بھائی۔ وہ آپ کو پہچانتی ہو گی؟" پروفیسر بولے۔

"ہاں اسے یہ بات نہیں معلوم تھی کہ میں بھی آپ لوگوں کے پاس ہوں۔ انسان کتنا ہی برا ہو بہر حال انسانیت کے ناتے اس کی حالت پر دکھ ہوتا ہے۔ اس کے پاس دواؤں کا پرچہ تھا لیکن پیسے نہیں تھے۔"

"کیا مطلب؟"

"سیٹھ جبار سرکاری ہسپتال میں داخل ہے۔ باہر سے کچھ دواؤں کی ضرورت تھی۔ لیکن اینجل کے پاس پورے پیسے نہیں تھے۔ مجھے دیکھ کر رونے لگی۔ بمشکل تمام اس نے اصل بات بتائی۔ میں نے جو کچھ میرے پاس تھا اسے دے دیا۔ میں جانتا ہوں یہ بات آپ لوگوں کو پسند نہیں آئے گی۔ لیکن کیا کروں نمک کھایا ہے ان کا۔" امجد بھائی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ماحول پر سناٹا چھا گیا تھا۔ پھر امی نے پوچھا۔

"اینجل کہاں رہتی ہے امجد میاں؟"

"اسپتال میں باپ کے پاس ہے۔ ان کے پاس رہنے کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔"

"اگر سیٹھ جبار اسپتال سے نکلا تو کہاں جائیں گے وہ لوگ؟"

"خدا جانے۔" امجد بھائی بولے۔ پروفیسر گہری نگاہ سے کبھی مجھے اور کبھی امی کو دیکھ رہے تھے۔ تب امی گلوگیر لہجے میں بولیں۔ "منصور بیٹے۔ تم نے بتایا تھا کہ تم نے سیٹھ جبار کو کوڑی کوڑی کا محتاج بنا دیا ہے۔ کیا یہ سچ ہے؟"

"جی۔" میں نے جواب دیا۔

"کوئی احساس جاگا تمہارے دل میں امجد میاں کی بات سن کر؟ امجد بھائی نے کہا ہے کہ وہ اینجل کی بے بسی برداشت نہیں کر سکے اور جو کچھ ان کی جیب میں تھا نکال کر اسے دے آئے۔

..... انھوں نے کہا کہ انہوں نے سیٹھ جبار کا نمک کھایا ہے وہ تمہاری رگوں میں بھی ہے منصور! تمہارے والد مرحوم' جبار کے نوکر تھے۔ اور تم اس سے پروان چڑھے ہو' کچھ کہوں' مان لو گے؟"

"جی امی۔"

"ان کی کوٹھی انہیں دے دو۔ اتنا دے دو انہیں کہ سیٹھ جبار پھر سے وحشی نہ بن جائے۔ اور پھر اینجل بے قصور ہے وہ کیوں در در ماری پھرے۔ بھائی صاحب! آپ کی رائے ہے؟" امی نے پروفیسر شیرازی سے پوچھا۔

"جس وقت منصور نے سیٹھ جبار کو معاف کر کے اس کی بیٹی اسے دے دی تھی۔ اس وقت میں نے آپ کے بارے میں بھی سوچا تھا بہن۔ میں نے اس آغوش کے بارے میں سوچا تھا جس میں منصور نے آنکھ کھولی تھی۔ آج اپنے تصورات کو آپ کی شکل میں دیکھ رہا ہوں۔ بے شک منصور کی ماں کو اتنا ہی حلیم ہونا چاہئے کہ وہ اپنے بدترین دشمن کے نمک کو نہ بھولے۔ اینجل کو اس کی کوٹھی اور کچھ کاروبار ضرور واپس کر دیا جائے۔ میں آپ سے متفق ہوں۔ کیوں منصور میاں! کیا تم اختلاف کرو گے؟"

"اب مجھے کسی سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔"

"تو پھر مجھے اجازت دو کہ میں خود جا کر اینجل سے ملوں بلکہ اگر کچھ اور عظمت کا ثبوت دینا چاہو تو تم خود بھی میرے ساتھ چلو۔"

"ہاں منصور جائے گا۔" امی نے بڑے اعتماد سے کہا۔ میرے لئے انکار کی کیا گنجائش تھی۔ صرف میں اور پروفیسر اسپتال گئے تھے۔ سیٹھ جبار جنرل وارڈ میں تھا۔ شدید بخار میں بھن رہا تھا.... اینجل میلے کچیلے لباس میں اس کے پلنگ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ چہرہ مرجھایا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد حلقے پڑے ہوئے تھے۔ بال گرد سے اٹے ہوئے تھے۔

"اینجل!" میں نے اسے آواز دی اور اس نے چونک کر گردن اٹھائی۔ سپاٹ نگاہوں

سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔

"کہو۔ کیسے آئے؟"

"کیسی حالت ہے جبار صاحب کی؟"

"تمہارے لئے تسلی بخش۔ بے فکر رہو۔ ایک مسخرے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ ان کا ذہنی توازن یہاں درست نہ ہو سکے گا۔ انہیں امریکہ لے جاؤ۔ پچھلے چند روز سے شدید کھانسی بخار میں مبتلا ہیں اور اب تو دو دن سے ہوش ہی نہیں آیا۔ بس یوں سمجھو تمہاری خوشیاں پوری ہونے کو ہیں۔"

"میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا ہوں اینجل۔"

"میری یا اپنے مالک کی منصور اس کی جس کے ہاں تم ڈرائیور تھے۔" اینجل نے کہا۔

"وہ نوکری میں نے اس لئے چھوڑی تھی اینجل کہ میں ایک ملک دشمن اسمگلر کے لئے کام نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس گناہ کی پاداش میں سیٹھ جبار نے مجھ سے میری معصومیت چھین لی تھی۔ فریدہ سے اس کی عصمت چھین کر اسے طوائف بنا دیا۔ امی کو جانوروں کی طرح زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے انسان سے وحشی بنا دیا اس نے۔ یہ بدبخت اس سے زیادہ سزا کا مستحق ہے۔ اسے اس سے بھی کڑی کوئی سزا ملنی چاہئے۔ سمجھیں تم؟"

"سزا دینے آئے ہو۔ دو سزا اس بدنصیب کو۔ ہمیں اس اسپتال سے بھی نکلوا دو۔ یہ کسی سڑک پر مر جائے گا تم صاحب اقتدار ہو۔ کر دو ایسا ہم تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"اینجل۔ میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں؟"

"تم ہماری کیا مدد کرو گے منصور۔ ایک ڈرائیور کے بیٹے' ایک گھٹیا سے انسان' چھی۔ تم نے میرے باپ سے بدلہ لینے کے لئے مجھے آلۂ کار بنایا۔ مجھے اپنی محبت کے جال میں پھانسا تم نے' اور میں کور چشم تمہارے پیار کو سچ سمجھ بیٹھی۔ تم نے مجھے میرے ہی باپ کے خلاف استعمال کیا۔ میں خود کو کبھی معاف نہیں کر سکتی۔ میں نے زندگی کا سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔ میں تم سے کوئی مدد نہیں چاہتی۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ مجھے تمہارا کوئی مدد قبول نہیں ہے۔"

میں نے پروفیسر کی طرف دیکھا۔ پروفیسر کے چہرے پر الجھن کے آثار تھے۔ انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔ "اینجل۔ ہر انسان اپنوں کے لئے ایسی ہی اذیت کا شکار ہوتا ہے۔ منصور بھی اپنی ماں اور بہن کے لئے ایسے ہی تڑپا ہے۔ بہرحال اس وقت یہ موقع نہیں ہے اگر تم اپنے باپ کو امریکہ لے جانا چاہتی ہو' اگر تمہیں ان کی زندگی درکار ہے تو تکلف مت کرو

ہم اس سلسلے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہیں۔"

اینجل نے گردن جھکا لی۔ وہ سسکیاں لے کر رونے لگی تھی پھر اس نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے ڈیڈی کی زندگی درکار ہے۔ کوئی بھی تو نہیں ہے ان کے سوا میرا اس دنیا میں۔ مجھے بھیک دے دیجئے۔ ہاں مجھے میرے ڈیڈی کی زندگی کی بھیک دے دیجئے! جناب۔ میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔ لوگوں نے مجھے پہچاننے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے جو میرے ڈیڈی کے ادنیٰ غلام تھے۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

پروفیسر نے اینجل کے سر پر ہاتھ رکھ دیا پھر بولے۔ "تمہاری کوٹھی تمہاری منتظر ہے اینجل۔ اگر چاہو تو وہاں منتقل ہو جاؤ۔ اس دوران جبار صاحب کی امریکہ روانگی کا بندوبست ہو جائے گا۔ یہ صحتمند ہو جائیں تو واپس آ کر اپنا کاروبار سنبھال لیں۔ منصور کو دولت کی ہوس نہیں ہے۔ سیٹھ جبار کو سبق دینا تھا ممکن ہے اس کے بعد وہ ایک بدلے ہوئے انسان کے روپ میں نظر آئیں۔ اگر ایک انسان کی حیثیت سے تم سوچو اینجل تو منصور تمہیں غلط نہیں نظر آئے گا۔ بہرحال ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور ہاں میں اپنے کچھ آدمیوں کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ وہ سب کچھ ٹھیک کر لیں گے۔ اچھا اب اجازت دو۔

○

اسی رات سرخاب نے مجھے تنہائی میں پکڑ لیا۔ "بھیا کچھ کہنا چاہتی ہوں اور ہمیشہ کی طرح اس اعتماد کے ساتھ کہ میرے بھیا مجھ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔"

"تمہارا اعتماد مجھے زندگی سے زیادہ عزیز ہے سرخاب!"

"اینجل آپ سے محبت کرتی ہے؟"

"کیا مطلب ہے؟"

"مجھے اینجل پسند ہے۔ امی اور فریدہ مل گئیں۔ آپ نے سیٹھ جبار پر فتح حاصل کر کے اسے معاف کر دیا۔ اب میں اینجل کو اپنی بھابی بناؤں گی۔"

"میری پیاری بہن حقیقتوں سے گریز مت کرو۔ نفرت اور محبت کا فلسفہ کتابی الفاظ ہیں۔ یہ اب قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ میں تمہیں اس کی وجہ ضرور بتاؤں گا سرخاب۔ فریدہ کو دیکھتی ہو۔ وہ دکھ کا سمندر ہے۔ اس کی ہنسی مصنوعی ہے۔ ہمارے درمیان وہ سہمی سہمی رہتی ہے کہ کہیں اس کی ذات کا وہ گھناؤنا داغ عریاں نہ ہو جائے۔ سرخاب اینجل اگر میری زندگی میں داخل ہو گئی تو میں یہ بات کبھی نہیں بھول سکوں گا کہ فریدہ کو طوائف بنانے والا اس کا باپ تھا۔ وہ کبھی یہ نہ بھول سکے گی کہ میں اس کے باپ کو سڑکوں پر لے آیا تھا۔ ہم دونوں ان حقیقتوں کو فراموش نہیں کر سکیں گے۔"

"اوہ گویا؟"

"ہاں سرخاب۔ اینجل کو اب بھول جاؤ۔ یہ سب ناممکن ہے۔"

سرخاب گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی تھی۔

○

زندگی کے شب و روز یونہی جاری تھے۔ پروفیسر وغیرہ نے اینجل اور سیٹھ جبار کو امریکہ بھجوا دیا تھا۔ اینجل نے کہا تھا کہ اگر وہ اسے کچھ دینا چاہتے ہیں تو نقد رقم کی شکل میں دے دیں۔ وہ اب امریکہ سے واپس نہیں آنا چاہتی۔

پروفیسر نے اسے ہر طرح ٹٹولا اور پھر مجبور ہو کر انھوں نے بہت بھاری رقم امریکی بینکوں میں اس کے نام منتقل کرا دی۔ یہ اتنی دولت تھی کہ اینجل امریکہ جیسے ملک میں اعلیٰ پائے کی زندگی گزار سکتی تھی۔ اینجل کے بارے میں میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔

میں اب اپنی زندگی کے آخری فرض سے سبکدوش ہو جانا چاہتا تھا۔ اس کے لیے میں کافی دنوں سے سوچ رہا تھا۔ ایک شام میں نے ہمت کر ہی ڈالی۔ میں نے گل اور پروفیسر کو اپنے کمرے میں بلایا تھا۔ میری سنجیدہ شکل دیکھ کر وہ دونوں بھی سنجیدہ ہو گئے۔

"کوئی خاص بات ہے منصور؟" پروفیسر نے پوچھا۔

"ہاں پروفیسر۔ میرا دل زخمی ہے۔ مجھے سکون چاہئے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے احساسات کو غلط معنی نہ پہنائے جائیں گے۔"

"کیا بات ہے بھئی؟"

"پرنس ولاور کون ہے پروفیسر؟ کیا وہ کوئی جیتا جاگتا کردار ہے؟ کیا اب اس کا وجود باقی رہنا چاہیے؟"

"حرج بھی کیا ہے۔ اس نام سے ایک عظیم کاروبار پھیلا ہوا ہے۔ اب ہم کوئی غلط کام نہیں کریں گے لیکن کاروبار تو جاری رہے گا۔"

"میں اب اپنے کاندھوں سے یہ بوجھ اتارنا چاہتا ہوں۔"

"مطلب بیان کرو منصور؟"

"آپ نے اور گل نے جو کردار اپنا تمام سرمایہ لگا کر تخلیق کیا تھا اسے اب ختم ہو جانے چاہیے۔ میں ایک ڈرائیور کا بیٹا ہوں۔ اپنی محنت سے آئندہ زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔ آپ کا کاروبار آپ کو مبارک۔ مجھے میرے گھر میں واپس جانے دیں۔ میں اسی گھر سے زندگی کا نیا آغاز کرنا چاہتا ہوں۔"

پروفیسر کا چہرہ ایک دم اتر گیا تھا۔ گل بھی ہکا بکا رہ گئی تھی۔

"بات یہ ہے منصور بیٹے۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تم جیسا نوجوان یہی کہہ سکتا تھا لیکن تم نے کبھی یہ احساس نہیں دلایا کہ تم ہماری محبت کا یہ طلسم اچانک یوں توڑ سکتے ہو۔ غلطی ہو گئی تھی منصور۔ یہ سوچا تھا کہ سرخاب بیٹی ہے اور تم بیٹے ہو۔ اپنی بہن کو اپنے ہاتھوں سے رخصت کرو گے۔ مجھے یہ احساس بخشو گے کہ میری موت کے بعد سرخاب تنہا نہیں ہے۔ بس ہو گئی غلطی۔ گل یہ ٹھیک کہتا ہے۔ اس سے کہو کہ جو کچھ اس نے اس دولت کے ذریعے کمایا ہے اس میں سے ہمارا کمیشن نکال کر باقی اپنا حصہ اپنے پاس رکھے۔ پائی پائی کا حساب کر لو اس سے گل۔ کوئی چیز۔" پروفیسر کی آواز بھیگ گئی۔ ان کی کئی سسکیاں نکل گئیں اور وہ اٹھ کر تیزی سے باہر نکل گئے۔

"محبتوں کے۔ خلوص کے صلے یوں نہیں دیئے جاتے منصور؟" گل آنسو بھری آواز میں بولی اور وہ بھی اٹھ گئی۔

"لیکن گل۔ میں نے تو۔ میں نے یہ سب کچھ اس لیے قبول کیا تھا کہ سیٹھ جبار کے خلاف ایک محاذ تھا۔ سنو تو گل۔ سنو تو۔۔۔۔۔" گل دروازے پر رکی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ "ہمارے تھے تم، ہم سب کے تھے۔ اب کسی کے نہیں ہو۔ کاروبار کیا تھا۔ تم سے ہم نے۔ پاگل تھے نا ہم سب۔ گھاٹا ہوا ہے ہمیں۔ خدا کی قسم گھاٹا ہوا ہے، محبت کے اس سودے میں۔"

"میری بات تو سنو گل۔"

"میرا باپ رو رہا ہے۔ پروفیسر روتا ہوا گیا ہے منصور۔ میں نے اس کے سینے میں دھماکے سنے ہیں۔ میں نے اس کا دل ٹوٹنے کی آواز سنی ہے۔ میں اسے جانتی ہوں تم نہیں جانتے۔۔۔۔۔" گل نے روتے ہوئے کہا اور باہر نکل گئی۔

میں سن ہو کر رہ گیا تھا۔ چند لمحات کے لیے تو سوچنے سمجھنے کی قوت ہی چھن گئی تھی۔ آخر میں اپنی جگہ سے اٹھا اور پروفیسر کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ گل پروفیسر کے پاس موجود تھی۔ پروفیسر کے رخسار آنسوؤں سے تر تھے۔ میں ٹھٹک کر رہ گیا۔

وہ دونوں خاموش تھے۔ میں پروفیسر کے نزدیک پہنچ گیا۔ گلاب کی طرح شگفتہ چہرہ پہلی بار آنسوؤں میں بھیگا نظر آیا تھا۔ ہاں یہ عظیم انسان رو رہا تھا۔ جس نے میرے لیے اپنی زندگی بدل دی تھی۔ میں پروفیسر کے قریب پہنچا، جھکا اور پھر میں نے اس کے قدموں میں سر رکھ دیا۔

"پہلی گستاخی تھی تیرے حضور فرشتے! اپنی عظمت کے صدقے معاف کر دے۔ مجھے

معاف کر دے میرے محسن۔۔۔۔۔ شرمسار ہوں بس غلطی ہو گئی۔ ہو گئی بس غلطی۔" میں پروفیسر کے قدموں سے آنکھیں رگڑنے لگا۔ پروفیسر نے جلدی سے میرے شانوں کو پکڑا اور پھر مجھے سینے سے لگا لیا۔

"آئندہ ایسا مت کرنا منصور۔ بس اب اٹھو۔ اٹھو بیٹے، میں کتنا بڑا انسان ہوں۔ وہ سر میرے قدموں میں جھکا ہے، جسے سیٹھ جبار جیسا فرعون بھی نہیں جھکا سکا، جسے ساری دنیا مل کی نہیں جھکا سکی۔ ہمالیہ کی سربفلک چوٹیاں جس کی بلندی کے سامنے پست ہیں۔ تم نے دیکھا اس نے میری بڑائی قبول کی ہے۔ بچہ ہے میرا۔ بیٹا ہے میرا۔ باپ نے اس لیے گستاخی معاف کر دی۔ ٹھیک ہے منصور! کوئی بات نہیں بیٹے۔ تمہارے لیے میں اندر کا بہت کمزور ہوں، آئندہ اس طرح کبھی مت سوچنا۔"

"یہ ہمارا خاندن ہے منصور! میں نے کبھی تمہیں بھائی نہیں کہا لیکن آج میں سچے دل سے تمہیں بھائی کہہ رہی ہوں۔ کتنی بہنوں کے بھائی ہو تم۔ ایک ماں اور ایک باپ کے سہارے ہو۔ تم سربراہ ہو اس خاندان کے۔ سربراہ ہی اگر اپنے خاندان کو چھوڑ دے تو پھر کون رہ جائے گا ہمارے لیے!"

"مجھے معاف کر دو گل۔ بس غلط سوچ بیٹھا تھا۔ انسان ہی ہوں۔ پتہ نہیں کیوں ان معاملات کا اندازہ نہیں کر سکا تھا۔"

"پروفیسر نے معاف کر دیا تمہیں ورنہ سزا دی جاتی۔۔۔۔۔"

گل نے آنسو خشک کر لیے۔ بہروز ہمیں تلاش کرتی ہوئی اندر آ گئی۔ لیکن کسی نے اس کسی خاص بات کا احساس نہیں ہونے دیا تھا۔

○

پروفیسر کوئی ہنگامہ چاہتے تھے۔ چنانچہ ایاز اور شمو کی شادی کا فیصلہ کر لیا گیا اور ہنگامہ شروع ہو گیا۔ بھلا ہنگامے میں کیا دیر لگتی۔ دو گروہ بن گئے۔ گل، بہروز، امجد بھائی لڑکی والے بن گئے۔ میں پروفیسر، امی اور فریدہ لڑکے والے۔ حسینہ درمیان کی چیز تھی دونوں طرف سے۔ اس کی الٹر حرکتیں لوٹ پوٹ کر دیتی تھیں۔ بہرحال ان دونوں کی شادی کر دی گئی۔ تحفوں کے انبار لگ گئے تھے۔ فریدہ کو اس ہنگامے میں وقتی خوشی مل گئی تھی لیکن اس کی کیفیت کو مجھ سے زیادہ کون سمجھ سکتا تھا۔ ہنستے ہنستے اچانک چپ ہو جاتی تھی۔ گھبرا کر ایک ایک کو دیکھنے لگتی تھی۔ ان لمحات میں میرا کلیجہ نکلنے لگتا تھا لیکن کوئی ایسی ترکیب سمجھ میں نہیں آتی تھی جس سے اس کی اس کیفیت کو دور کیا جا سکتا۔

ایاز اور شمو کی شادی کا تیسرا دن تھا۔ گل تمام قدیم روایتوں کو دہرا رہی تھی

کی رسم آج بڑے اہتمام سے ادا کی گئی تھی۔ دن بھر خوب ہنگامہ رہا تھا۔ ابھی تک اندر ہنگامہ جاری تھا البتہ باہر کے مہمان چلے گئے تھے اور تو اور محترمہ فینی بھی ان سارے ہنگاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی تھیں۔ اس "خوفناک" عمارت کا ماحول ہی بدل گیا تھا۔ پرنس دلاور کے اپنے ملازمین ہی اتنی تعداد میں تھے کہ باہر والوں کی ضرورت باقی نہیں رہتی تھی۔

بہر حال اندر کے ہنگامے سے اکتا کر میں عقبی باغ میں جانکلا جہاں ایک خوشگوار تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ میں نم ہوا کے جھونکوں کو سینے میں سموتا ایک نیم کے پاس پہنچ گیا لیکن دفعتہً ایک آواز سن کر ٹھٹک گیا۔ آواز کنج کے دوسری طرف سے آ رہی تھی۔ میں نے متحیرانہ انداز میں اس طرف کان لگا دیئے اور پھر۔ میں اس آواز کو پہچان گیا۔ یہ فریدہ کی آواز تھی۔ ہاں فریدہ تھی۔

"آپ ہوش میں ہیں عدنان صاحب؟"

عدنان۔ میرے ذہن پر دوسرا تازیانہ پڑا۔

"خدا کے فضل سے۔ میں زندگی میں کبھی بے ہوش نہیں ہوا۔"

"اگر بھائی جان کو پتہ چل گیا۔ آپ کی اس حرکت کا تو' آپ کو آنے والے وقت کا احساس ہے؟"

"میں نے سر ہتھیلی پر رکھ کر آپ کو یہاں بلایا ہے فریدہ صاحبہ۔" یہ آواز سو فیصد عدنان کی تھی۔

"میں اس بکواس کی متحمل نہیں ہو سکتی۔"

"تو پھر فریدہ صاحبہ۔ کل میں یہ شہر چھوڑ دوں گا۔ آپ لوگوں سے بہت دور چلا جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں کہ میں آپ کا ایک ادنیٰ ملازم ہوں لیکن دل وحشی ہوتا ہے۔ یہ سرکش کچھ نہیں مانتا۔"

"آپ کی حرکتوں کو میں صرف خلوص سمجھتی تھی لیکن معاف کیجئے آپ نے' آپ نے اچھا نہیں کیا۔"

"صرف ایک بات بتا دیجئے فریدہ۔ صرف ایک بات۔ کیا میں بہت برا انسان ہوں۔ کیا میں اس قابل نہیں کہ آپ کو اپنی زندگی میں شامل کر سکوں؟"

"اپنی بات نہ کریں۔ خود میں اس قابل نہیں ہوں سمجھے آپ۔ آپ بھٹک رہے ہیں اس لیے کہ میری حقیقت نہیں جانتے۔ آپ دیوانے ہیں بالکل پاگل ہیں۔ فیضان بھیا سے پوچھیں میرے بارے میں۔ حالات نے مجھے۔ حالات نے مجھے!" فریدہ کی آواز جذبات سے

لرز رہی تھی۔

"حالات نے آپ کو کوٹھے پر جا بٹھایا تھا۔ حالات نے آپ کو طوائف بنا دیا تھا۔ پھر فیضان نے آپ کو خرید لیا اور اس کے بعد اس نے آپ کو بہن بنا کر رکھا۔ کیوں یہی نا۔ بتایئے فیضان اتنا ہی عظیم ہے آپ کی نگاہ میں کہ آپ اس کی بہن بن گئیں۔ کوئی دوسرا اس بلندی کو نہیں چھو سکتا۔ صرف اس لیے نا فریدہ کہ فیضان آپ کے بھائی کا دوست تھا اور میں اس کا ملازم۔"

"آپ۔ عدنان آپ یہ سب جانتے ہیں؟" فریدہ کی آواز پھٹی پھٹی تھی۔

"ہاں۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ہو تو آپ مجھے بتا دیں۔"

"بھیا کو بھی یہ معلوم ہے؟"

"وہ خود آپ کے لیے دوبئی گئے تھے۔ وہاں انہیں سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔"

"اس کے باوجود سب میرا احترام کرتے ہیں۔" فریدہ کی آواز ڈوبی ڈوبی تھی۔

"خدا کی قسم فریدہ۔ وقت کے وہ تازیانے آپ کے وجود کی چمک ہیں۔ آپ کے چہرے کا حسن ہیں۔ آپ شریف زادی تھیں' ہیں اور رہیں گی۔ لباس پر غلاظت کی چھینٹیں پڑ جائیں تو وہ دھل جاتا ہے۔ ہم اسے پھینک تو نہیں دیتے اصل شے خمیر ہے۔ اگر آپ اس دور سے نہ گزری ہوتیں تو میں آپ پر کوئی توجہ نہ دیتا۔ میں تو اس عظمت کا پجاری ہوں' جو نامساعد حالات میں بھی آپ سے دور نہ ہو سکی۔ مجھے اپنے دل میں جگہ دے دیں فریدہ۔ خدا کی قسم فریدہ ساری کائنات سے زیادہ چاہتا ہوں آپ کو۔"

"آپ پاگل ہیں عدنان' آپ دیوانے ہیں کیا؟" فریدہ کی آواز میں محبت تھی۔

"فریدہ۔ مجھے زندگی کی یہ خوشی دے دیں۔ ورنہ میں ہمیشہ کے لیے تاریکیوں میں گم ہو جاؤں گا۔"

"عدنان۔ آپ نے' آپ نے تو مجھے زندگی کے سب سے تاریک' سب سے گہرے گڑھے سے نکال لیا ہے۔ آہ میں تو خوشیوں کے اس عظیم الشان خزانے میں آکر بھی گم تھی۔ مجھے کوئی شے اپنی نہیں لگتی تھی۔ آپ نے یہ ساری کائنات مجھے دے دی۔ آپ کا شکریہ عدنان۔ آپ کا شکریہ۔"

"تو میں۔ تو میں پرنس دلاور۔ معاف کیجئے آپ کے منصور بھیا کے پاس پیغام بھیج دوں!" عدنان نے پوچھا۔

"خدا حافظ۔ میں اندر جا رہی ہوں۔" فریدہ کی شرمائی ہوئی آواز سنائی دی اور میں جلدی سے پیچھے ہٹ آیا۔ فرشتے۔۔۔۔۔ فرشتے میرے چاروں طرف بکھرے تھے۔ سب

نے مجھے احسانات کے بوجھ تلے دبا دیا تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کسے اپنا سب سے بڑا محسن سمجھوں۔ عدنان۔ یہ مجھ پر اتنا بڑا احسان کر ڈالے گا۔ مجھے معلوم نہیں تھا۔ مجھے وہ وقت یاد تھا جب فریدہ اور امی کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی اور عدنان نے یہ سب سن لیا تھا۔ یقیناً" اس کا احسان ہمالیہ سے بھی بڑا تھا۔

عدنان نے عظمت سے امی کی بات کہی۔ عظمت نے پروفیسر سے اور پروفیسر نے فرحت اللہ صاحب کے ساتھ آکر یہ رشتہ مجھے پیش کیا۔ میں نے پروفیسر کو شکایت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "فاؤل کر رہے ہیں پروفیسر۔ گل آپ انھیں سمجھا لیں۔ ان کے ہوتے ہوئے بھلا میں فریدہ کے بارے میں سوچنے کا کیا حق رکھتا ہوں۔"

"وہ تو ہم جانتے ہیں بس مذاق کر رہے تھے۔ ہوں۔ تو میاں فرحت اللہ ولد صفت اللہ ہمیں آپ کے فرزند نمبر دو یعنی عدنان کا یہ رشتہ منظور ہے۔ شادی کی تیاریاں کریں!" فرحت اللہ صاحب ہنسنے لگے تھے۔

گھر میں ایک بار پھر خوشیوں کا طوفان امنڈ آیا۔ فریدہ پر اچانک نکھار آگیا تھا۔ اور اسے ہنستے مسکراتے دیکھ کر میری آنکھیں فرط مسرت سے نم ہو جاتی تھیں۔

دوسری شادی کی تیاریاں جاری تھیں کہ ایک شام امی نے مجھے اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔ "مجھے تم سے ایک ضروری مسئلے پر بات کرنی ہے۔"

"جی امی۔ فرمایئے۔"

"خداوند قدوس نے مجھے عمر دی۔ زندگی دی اور پھر اتنی خوشیاں دے دیں کہ سمیٹے نہ سمیٹ سکوں لیکن آخری خوشی اور ہے بیٹے انکار تو نہیں کرو گے۔"

"آپ کی کسی بات سے انکار میں کفر سمجھتا ہوں امی!"

"خدا تمہیں اور عظمت دے بیٹے۔ "فریدہ کے ساتھ میں تمہاری شادی بھی کرنا چاہتی ہوں۔ میں نے پروفیسر سے سرخاب کے بارے میں بات کی تھی۔ پروفیسر نے مجھے بتایا کہ سرخاب تم سے بھائیوں کی چاہت رکھتی ہے اور فریدہ کی غیر موجودگی میں تمہارے لیے فریدہ بنی رہی ہے اور یہ کہ ذہنی طور پر تم کبھی اس کے لیے تیار نہ ہو گے۔ کیا یہ درست ہے بیٹے؟"

"ہاں امی وہ میری دوسری فریدہ ہے۔"

"اور بہروز؟" امی نے پوچھا۔

"ایں؟" میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"امی وہ بھی اچھی ہے۔ بس میں نے فیصلہ کر لیا ہے-----"

"تمہیں انکار تو نہیں ہے۔" میں ایک لمحے کے لئے چکرا گیا اور پھر مجھے ہنسی آگئی۔

"آپ سے انکار کفر ہے امی۔" میں نے کہا اور امی نے مجھے گلے لگا لیا۔

رات کو میں بہروز کے کمرے میں داخل ہو گیا۔ بہروز کسی خیال میں ڈوبی ہوئی تھی۔ میں نے عقب سے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور وہ چونک پڑی۔

"خیریت؟"

"یار بہروز ایک بات بتاؤ" میں نے کہا۔

"کہیئے؟"

"شادی کرو گی ہم سے۔" میں بولا اور وہ بھونچکی رہ گئی۔ "ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ فریدہ کی شادی کے ساتھ ساتھ ہمیں بھی شادی کر لینی چاہیے کیا خیال ہے؟"

بہروز نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا بدن لرزنے لگا تھا اور پھر اس نے فرط جذبات سے میرے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔ "یہ میرا اٹل فیصلہ ہے بہروز' انکار مت کر دینا۔" میں نے آہستہ سے کہا اور بہروز کے ہاتھوں کی گرفت میرے ہاتھوں پر سخت ہو گئی۔ اس نے اٹھ کر اپنا سر میرے سینے سے ٹکا دیا تھا۔

ختم شد